1457

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،17۔فروری 2009

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات(محکمہ لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

حصہ اول

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

(مورخہ10فروری2009کے ایجنڈے سے زیرالتواء رکھا گیا مسودہ قانون)

THE PUNJAB CONSUMER PROTECTION (AMENDMENT) BILL 2009 (Bill No. 5 of 2009)

Sheikh Ala-ud-Din:	to move that leave be granted to introduce the Punjab Consumer Protection (Amendment) Bill, 2009.
Sheikh Ala-ud-Din:	to introduce the Punjab Consumer Protection (Amendment) Bill, 2009.

حصہ دوم

(مفاد عامہ سے متعلق قراردادیں)

(مورخہ10فروری2009کے ایجنڈے سے زیرالتواء رکھی گئی قرارداد)

جناب جوئیل عامر سہوترا: راناآصف محمود:	اس ایوان کی رائے ہے کہ پنجاب حکومت اس امر کو یقینی بنائے کہ "سرکاری اداروں میں بھرتی کے وقت مخصوص مذہبی تعلیم کے حامل اقلیتی امیدواروں کو بھی حافظ قرآن کی طرح20نمبر اضافی دیئے جائیں۔"

1458

(موجودہ قرار دادیں)

.1	جناب محمد محسن خان لغاری: چودھری ظہیر الدین خان: محترمہ ثمینہ خاور حیات: چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب محمد یار ہراج: ڈاکٹر سامیہ امجد: چودھری عبداللہ یوسف: چودھری مونس الٰہی: چودھری محمد ارشد: جناب طاہر اقبال چودھری: محترمہ آمنہ اُلفت: جناب محمد شفیق خان: جناب شیر علی خان: جناب خرم نواب: محترمہ خدیجہ عمر: محترمہ آمنہ جہانگیر: حاجی محمد قمر حیات کاٹھیا: محترمہ عائشہ جاوید: جناب خالد جاوید اصغر گھرال: سیدہ ماجدہ زیدی: سیدہ بشریٰ نواز گردیزی: میاں شفیع محمد: جناب محمد اعجاز شفیع:	یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ چوک یتیم خانہ میں جلد از جلد Overhead Bridge یا Underpass تعمیر کرنے کے انتظامات کئے جائیں تاکہ عوام کو ٹریفک کی شدید مشکلات سے نجات مل سکے۔
.2	محترمہ نگہت ناصر شیخ:	اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت مسجد مکتب پرائمری سکولوں میں اساتذہ کرام کو ملنے والے ماہانہ اعزازیہ میں -/250 روپے سے بڑھا کر -/1000 روپے کرے۔
.3	محترمہ طیبہ ضمیر:	یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ ینگ وکلاء کو ہر ڈسٹرکٹ بار میں حسب استحقاق چیمبر بنانے کیلئے زمین الاٹ کرے۔
.4	محترمہ فرح دیبا:	یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ صوبہ بھر میں ورکنگ اور گھریلو خواتین کیلئے مشترکہ ٹرانسپورٹ کے ساتھ علیحدہ بھی ٹرانسپورٹ چلانے کیلئے جامع پالیسی بناکر اس پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔

1459

5. جناب محمد حفیظ اختر چودھری: یہ ایوان، حکومت پنجاب سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ کھانے پینے کی اشیاء میں ملاوٹ کے خلاف ٹاسک فورس قائم کی جائے جیسا کہ پنجاب گورنمنٹ نے محکمہ صحت میں جعلی ادویات کی فروخت کے خلاف اور محکمہ زراعت میں جعلی زرعی ادویات کی فروخت کے خلاف قائم کر رکھی ہیں۔

حصہ سوم

(عام بحث)

1. محترمہ نسیم لودھی: میں قواعد وانضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1997 کے قاعدہ 243 کے تحت یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ پنجاب اسمبلی کے ایوان نے مورخہ 15 دسمبر 1988 کو متفقہ طور پر قرارداد منظور کی کہ پنجاب اسمبلی کے ملازمین کیلئے ایک رہائشی کالونی بنا کر دی جائے، جس پر آج تک عمل درآمد نہ ہو سکا۔ مذکورہ قرارداد پر عمل درآمد نہ ہونے کے محرکات کو زیر بحث لایا جائے تاکہ مہنگائی کے اس کمر توڑ دور میں ملازمین کا دیرینہ مطالبہ پورا ہو سکے۔ جبکہ صحافی برادری کو حکومت نے حال ہی میں ایک رہائشی کالونی کیلئے زمین بھی مہیا کر دی ہے۔ لہذا اس صورتحال پر عام بحث کی جائے۔

2. محترمہ ثمینہ خاور حیات: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ صوبہ بھر کے تمام تھیٹروں، بشمول لاہور شہر، میں بے حیائی، فحاشی اور بے ہودہ ڈانس کی وجہ سے پیدا ہونے والی صورتحال کو زیر بحث لایا جائے۔

حصہ چہارم

(جاری بحث)

وزیر قانون (رانا ثناء اللہ خان): صوبہ میں امن وامان کی صورتحال پر بحث جاری رہے گی۔

1461

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا گیارھواں اجلاس

منگل، 17- فروری 2009

(یوم الثلاثہ، 21- صفر المظفر 1430ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 55 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری محمد علی قادری نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِo

ٱلرَّحۡمَـٰنُo عَلَّمَ ٱلۡقُرۡءَانَo خَلَقَ ٱلۡإِنسَـٰنَo عَلَّمَهُ ٱلۡبَيَانَo ٱلشَّمۡسُ وَٱلۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍo وَٱلنَّجۡمُ وَٱلشَّجَرُ يَسۡجُدَانِo وَٱلسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ ٱلۡمِيزَانَo أَلَّا تَطۡغَوۡاْ فِى ٱلۡمِيزَانِo وَأَقِيمُواْ ٱلۡوَزۡنَ بِٱلۡقِسۡطِ وَلَا تُخۡسِرُواْ ٱلۡمِيزَانَo وَٱلۡأَرۡضَ وَضَعَهَا لِلۡأَنَامِo فِيہَا فَـٰكِهَةٌ وَٱلنَّخۡلُ ذَاتُ ٱلۡأَكۡمَامِo وَٱلۡحَبُّ ذُو ٱلۡعَصۡفِ وَٱلرَّيۡحَانُ o فَبِأَىِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِo

سُوۡرَۃُ الرَّحمٰن آیات 1 تا 13

رحمٰن نے اپنے محبوب ﷺ کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا۔ ماکان و مایکون کا بیان انہیں سکھایا۔ سورج اور چاند حساب سے ہیں اور سبزے اور پیڑ سجدہ کرتے ہیں اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا اور ترازو رکھی کہ ترازو سے بے اعتدالی نہ کرو اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ اور زمین رکھی مخلوق کے لئے۔ اس میں میوے اور غلاف والی کھجوریں اور بُھس کے ساتھ اناج اور خوشبو کے پھول۔ تو اے جن و انس تم دونوں اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

وما علینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب محمد افضل نوشاہی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

غمزدوں کے لئے رحمت مصطفیٰ وہ سمندر ہے جس کا کنارہ نہیں
حشر کے دن بھی وہ سب کے کام آئیں گے کون ہے جس نے ان کو پکارا نہیں
شاید اس پہ ہوا ہے کلام خدا مصطفیٰ کی رضا ہے خدا کی رضا
اپنے محبوب سے حق نے فرما دیا جو تمہارا نہیں وہ ہمارا نہیں
کیا گھڑی ہوگی محشر میں سب انبیاء امتوں کو نہ دیں گے کوئی آسرا
ہوگی سب کی زباں پہ یہی اِک صدا مصطفیٰ کے سوا کوئی چارہ نہیں
ہو کے وارفتہ جو بھی مدینے گیا سبز گنبد کو بس دیکھتا رہ گیا
ساری دنیا میں ایسا حسیں دلربا دوسرا اور کوئی نظارہ نہیں

سوالات (محکمہ لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج محکمہ لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! کل میں نے آپ سے ایک گزارش کی تھی کہ شیخوپورہ گوجرانوالہ روڈ پر ایک ڈکیتی ہوئی ہے جس میں چھ آدمی مارے گئے ہیں اور ایک آدمی ان میں زخمی ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ آپ اس حوالے سے توجہ دلاؤ نوٹس جمع کراؤ جو میں نے کل ہی کروا دیا ہے۔ ابھی گزارش یہ کرنی تھی کہ آج اس واقعہ کو تیسرا دن ہو گیا ہے۔ ان کا تقریباً ساڑھے چار کلو سونا پولیس کی custody میں ہے۔ وہ بے چارے گھر ہی نہیں جا سکتے ہیں کیونکہ ساڑھے چار کلو سونا کافی مالیت کا بنتا ہے اور وہ پولیس کے رحم و کرم پر چھوڑ ابھی نہیں جا سکتا۔

جناب سپیکر: آپ کا توجہ دلاؤ نوٹس Thursday کو آئے گا لیکن ابھی رانا صاحب آ جاتے ہیں تو ان سے پوچھ لیتے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! انہیں کہیں کہ وہ ان بے چاروں کی مدد کر دیں یا کسی کو کہہ دیں۔ پہلے جج نہیں مل رہا تھا، اب جج ملا ہے تو پولیس والے نہیں مل رہے۔ وہ بے چارے بڑے پریشان ہیں کیونکہ ان کے چھ بندے بھی مر چکے ہیں اور ساتواں ہسپتال میں پڑا ہے۔ آج تک کوئی حکومتی نمائندہ ہسپتال تک نہیں گیا کہ اس کی تیمارداری ہی کر لی جائے کیونکہ اتنا بڑا سانحہ ہوا ہے۔

جناب سپیکر: آپ نے اس بارے میں تھوڑی بہت خود بھی زحمت کی ہے یا نہیں؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میرا تو ان سے ویسے ہی تعلق ہے۔ میں پہلے دن بھی گیا تھا اور روزانہ جاتا ہوں۔

جناب سپیکر: اچھی بات ہے۔ ابھی رانا صاحب آتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں۔ اب سوالات کی طرف آتے ہیں۔ پہلا سوال میاں نصیر صاحب کا ہے۔ نمبر پکاریں۔

میاں نصیر احمد: سوال نمبر 97۔

جناب سپیکر: اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

میاں نصیر احمد: جی، پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

لاہور چوبرجی تا ٹھوکر نیاز بیگ روڈ کی توسیع و انڈر پاس بنانے کا مسئلہ

*97۔ **میاں نصیر احمد:** کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چوبرجی تا ٹھوکر نیاز بیگ ملتان روڈ لاہور شہر کا مصروف ترین روڈ ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ چوک یتیم خانہ اور سمن آباد موڑ انتہائی تنگ ہیں، جس کی وجہ سے وہاں پر ٹریفک کا رش ہر وقت رہنے سے عوام انتہائی مشکل صورتحال سے دوچار رہتے ہیں؟

(ج) لاہور کے دوسرے روڈز کی طرح کیا حکومت ملتان روڈ لاہور کے اس حصے (چوبرجی تا ٹھوکر نیاز بیگ) کی بھی توسیع کرنے نیز چوک یتیم خانہ اور سمن آباد موڑ پر انڈر پاس بنانے کا پروگرام رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):

(الف) درست ہے۔

(ب) سڑک کی چوڑائی مناسب ہے۔

(ج) ورکس اینڈ سروسز ڈیپارٹمنٹ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور، ملتان روڈ کی بحالی کا پروگرام رکھتی ہے جس پر مرحلہ وار عملدرآمد ہو گا۔ سڑک کی توسیع اور انڈر پاس کا منصوبہ فی الحال زیر غور نہ ہے۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

میاں نصیر احمد: میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جس روڈ کے بارے میں، میں نے سوال کیا ہے یہ 1997 میں میاں نواز شریف صاحب کی حکومت میں اس سڑک کو چوڑا کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔ جیسے آج پورے لاہور کے اندر ٹریفک اور roads کے مسائل سامنے آ رہے ہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جن محکمے کی یہ سڑکیں ہیں ان کے پاس ان سڑکوں کی چوڑائی اور لمبائی کا proper data ہی نہیں ہے۔ میں نے اپنے سوال کے جز (ب) میں یہ پوچھا تھا کہ "کیا یہ بھی درست ہے کہ چوک یتیم خانہ سے سمن آباد موڑ انتہائی تنگ ہے جس کی وجہ سے وہاں پر ٹریفک کا رش رہتا ہے۔" جواب میں یہ کہا گیا کہ "سڑک کی چوڑائی مناسب ہے۔" میں ان سے یہ سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان کے سامنے مناسب کتنی ہوتی ہے، اس سڑک کی چوڑائی دس فٹ ہے، چالیس فٹ ہے یا 100 فٹ ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب! وہ پوچھ رہے ہیں کہ آپ نے جو "مناسب" لکھا ہے اس سے مراد کتنے فٹ ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! سڑک کی چوڑائی مناسب نہ ہے۔ چوڑائی دونوں طرف سے 70 فٹ ہے جبکہ چوک یتیم خانہ اور چوک سمن آباد کی چوڑائی 90 فٹ ہے۔ روزانہ اس روڈ پر تقریباً چار لاکھ گاڑیاں گزرتی ہیں جس کی وجہ سے ٹریفک کا رش رہتا ہے اور اسی وجہ سے پریشانی ہوتی ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میں نے یہ پوچھا ہے کہ سڑک کی چوڑائی مناسب ہے تو یہ مناسب کیا ہوتی ہے؟ پورے لاہور کی، موٹر وے کی طرف آنے جانے والی ٹریفک کا وہاں رش ہوتا ہے اور ایمبولینسیں بھی پھنسی ہوتی ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اتنے اہم روڈ کی مناسب چوڑائی سے کیا مراد ہے؟ یہ مناسب کا بتادیں تاکہ میں ان کے آئندہ کے جوابات کا اندازہ لگا سکوں۔

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! بحکم وزیر اعلیٰ صاحب پنجاب 2008-2-5 کو ملتان روڈ محکمہ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ سے

Communication & Works Department, Government of Punjab کو transfer ہو چکی ہے اور انشااللہ تعالیٰ اس کی مزید development کے لئے بھی کام ہو گا۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے سوال کیا جا رہا ہے کہ اس سڑک کی مناسب چوڑائی کیا ہے۔ وہ جواب کچھ اور دے رہے ہیں۔ ہمارا سوال گندم ہے اور جواب ہمیں چنا مل رہا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، چودھری صاحب! ایسے تو نہ کریں کیونکہ آج پارلیمانی سیکرٹری صاحب کا پہلا دن ہے۔ آپ ان کے جواب سنیں۔

رانا محمد افضل خان: ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! جتنے لوگ لاہور میں فیصل آباد سے موٹر وے کے ذریعے داخل ہوتے ہیں وہ ٹھوکر نیاز بیگ بھی آتے ہیں، چوک یتیم خانہ بھی آتے ہیں اور سگیاں پل سے بھی آتے ہیں تو یہ تینوں راستے جب کھلے ہوتے ہیں تو اس وقت بھی choked ہوتے ہیں۔ ہمارا فیصل آباد سے لاہور کا سفر ڈیڑھ گھنٹے کا ہوتا ہے اور چوک یتیم خانہ cross کرنے میں تقریباً 45 منٹ لگ جاتے ہیں۔ وہاں پر ٹریفک ہر وقت jam (جام) رہتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سوال نہایت اہم ہے کہ elevated transit کے لئے بھی یہ روڈ منتخب کی گئی تھی اور اس روڈ کی ٹریفک congestion کے پیش نظر حکومت پنجاب کو priority کے اوپر handle کرنا چاہئے۔ یہ ایک bottle neck road ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وزیر صاحب کوئی assurance دیں کہ اس روڈ کو وہ حکومت پنجاب سے priority دلوا سکیں گے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! انہوں نے بتا تو دیا ہے کہ وہ اس روڈ سے متعلق کچھ کر رہے ہیں۔

رانامحمد افضل خان: جناب سپیکر! کچھ واضح نہیں بتایا کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟

جناب سپیکر: بتادیا ہے کہ بقول ان کے وزیر اعلیٰ صاحب اس پر کوئی خصوصی نوٹس لے رہے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! میں بتا رہا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس روڈ کو عوام کی سہولت کے لئے develop کیا جائے گا۔

جناب طاہر اقبال چودھری: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب طاہر اقبال چودھری: جناب سپیکر! اس سوال کے جواب میں کچھ اور ہے اور انہوں نے یہ کہا ہے کہ underpass اور flyover کا کوئی منصوبہ زیر غور نہ ہے تو پھر یہ کس طرح کہہ رہے ہیں کہ اس پر وزیر اعلیٰ صاحب کچھ سوچ رہے ہیں کیونکہ یہاں پر تو انہوں نے واضح لکھا ہے۔ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے اور ملتان روڈ پر آنے والے ٹھوکر سے ہو کر آتے ہیں تو یہ پورے جنوبی پنجاب کا مسئلہ ہے اور جواب میں بڑا واضح لکھا ہے کہ اس طرح کا ان کا کوئی منصوبہ زیر غور نہ ہے۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ جہاں تک بات انہوں نے پوچھی ہے تو وہ انہوں نے بتا دی ہے۔ اگلا سوال بھی میاں نصیر صاحب کا ہے۔

میاں نصیر احمد: میرے سوال کا نمبر 182 ہے۔

لاہور میں سائیکل، موٹر سائیکل سٹینڈز کی تعداد
اور زائد پارکنگ فیس وصولی کا معاملہ

*182: میاں نصیر احمد: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) صوبائی دارالحکومت لاہور میں سائیکل، موٹر سائیکل اور موٹر کار کے لئے کتنے پارکنگ سٹینڈ موجود ہیں، نیز یہ کہاں کہاں واقع ہیں؟

(ب) ان پارکنگ سٹینڈز میں کتنی پارکنگ فیس وصول کی جاتی ہے؟

(ج) کیا مختلف مقامات پر پارکنگ فیس بھی مختلف وصول کی جاتی ہے؟

(د) کیا ٹھیکیدار سرکاری ریٹ سے زائد پارکنگ فیس بھی وصول کرتے ہیں؟

(ہ) اگر جواب اثبات میں ہے تو حکومت ایسے ٹھیکیداروں کے خلاف کیا کارروائی کر رہی ہے، اگر کارروائی نہیں کر رہی تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):

(الف) دفتر شہری سہولیات، سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کے زیرانتظام چلنے والے پارکنگ سٹینڈز کی تعداد 51 ہے جو 32 مین سڑکوں پر واقع ہیں، تفصیل پارکنگ سٹینڈز مع روڈز تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) دفتر شہری سہولیات، سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کے زیر انتظام چلنے والے پارکنگ سٹینڈز پر درج ذیل شرح سے پارکنگ فیس وصول کی جاتی ہے:۔

کار، جیپ	10 روپے
موٹر سائیکل / سکوٹر	5 روپے
سائیکل	1 روپیہ

(ج) سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کے تمام پارکنگ سٹینڈز پر منظور شدہ شرح کے مطابق یکساں پارکنگ فیس وصول کی جاتی ہے۔

(د) سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کے تمام پارکنگ سٹینڈز پر منظور شدہ شرح کے مطابق ہی یکساں پارکنگ فیس وصول کی جاتی ہے۔

(ح) اگر سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کے کسی بھی پارکنگ سٹینڈ پر منظور شدہ شرح سے زائد پارکنگ فیس وصولی کی شکایت موصول ہو تو فوری طور پر کارروائی کر کے متعلقہ ٹھیکیدار / کارندہ کے خلاف ایف آئی آر درج کروائی جاتی ہے

حال ہی میں 4 پارکنگ سٹینڈز، 1۔ پیس گلبرک ،2۔شالامار باغ ، 3۔ عباسی اینڈ کو، 4۔لاہورسٹاک ایکسچینج، کے ٹھیکیداروں کے خلاف ایف آئی آر درج کروائی گئی ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر!لاہور میں پارکنگ کے حوالے سے بات کی گئی ہے تو مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ کار پارکنگ دس روپے اور موٹر سائیکل اور سکوٹر کی پانچ روپے اور سائیکل کی پارکنگ فیس ایک روپے لی جاتی ہے۔لاہور میں جو زیادہ تر مثالیں سامنے آئیں اور ہم نے خود بھی pay کئے ہیں کہ جس طرح پیس(pace)،حفیظ سنٹر اور اس طرح کے بڑے پلازوں میں پارکنگ بیس روپے فی گھنٹہ کے حساب سے لی جاتی ہے۔میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ان کے محکمہ کے علم میں یہ ہے کہ وہاں پر پارکنگ تو انہوں نے دس روپے پورے دن کی رکھی ہے لیکن وہاں پر جو عام طور پر وصول کی جاتی ہے اور جو صاحبان وہاں پر گاڑی کھڑی کرتے ہیں تو وہ ان سے بحث بھی نہیں کر سکتے اور انہیں دینی پڑتی ہے جو بیس روپے گھنٹہ یا دو گھنٹے کے حساب سے ہے۔

جناب سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ پارکنگ فیس جو آپ نے دس روپے، پانچ روپے اور ایک روپیہ سارے دن کا رکھا ہے لیکن وہ گھنٹوں کے حساب سے فیس وصول کرتے ہیں۔کیا یہ گھنٹوں کے حساب سے ہے یا پورے دن کے حساب سے ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر!یہ پورے دن کے حساب سے ہے۔اگر اس میں کوئی شکایت آئے گی تو پھر ان کے خلاف کارروائی بھی کی جائے گی۔کافی ٹھیکیداروں کے خلاف کارروائی ہو چکی ہے اور مزید انشاء اللہ کارروائی کی جائے گی۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر!یہاں پر انہوں نے ابھی بتایا کہ سائیکل کی پارکنگ فیس ایک روپے ہے تو میرا نہیں خیال کہ پچھلے دس سال سے میں نے خود آج تک کسی سے سنا ہے اور نہ کسی نے دیا ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب!آپ particular case انہیں بتائیں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر!پورے لاہور میں سائیکل سٹینڈ کی فیس ایک روپیہ تو کہیں بھی نہیں ہے کیونکہ ایک روپیہ تو ویسے ہی نہیں ملتا تو اس کی پارکنگ ایک روپیہ کیسے ہو سکتی ہے؟

جناب سپیکر: ایک روپیہ ملتا تو ہے کیوں نہیں ملتا؟ جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! فاضل ممبر کا حق ہے کہ اگر کوئی evidence ہو تو ہمیں ضرور بتائیں۔

جناب سپیکر: اگر کوئی case ایسا سامنے آئے تو آپ اس کی شکایت کریں وہ اس پر نوٹس لیں گے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرے بھائی نے جو کچھ بتایا کہ ہم اس حساب سے پارکنگ فیس وصول کرتے ہیں تو پنجاب میں ٹھیکیداروں کے مافیا کو ختم کرنے کے سلسلے میں پہلا جو قدم اٹھایا گیا تھا وہ last tenure میں میاں محمد شہباز شریف صاحب کے دور میں ضلع ٹیکس کے ٹھیکیداروں کی بدمعاشی ختم کی گئی تھی اور اوکڑائے کو ختم کیا گیا تھا۔ اسی طرح سے پارکنگ کے جتنے بھی ٹھیکیدار ہیں وہ بدمعاشی سے زائد پارکنگ فیس وصول کرتے ہیں اور یہ جو ratio مقرر کی گئی ہے تو میرے بھائی نے بالکل ٹھیک کہا کہ ایک روپیہ تو کہیں بھی نہیں لیا جا رہا۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس مافیا کو ختم کرنے کے لئے حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! یہ ہمیں ان ٹھیکیداروں کے نام بتائیں، ہم ان کے خلاف سخت کارروائی کریں گے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میرا آخری ضمنی سوال یہ ہے کہ جس طرح پوری دنیا میں ابھی کمپیوٹرائزڈ پارکنگ کا نظام رائج ہو رہا ہے اور کیا بھی جا رہا ہے تو کیا لاہور کے اندر یا پنجاب کے اندر حکومت کا کوئی منصوبہ ہے کہ جس طرح پہلے بھی اعلان کیا گیا تھا کہ کمپیوٹرائزڈ پارکنگ کو متعارف کروایا جائے گا۔ جس طرح میرے فاضل دوست نے ابھی بات کی کہ وہاں پر زبردستی لوگوں سے پیسے فالتو

لئے جاتے ہیں تو کیا حکومت پنجاب کا کوئی ایسا منصوبہ ہے کہ کمپیوٹرائزڈ پارکنگ کو لاہور اور دوسرے شہروں میں متعارف کروایا جائے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! اس کے لئے یہ ہمیں الگ سوال دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم بہتر سے بہتر کرنے کے لئے حاضر ہیں۔

جناب سپیکر: وہ یہ پوچھ رہے ہیں کہ پنجاب میں پارکنگ کے لئے کمپیوٹرائزڈ نظام بنانا چاہتے ہیں یا کوئی ارادہ ہے یا نہیں یا کوئی ایسی بات زیر غور ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! زیر غور ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال محترمہ آمنہ الفت صاحبہ کا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: میرے سوال کا نمبر 307 ہے۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع لاہور کے ٹاؤنز میں ریگولر، کنٹریکٹ اور ڈیلی ویجز ملازمین کی تعداد و دیگر تفصیل

***307: محترمہ آمنہ الفت:** کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا ضلع لاہور میں موجود تمام ٹاؤنوں میں سالڈ ویسٹ مینجمنٹ کا عملہ تعینات ہے، تمام ٹاؤنوں میں سالڈ ویسٹ کے ریگولر / کنٹریکٹ اور ڈیلی ویجز ملازمین کی علیحدہ علیحدہ تعداد سے آگاہ کیا جائے؟

(ب) کیا ضلع لاہور میں تمام سینٹری ورکر اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہوتے ہیں؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ سینٹری ورکروں کے انچارج (داروغہ) ان سے پیسے لے کر ان کی حاضری لگادیتے ہیں اور وہ ڈیوٹی پر حاضر نہیں ہوتے؟

(د) اگر درج بالا کا جواب اثبات میں ہے تو غیر حاضر رہنے والے ملازمین اور رشوت لینے والے اہلکاران وافسران کے خلاف محکمہ کیا کارروائی کرتا ہے، اس کے متعلق ایوان کو آگاہ کیا جائے، اگر کارروائی نہیں کی جاتی تو اس کی وجوہات بتائی جائیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):

سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور سے موصولہ رپورٹ کے مطابق:-

(الف) سالڈ ویسٹ مینجمنٹ ڈیپارٹمنٹ ضلع لاہور میں کوئی ملازم کنٹریکٹ پر بھرتی نہ ہے۔ ڈیلی ویجز اور ریگولر ملازمین کی تعداد ٹاؤن وار کے مطابق درج ذیل ہے:-

راوی ٹاؤن میں ریگولر ملازمین کی تعداد 940 اور ورک چارج کی تعداد 566 ہے۔

گلبرگ ٹاؤن میں ریگولر ملازمین کی تعداد 552 اور ورک چارج کی تعداد 363 ہے۔

عزیز بھٹی ٹاؤن میں ریگولر ملازمین کی تعداد 391 اور ورک چارج کی تعداد 281 ہے۔

داتا ٹاؤن میں ریگولر ملازمین کی تعداد 1090 اور ورک چارج کی تعداد 549 ہے۔

واہگہ ٹاؤن میں ریگولر ملازمین کی تعداد 241 اور ورک چارج کی تعداد 199 ہے۔

نشتر ٹاؤن میں ریگولر ملازمین کی تعداد 270 اور ورک چارج کی تعداد 389

علامہ اقبال ٹاؤن میں ریگولر ملازمین کی تعداد 291 اور ورک چارج کی تعداد 462 ہے۔

شالامار ٹاؤن میں ریگولر ملازمین کی تعداد 646 اور ورک چارج کی تعداد 351 ہے۔

سمن آباد ٹاؤن میں ریگولر ملازمین کی تعداد 633 اور ورک چارج کی تعداد 512 ہے۔

(ب) تمام سینٹری ورکر اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہوتے ہیں تاہم غیر حاضر ملازمین کی باقاعدہ غیر حاضری لگائی جاتی ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے جو سینٹری ورکر حاضر ہوتے ہیں ان کی حاضری لگائی جاتی ہے اور جو حاضر نہیں ہوتے ان کی غیر حاضری لگائی جاتی ہے۔ تنخواہ ملازمین کے ذاتی بنک اکاؤنٹ میں جاتی ہے اس لئے پیسے لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(د) جواب اثبات میں نہیں ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے جز (ج) کا جواب یہ دیا ہے کہ "یہ درست نہ ہے کہ جو سینیٹری ورکر حاضر ہوتے ہیں ان کی حاضری لگائی جاتی ہے اور جو حاضر نہیں ہوتے ان کی غیر حاضری لگائی جاتی ہے۔ تنخواہ ملازمین کے ذاتی بنک اکاؤنٹس میں جاتی ہے اس لئے پیسے لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" میرا سوال یہ تھا کہ مجھے ایک تو یہ بتایا جائے، آپ کو بھی پتا ہے کہ ہر جگہ یہ شکایت ہے بلکہ پورے لاہور کی ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ پورے پاکستان کا مسئلہ ہے۔ عملہ بھی تعینات ہے، مشینری بھی provide کی جاتی ہے اور اس پر خرچہ بھی حکومت کا ہر لحاظ سے ہوتا ہے لیکن جو ملازمین خواہ وہ daily wages والے ہیں یا regular ہیں وہ داروغہ کو پیسے کھلا کر علاقے میں جا کر کوئی صفائی ستھرائی نہیں کرتے۔ میرا تو سوال یہ تھا لیکن اس کا جواب محکمے نے بالکل غلط دیا ہے۔ میرے ساتھ آپ بھی اور ہر کوئی اتفاق کرے گا۔ انہوں نے جواب یہ دیا ہے کہ daily wages والوں کی جب تک حاضری نہیں لگے گی تو کس طرح یہ calculation ہوگی کہ انہوں نے کتنے دن آ کر کام کیا ہے؟ میرا ڈھلوں صاحب سے سوال یہ ہے کہ ان کو کیا خواب آئے گا؟ حاضری لگے گی تو ان کی calculation ہوگی کہ انہوں نے مہینے میں اتنے دن کام کیا ہے اس کے بعد ہی انہیں پیسے دیئے جائیں گے۔ غلط حاضری لگائی جاتی ہے داروغہ اس سلسلے میں غلط حاضری لگاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں صفائی ستھرائی کا نظام ٹھیک نہیں ہے۔ یہ غلط جواب ہے اور اس غلط جواب کے حوالے سے ڈھلوں صاحب سے میرا سوال یہ ہے کہ ان کا اس حوالے سے کیا کہنا ہے، یہ خود ذرا بتائیں کہ کیا یہ بات صحیح ہے؟

جناب سپیکر: انہوں نے تو بتا دیا ہے۔ اگر آپ اس کو غلط کہتے ہیں تو ان کو کوئی particular case بتائیں اس پر وہ نوٹس لیں گے۔ جی، ڈھلوں صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! میں قابل احترام ممبر سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پچھلے کافی سالوں سے یہ گند پڑا ہوا تھا اب جو انشاء اللہ ہم تک evidence پہنچیں گی تو ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میرا ایک اور ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! گلبرگ ٹاؤن میں regular ملازمین کی تعداد 552 ہے اور work charge کی تعداد 363 ہے۔ مجھے kindly ڈھلوں صاحب یہ بتادیں کہ گلبرگ ٹاؤن میں کتنی یونین کونسل ہیں جن پر انہوں نے ان ملازمین کو divide کیا ہوا ہے، تاکہ پتا چلے کہ یونین کونسل میں کتنے ملازمین ہیں، daily wages والے کتنے ہیں اور regular کتنے ہیں؟

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! اس پر میں بھی بات کرنا چاہتی ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! پہلے ان کے سوال کا تو جواب آنے دیں۔

محترمہ ساجدہ میر: ہر ٹاؤن میں جو work charge ملازمین ہیں ان کی تنخواہ کا مسئلہ T.M.O صاحب جو ان کے یونین کونسل میں کرتا دھرتا ہیں وہ کرتے ہیں۔ ایک شالامار ٹاؤن کا مسئلہ ہے کہ وہاں پر انہوں نے کچھ غیر متعلقہ اشخاص کو یونین کونسل میں رکھا ہوا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! پہلے ان کے سوال کا جواب آنے دیں۔ ابھی آپ کو اجازت نہیں ملی ہے، آپ مہربانی فرمائیں، آپ ضمنی سوال ضرور کریں لیکن ابھی نہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! گلبرگ ٹاؤن میں regular ملازمین کی تعداد 552 اور work charge کی تعداد 363 ہے۔ ڈھلوں صاحب پھر سے سن لیں اور مجھے یہ بتائیں کہ اس گلبرگ ٹاؤن میں کتنی یونین کونسل ہیں اور انہوں نے ایک یونین کونسل کو کتنے ملازمین دیئے ہوئے ہیں؟

جناب سپیکر: ڈھلوں صاحب! ان کو بتادیں کہ کتنی یونین کونسل ہیں، اگر آپ کو پتا ہے یا نیا سوال لینا چاہتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):
جناب سپیکر! میں اپنے قابل احترام ممبر سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ مجھے اس سلسلہ میں مل لیں تو اس میں جو معاونت ہو گی وہ ضرور کریں گے۔ اگر اس سلسلہ میں ان کو مزید معلومات چاہئیں تو اس

کے لئے یہ ایک نیا سوال کریں ویسے وہاں ایک ہی ٹاؤن ہے جس میں 552 ملازمین ہیں اور 363ورک چارج ہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! ان ملازمین کو divide کیا ہوا ہے کیونکہ وہاں پر صفائی ستھرائی proper نہیں ہوتی۔ آپ کو بھی پتا ہے کہ صبح خاکروب نہیں آتے۔ حکومت کا خرچہ ہو رہا ہے۔ وہ خاکروب کو تنخواہ بھی دیتے ہیں، ان کو جھاڑو بھی دیتے ہیں اور ان کو ہر طرح کی مشینری بھی provide کی جاتی ہے۔ حکومت کا خرچہ ہو رہا ہے لیکن وہ لوگ کتنی تعداد میں ہیں جو کہ ہمیں تو کبھی نظر نہیں آئے۔ ہم تو اپنی اپنی سڑکوں کے باہر جا کر خود صفائی کرواتے ہیں۔ جس دن ہمارا ملازم صفائی نہیں کرتا اس دن ہماری سڑک گندی پڑی رہتی ہے۔ گندگی اسی لئے زیادہ ہے اور میرا سوال یہ ہے کہ ان چیزوں کو ہم نے کنٹرول کرنا ہے۔ سوال جواب کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ ہمیں ان خرابیوں پر قابو پانا ہے۔ اگر کوئی چیز knowledge میں نہیں ہے تو اس سوال جواب کے ذریعے ایک بہت بڑے مسئلے کا حل نکالا جا سکتا ہے۔ میرا وزیر موصوف سے کہنا یہ ہے کہ کس ratio کے مطابق انہوں نے یونین کونسل level پر ان ملازمین کو divide کیا ہوا ہے؟ داروغہ کے پاس ایک سسٹم ہے کہ یہ پیسا دیتے ہیں اور اپنی حاضری لگوا لیتے ہیں اور پھر کہیں اور جا کر کام کرتے ہیں۔ یہ رویوں کے خلاف اور نظام کی خرابی کے اوپر check and balance کے حوالے سے میں ایوان کے نوٹس میں لانا چاہتی ہوں۔ اس خرابی کو ختم کرنے کے لئے ڈھلوں صاحب کے پاس کیا منصوبہ ہے، یہ مسئلے ان کے زیر غور ہیں یا نہیں ہیں؟ جواب تو محکمے کا آ گیا ہے کہ ایسا کچھ نہیں ہوتا اور آپ کو بھی پتا ہے کہ یہ غلط جواب ہے۔

جناب سپیکر: جی، ضمنی سوال!

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! میرے ضمنی سوال کا جواب ان کی طرف سے نہیں آیا کہ کتنی یونین کونسل ہیں اور کس ratio کے حساب سے ملازمین کی division کی جاتی ہے؟

جناب سپیکر: جی ڈھلوں صاحب! ان کو بتائیں محترمہ کو satisfy کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! میں بتا رہا ہوں کہ یہ اس کے لئے نیا سوال دیں اور اگر ان کے پاس کوئی اس علاقے کے لئے بہتر تجاویز ہیں تو وہ بتا دیں۔

جناب سپیکر: محترمہ چاہتی ہیں کہ علاقے میں صفائی ستھرائی نہیں ہو رہی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ محترمہ کے پاس اگر اس علاقے کے لئے کوئی بہتر تجاویز ہیں اور وہ موجودہ تجاویز سے بہتر ہیں تو وہ ہمیں دیں ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عملدرآمد کروائیں گے۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ ان کے نوٹس میں لائیں کہ فلاں جگہ ایسے ہو رہا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! یہ میرے محلے میں ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ کے محلے میں خصوصی توجہ دی جائے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! ان کے محلے میں بھی ہو رہا ہو گا۔ کیا انہوں نے کبھی دیکھا ہے کسی خاکروب کو regular آتے ہوئے، انہیں صبح صبح کوڑا اٹھاتے ہوئے دیکھا ہے؟

جناب سپیکر: ڈھلوں صاحب! سب کی طرف خصوصی توجہ دیں اور ان کا خصوصی خیال رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ ان کے علاقے میں جو کمی بیشی ہو گی اس کو پورا کیا جائے گا اور جو انہوں نے گلبرگ کا سوال کیا ہے اس کی 15 یونین کونسلیں ہیں۔

جناب سپیکر: چلو، شاباش، محترمہ ساجدہ میر!

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں بات کرنا چاہتی ہوں کہ یہ یونین کونسل نمبر 31 سے شروع ہوتا ہے اور اس میں 32 نمبر یونین کونسل بھی آتی ہے، 96 بھی آتی ہے، 97 بھی آتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس میں 13 یونین کونسلیں ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ---

جناب سپیکر: محترمہ! آپ ضمنی سوال کریں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال داروغہ کے مسئلے پر ہے کہ وہ جو regular ملازم ہیں ان سے تو پیسے لے لیتا ہے اور جو work charge والے دن رات کام کرتے ہیں ان سے بہت زیادہ کام لیا جاتا ہے۔ جب T.M.O صاحب ان کو تنخواہیں ہی نہیں دیتے تو میں سمجھتی ہوں کہ اس سسٹم کی خرابی ہے، اس کی بہتری کے لئے حکومت کیا اقدام کر رہی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! اس کے لئے بہتر سے بہتر اقدامات ہوں گے۔ جن معاملات میں شکایتیں آئیں گی ان کو دور کیا جائے گا اور میری اپنے معزز ممبران سے گزارش ہے کہ وہ ہم تک شکایت ضرور پہنچائیں تاکہ اس کو ہم properly حل کر سکیں اور ان لوگوں کے خلاف ایکشن لیں جو اس قسم کی کارروائی میں شامل ہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں آخری سوال یہ کرنا چاہتی ہوں کہ جو داروغہ کے پاس حاضری لگائی جاتی ہے اس سسٹم میں بھی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے کیا قانون ہے جس کے تحت حاضری لگائی جاتی ہے؟ اس میں اتنے flaws ہیں کہ غلط حاضریاں لگا کر وہ لوگ پیسے کھاتے ہیں۔ ڈھلوں صاحب ہر سوال کے جواب میں دعائیں اور نیک تمنائیں فراہم کر رہے ہیں، وہ جواب نہیں دے رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی نہیں، میری بات سنیں۔ آپ نے یہ بات کر دی ہے لیکن آپ کوئی particular cases بتائیں کہ یہ آدمی ہیں جن کے اتنے پیسے انہوں نے نکلوائے ہیں تو اس کے خلاف وہ کارروائی کریں گے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جی، درست ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں ایک وضاحت کرنی چاہتا ہوں اور میں پوچھنا چاہتا ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ!اس پر اب مزید ضمنی سوال نہ کریں۔ بڑی مہربانی، زیادہ سے زیادہ دو ہو سکتے ہیں، تین ہو سکتے ہیں، اس سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہاں پر work charge ملازمین regular ملازمین سے زیادہ رکھے گئے ہیں، کیا گورنمنٹ کی یہ پالیسی ہے کہ work charge ملازمین کو زیادہ رکھا جائے ؟ اگر ایسا ہے تو اسی نام پر سب سے زیادہ کرپشن بلدیاتی اداروں میں ہوئی ہے، نشتر ٹاؤن اور علامہ اقبال ٹاؤن میں آپ دیکھیں کہ نشتر ٹاؤن میں ریگولر ملازمین کی تعداد 270 ہے، اس کے مقابلے میں 389 work charge رکھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح سے علامہ اقبال ٹاؤن میں ریگولر ملازمین کی تعداد 291 ہے اور 462 ورک چارج رکھے ہوئے ہیں تو میں حکومتی پالیسی کے سلسلے میں توجہ مبذول کرانی چاہتا ہوں کہ اس کی کوئی ratio مقرر کریں کہ ریگولر ملازمین کے مقابلے میں ورک چارج اتنے رکھے جائیں گے تاکہ اس معاملے کو دھاندلی سے یا جو محکمے میں کرپشن ہے اس کو ختم کرایا جا سکے۔

جناب سپیکر: جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے معزز رکن نے بہت اچھا سوال کیا ہے، اس میں ban لگنے کی وجہ سے ہم ملازمین پورے نہیں کر سکے، انشاء اللہ تعالیٰ اس پر فوری عملدرآمد ہو گا۔

جناب سپیکر: چلیں! ٹھیک ہے۔ اگلا سوال جناب وسیم قادر صاحب کا ہے۔

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! On his behalf Q.No.372 جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے جناب وسیم قادر کے ایماء پر طبع شدہ سوال نمبر 372 دریافت کیا)

لاری اڈہ بادامی لاہور میں ٹریفک کے مسئلہ

*372: جناب وسیم قادر: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاری اڈا بادامی باغ میں اکثر ٹریفک جام رہتی ہے؟
(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ لاہور شہر کی مشہور سیر گاہ مینار پاکستان کے پارکوں کو ختم کر کے بس سٹینڈ بنائے جا رہے ہیں، تفصیل فراہم کی جائے؟
(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ بس سٹینڈ سٹی گورنمنٹ نے بنوائے ہیں؟
(د) کیا موجودہ حکومت ان بس سٹینڈز کو شہر سے باہر لے جانے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب، اگر نہیں تو اس کی وجہ بیان فرمائی جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):
(الف) یہ درست نہ ہے کہ لاری اڈا بادامی باغ میں اکثر ٹریفک بند رہتی ہے۔ جنرل بس سٹینڈ بادامی باغ کی حدود میں بہترین ایڈمنسٹریشن کی وجہ سے ٹریفک 24 گھنٹے رواں دواں رہتی ہے۔
(ب) درست نہ ہے پی ایچ اے کے زیر غور ایسا کوئی منصوبہ نہ ہے۔
(ج) سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کے زیر انتظام سال 2005 میں سٹی بس ٹرمینل سکندریہ کالونی کے نام سے ایک نیا بس سٹینڈ تعمیر کیا گیا ہے جہاں سے ملک کے مختلف شہروں کے لئے بسیں روانہ ہو رہی ہیں جن میں مسافروں کے لئے جدید ترین سہولیات مہیا کی گئی ہیں۔
(د) سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور ٹھوکر نیاز بیگ پر ایک نیا بس ٹرمینل بنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ یہ معاملہ under process ہے۔

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! میں اس کے اوپر ضمنی سوال کروں گی کہ سوال کے جز (الف) میں تھا کہ لاری اڈا، بادامی باغ میں اکثر ٹریفک جام رہتی ہے تو اس کا ڈیپارٹمنٹ نے جواب دیا ہے کہ "یہ درست نہ ہے کہ لاری اڈا، بادامی باغ میں اکثر ٹریفک بند رہتی ہے، جنرل بس سٹینڈ، بادامی باغ میں بہترین ایڈمنسٹریشن کی وجہ سے ٹریفک چوبیس گھنٹے رواں دواں رہتی ہے۔" میری یہاں یہ گزارش ہے کہ لاہور میں کم از کم رہنے والے اور یہاں لاہور سے باہر جانے والے لوگ اس

بات سے بڑی اچھی طرح آگاہ ہیں کہ یہاں چوبیس گھنٹے ٹریفک رواں دواں نہیں رہتی۔ یہ ground reality ہے، یہ ڈیپارٹمنٹ نے سراسر غلط جواب دیا ہے۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

محترمہ راحیلہ خادم حسین: میرا ضمنی سوال یہی ہے کہ یہ بتایا جائے کہ کہاں چوبیس گھنٹے ٹریفک رواں دواں رہتی ہے؟

جناب سپیکر: جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس روڈ پر ٹریفک کے معاملات پہلے سے بہت بہتر ہیں لیکن اگر کبھی کبھی ایسا کوئی معاملہ ہوتا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی کوشش کریں گے کہ آئندہ نہ ہو۔

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! یہ روزانہ کا معاملہ ہے، یہ کبھی کبھی کی بات نہیں ہے۔ بادامی باغ، لاری اڈا میں چوبیس گھنٹے ٹریفک کے معاملات بڑے خراب رہتے ہیں، آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ کبھی کبھی یہ معاملات ہوتے ہیں؟ ٹریفک کا روزانہ کا شیڈول چلنے کا ہوتا ہے، پھر کیسے کبھی کبھی خراب ہوتا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب والا! آبادی میں بہت زیادہ اضافہ ہو چکا ہے لہذا اس لحاظ سے کوشش یہ کی جا رہی ہے کہ سڑک بڑی ہو اور بہتر حالات ہوں، اب انشاء اللہ تعالیٰ میاں محمد شہباز شریف صاحب اچھی policies لے کر آ رہے ہیں تو اس روڈ پر بھی انشاء اللہ تعالیٰ بہتر حالات ہو جائیں گے۔ اس کو ٹھیک کیا جائے گا اور اس پر پیشرفت ہو گی۔

جناب سپیکر: چلیں! ٹھیک ہے۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، آپ بھی فرمالیں!

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! شکریہ۔ یہ سوال وسیم قادر صاحب نے کیا تھا کہ جز(د) بس سٹینڈ شہر سے باہر نکالنے کی کوئی سکیم زیر غور ہے تو اس میں صرف ایک نیاز بیگ ٹھوکر کے نئے بس ٹرمینل کا ذکر ہوا ہے اور اس میں بھی مدت نہیں بتائی گئی کہ وہ کب تک مکمل ہوگا؟ دوسرا جو فیصل آباد، سرگودھا اور راولپنڈی کو جانے والی بسیں ہیں اس طرف جانے والے مسافروں کے لئے کیا شاہدرہ کی طرف کوئی نیا بس ٹرمینل بنانے کا پروگرام ہے، اگر ہے تو وہ کب تک مکمل ہو جائے گا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):
اس پر موجودہ صورتحال بمطابق رپورٹ ڈسٹرکٹ آفیسر پسنجرز اینڈ ٹریڈ ٹرانزٹ ٹرمینل، لاہور ضلعی حکومت، موضع ٹھوکر نیاز بیگ میں نیا بس ٹرمینل بنانے کے منصوبہ پر۔۔۔

جناب سپیکر: وہ تو انہوں نے پڑھ لیا ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ وہ ہم نے پڑھ لیا ہے۔ وہ پوچھ رہے ہیں کہ فیصل آباد، سرگودھا، جو لاہور کے دائیں جانب ہیں ان کے لئے کیا کر رہے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):
جی، ان کی بات ٹھیک ہے۔ اس پر منصوبہ بندی ہو رہی ہے اور انشاء اللہ بہت جلد عملدرآمد ہوگا۔

جناب سپیکر: چلیں، جی، محترمہ!

محترمہ سکینہ شاہین خان: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جیسے یہاں پر یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ٹھوکر نیاز بیگ پر ایک نیا بس ٹرمینل بنانے کا گورنمنٹ ارادہ رکھتی ہے تو مجھے یہ بتائیں کہ کیا ایک بس ٹرمینل سے پورے لاہور کی ضرورت پوری ہو جائے گی؟ اگر نہیں تو کیا گورنمنٹ مزید بس ٹرمینل بنانے کا ارادہ رکھتی ہے اور کب؟

جناب سپیکر: جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):
جناب والا! میں اس کا جواب دے چکا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ اور بہتر طور پر کام کیا جائے گا۔ (قطع کلامی)

دیکھیں جی! یہ تو میرا فرض ہے۔اس کے لئے انشاء اللہ معاملات بہتر ہوں گے۔ان کے لئے آگے کوئی بہتر قوانین بھی آئیں گے اور اس کو آگے لے کر جائیں گے۔

محترمہ سکینہ شاہین خان: ہر سوال کا جواب انشاء اللہ، ماشاء اللہ۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے کہ ڈائیوو کا اڈا شہر کے درمیان ہے تو کیا حکومت کا کوئی ایسا ارادہ ہے کہ ڈائیوو کے اڈے کا شہر سے باہر کوئی ٹرمینل بنایا جائے کیونکہ صرف specific ایک ہی اڈا ہے جو ڈائیوو کا ہے باقی شہر کے اندر کوئی بھی اڈا نہیں ہے اور اس پر یہ بھی بتایا جائے کہ یہ شہر کے اندر کیوں موجود ہے اور باقیوں کو کیوں شہر سے باہر نکالا گیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چوہدری عبدالرزاق ڈھلوں): اس پر بھی یہ میرے محترم بھائی سوال نیا دیں، اس پر انشاء اللہ جواب آئے گا۔

جناب سپیکر: جی، جس کیس کے بارے میں انہوں نے ذکر کیا ہے آپ کے علم میں کوئی ایسی بات ہے تو وہ بتا دیں اگر نہیں تو اس پر کوئی غور کیجئے گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چوہدری عبدالرزاق ڈھلوں): جی، ضرور غور کریں گے۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری کہہ رہے ہیں کہ ہر چیز زیر غور ہے اور [******] اس کا کوئی حل نکالیں، پارلیمانی سیکرٹری کا ہر جواب ہے کہ زیر غور اور [******] یہ بڑی سنجیدہ باتیں ہو رہی ہیں، اس میں حکومت کو بڑی سنجیدگی سے اس کا نوٹس لینا چاہئے تاکہ ہاؤس میں صحیح جواب آ سکیں۔۔۔

جناب سپیکر: یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نہیں سمجھ سکا۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: [**********]

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ منسٹر صاحب یہیں ہوں گے۔ ایسی بات نہیں ہے۔ یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جائیں۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔

جناب طاہر اقبال چودھری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

جناب طاہر اقبال چودھری: جناب سپیکر! یہ آپ نے پوچھا ہے۔[***********]اصل بات یہ ہے کہ ڈھلوں صاحب پارلیمانی سیکرٹری ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک اچھے انداز میں جواب دے رہے ہیں، ہم ان کے لئے کوئی مسئلہ پیدا نہیں کرنا چاہ رہے، اصل معاملہ یہ ہے کہ خادم اعلیٰ پنجاب نے دوست محمد کھوسہ صاحب کی سینیٹرز کے ووٹ پورے کرنے کے لئے ڈیوٹی لگائی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: اس معاملے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

جناب طاہر اقبال چودھری: میں کہتا ہوں کہ ان کی ڈیوٹی لگی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ آپ ایسی بات چھوڑیں۔ (قطع کلامیاں)

رانا محمد ارشد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: یہ وقفہ سوالات ہے۔ پلیز، آپ تشریف رکھیں۔

رانا محمد ارشد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ آپ کی بڑی مہربانی۔ آپ تشریف رکھیں، رہنے دیں۔ اس بات کو چھوڑ دیں۔

راؤ کاشف رحیم خان: جناب سپیکر! فاضل ممبر نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ غیر پارلیمانی ہیں۔

جناب سپیکر: میں نے وہ حذف کرا دیئے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ No comments on this issue please. آپ اب اس بات کو چھوڑیں۔ جی، اگلا سوال جناب وسیم قادر صاحب کا ہے۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر!On his behalf Q.No.375(معزز رکن نے جناب وسیم قادر کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا)

جناب سپیکر: نہیں، یہ تو وسیم قادر صاحب ہیں، آپ اپنا نام بھی بول دیں۔

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! میں نےon his behalf کہا ہے۔ Q.No.375 جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور یونین کونسل 37اور38 میں مختص فنڈز کی تفصیلات

*375: جناب وسیم قادر: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) لاہور، پی پی۔144 میں یو سی۔37اور38 کو کتنا فنڈ دیا گیا نیز ناظم اور نائب ناظم کو کتنا فنڈ دیا گیا، علیحدہ علیحدہ تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ یو سی۔37 کو یو سی38 کے مقابلے میں بہت کم فنڈ ملا اور جو ملا وہ بھی حکومتی نائب ناظم نے ہڑپ کر لیا؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ یو سی۔37 کو فنڈ نہ ملنے کی وجہ سے ترقیاتی کام نہ ہو سکے وضاحت بیان فرمائیں؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ارادہ رکھتی ہے کہ یو سی37 کے مسائل حل کئے جائیں، اگر رکھتی ہے تو کب، اگر نہیں تو وجہ بیان فرمائیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):

(الف) یونین کونسل نمبر37اور38 کو مالی سال 06-2005اور 07-2006 کو جو فنڈ دیئے گئے ان کی تفصیل تتمہ (الف)اور تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ جبکہ موجودہ سال 08-2007 کے ترقیاتی منصوبہ جات کی انتظامی منظوری ٹاؤن کونسل نے اپنے

اجلاس مورخہ 2007-10-25 میں دی اور ٹینڈر کال کرنے کی کارروائی شروع ہی کی تھی کہ حکومت نے جنرل الیکشن کی وجہ سے نئے منصوبہ جات پر پابندی لگادی جو ابھی تک برقرار ہے۔

(ب) جواب جز(الف) کے مطابق ہے۔

(ج) جواب جز(الف) کے مطابق ہے۔

(د) جواب جز(الف) کے مطابق ہے۔

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! اس کے اوپر میرا کوئی ضمنی سوال نہیں ہے۔

جناب سپیکر: very good جی، اگلا سوال راجہ حنیف عباسی (ایڈووکیٹ) صاحب!۔۔۔ تشریف فرما نہیں ہیں۔ یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اس سے اگلا سوال بھی راجہ حنیف عباسی (ایڈووکیٹ) صاحب کا ہے۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتے لہذا یہ سوال بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ) صاحب کا ہے۔ نمبر بولئے گا۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! سوال نمبر 524 ہے۔ اس کو پڑھا ہوا تصور نہ کیا جائے۔ اسے پارلیمانی سیکرٹری صاحب پڑھ دیں۔

جناب سپیکر: چلیں! جی۔ آپ نے جواب پڑھنا ہے، سوال نہیں پڑھنا۔

تحصیل کونسل پاکپتن میں ترقیاتی سکیموں کی صورتحال ودیگر تفصیلات

*524: چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): کیا وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) تحصیل کونسل پاکپتن نے 2001 سے 31-مئی 2008 تک کون کون C.C.Bs بنائے ہیں ان کے نام وپتاجات اور کتنی کتنی رقم ادا کی گئی ہے؟

(ب) تحصیل کونسل کی ایک سی سی بی نے کتنے waiting sheds بنائے ہیں اور ان شیڈز کی Specifications کیا ہیں اور کہاں کہاں واقع ہیں؟

(ج) سی سی بی کا کتنا پیسا31۔ مئی 2008 کو ضلع حکومت پاکپتن کے پاس پڑا ہے سی سی بی کے کتنے اور کون کون سے بورڈز ضلع حکومت پاکپتن نے یکم جولائی 2001 سے 31۔ مئی 2008 تک بنائے یا منظور کئے ہیں اور ان کے لئے فنڈز ریلیز کئے گئے ہیں ان کی تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

(د) محکمہ لوکل گورنمنٹ نے کون سا ایسا نظام وضع کیا ہے، جس میں قومی پیسا کا ضیاع تحصیل کونسل و ضلعی حکومت میں روکا جا سکتا ہے؟

(ہ) ضلعی حکومت پاکپتن کا ترقیاتی بجٹ سال 08-2007 کا کتنا تھا اس میں کون کون سی ترقیاتی سکیمیں شامل ہیں ان کی مالیت کتنی کتنی تھی اور سال 08-2007 میں کتنے منصوبے منظور کر کے شروع کرائے گئے، کب ٹینڈرز ہوئے ان کی موجودہ صورتحال کیا ہے؟

(و) کیا یہ درست ہے کہ ضلعی حکومت پاکپتن نے اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے اپنے پاس موجودہ ترقیاتی بجٹ سے کہیں زیادہ مالیت کے منصوبے شروع کروا دیئے جبکہ ان کے پاس اتنے فنڈز ہی نہ تھے اور اس طرح قومی پیسے کے ضیاع کا سبب بنے ہیں ان کے احتساب کے لئے کیا کیا گیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):

(الف) ضلعی حکومت تحصیل ایڈمنسٹریشن پاکپتن سے موصولہ رپورٹ کے مطابق:

تحصیل کونسل پاکپتن شریف میں 2001 سے 31۔ مئی 2008 تک سی سی بی ایس کے 32 منصوبہ جات پر کام ہوا جن پر 5,70,42,106 روپے خرچ کئے گئے۔ تخمینہ لاگت 5,46,47,120 روپے تھا، تفصیل لف ہے جو کہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تحصیل کونسل پاکپتن شریف نے 2001 سے 31۔ مئی 2008 تک مسافروں کی سہولت کے پیش نظر مختلف سڑکات پر 93 ویٹنگ شیڈز بنانے کی منظوری دی، جن کی تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ ویٹنگ شیڈز کی درج ذیل

specification کے مطابق چیف انجینئر، محکمہ لوکل گورنمنٹ سے باقاعدہ پیشگی منظور کروائے گئے۔

1. Steel Squere piler SWG6″ (16 x 16″)
2. Roof fiber Glass PlY2
3. Steel Frame
4. Fool Tuff Pavers
5. Bench Brick Work & Marble

(ج) ضلعی حکومت پاکپتن کے پاس مورخہ 31-05-2008 تک مبلغ 280.777 ملین روپے C.C.Bs کی مد میں موجود ہیں۔یکم جولائی 2001 سے اب تک 276 بورڈز رجسٹر ہوئے ہیں اور جن میں سے 18 C.C.Bs کے لئے فنڈز ریلیز کئے جن کی تفصیل تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) وزیراعلیٰ پنجاب کی ہدایت پر C.C.Bs کی ترقیاتی سرگرمیوں کو monitor کرنے اور ان کو streamline بنانے کے لئے کمیٹیاں بنائی جارہی ہیں۔

(ہ) ضلعی حکومت کے ترمیمی بجٹ برائے سال 08-2007 میں مبلغ 600.597 ملین روپے مختص کئے گئے تھے۔ سکیموں کی تفصیل مع مالیت منظور شدہ منصوبہ جات اوران کی کیفیت تتمہ (د) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(و) یہ درست ہے کہ ضلعی حکومت نے 568 سکیموں کے لئے مالی سال 2007-08 میں مبلغ 590.612 ملین روپے مالیت کے منصوبہ جات کی منظوری دی جن میں سے 378 سکیمیں ایسی تھیں جوکہ نئی سکیموں پر پابندی کی وجہ سے شروع نہ ہو سکیں۔اس طرح تقریباً 190 سکیموں پر ترقیاتی کام جاری ہے، جن کے لئے 2008-09 کے ترقیاتی بجٹ میں 100 فیصد فنڈز مہیا کر دیئے گئے ہیں۔اس طرح سرکاری خزانے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے۔

جناب سپیکر: جی۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!۔۔۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، ضمنی سوال ان کا آئے گا جنہوں نے سوال کیا ہے۔آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! اتنے زیادہ سوال ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں، کیا ہم ان کا بوجھ اٹھا سکتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں آپ کے حوالے سے توجہ مبذول کروانا چاہوں گا کہ یہاں پر جو سب سے پہلا فقرہ لکھا ہوا ہے۔ ضلعی حکومت/تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن خانیوال سے موصولہ رپورٹ کے مطابق تو میں نے پاکپتن کے متعلق پوچھا ہے اور میرا تعلق بھی پاکپتن سے ہے اور میں پاکپتن کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں اور سب سے پہلا جواب تو یہی غلط ہے یا شاید یہ clerical mistake ہوگی لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے C.C.Bs کے بارے میں جتنی رقم لکھی ہے کیا انہوں نے اس سلسلے میں کوئی آڈٹ کرایا ہے کہ کیا واقعی C.C.Bs سے کام صحیح ہوا ہے؟ میرے خیال میں جتنا گھپلا C.C.Bs میں ان بلدیاتی اداروں نے 2001 سے لے کر اب تک کیا ہے اس کا کوئی آڈٹ اور کوئی اسی قسم کا ان کے اوپر چیک اینڈ بیلنس نہ ہونے کی وجہ سے وہاں پر سب سے بڑا گھپلا ہوا ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا معیاری کام ہوا ہے اور کیا یہ گورنمنٹ اس سے مطمئن ہے؟ اتنے کروڑوں روپے خرچ کر دیئے اور C.C.Bs کا پیسا لوگوں کی جیبوں میں چلا گیا۔

جناب سپیکر: جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جی، ان کا سوال بالکل ٹھیک ہے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ ان کا آڈٹ کروائیں گے اور اس میں واقعی گھپلے ہیں اور ان کا آڈٹ ہو گا اور ضرور ہو گا۔

جناب سپیکر: جی، ایک بات یہ تو بتائیں کہ جو وہ پوچھ رہے ہیں اور انہوں نے ویسے ہی لکھا ہے کہ تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن خانیوال سے موصولہ رپورٹ کے مطابق what does it mean? یہ کیسی بھول ہو گئی ہے یا میرے خیال میں clerical mistakes ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چوہدری عبدالرزاق ڈھلوں): جی، clerical mistakes ہے۔

جناب سپیکر: چلیں! اس کو ignore کیا جائے۔

چوہدری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرا سوال یہ ہے کہ باقی جو جز (ب) میں ہے کہ تحصیل کونسل پاکپتن میں مسافروں کی سہولت کے لئے waiting shads بنائے گئے ہیں ان کی specifications کے بارے میں انہوں نے کہہ دیا ہے کہ چیف انجینئر محکمہ لوکل گورنمنٹ سے approve کرالئے ہیں۔ وہ جو specifications approve کر لی گئی ہیں، وہ گورنمنٹ کے منظور شدہ ریٹ سے بہت زیادہ ہیں اور یہ کہ وہاں چیف انجینئر کو پیسا دے کر کوئی چیز اگر منظور کرالی جاتی ہے اور اس کے نام پر پھر پیسا کھایا جاتا ہے تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا waiting shads کی وہ specifications ہیں جو approve ہوئی ہیں؟

جناب سپیکر: جی، اس کے بارے میں کوئی information---

چوہدری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں ان کو جا کر دکھا سکتا ہوں لیکن انہوں نے جواب دینے سے پہلے اس ہاؤس کو ان کی specifications چیک کروائی ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چوہدری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! یہ اس پر کرپشن کی allegations لگائی جا رہی ہیں اور اس میں اگر کوئی کرپشن ہو رہی ہے تو یہ اس کے متعلق ہمیں کوئی information دیں تو ہم اس پر انکوائری کروائیں گے۔

چوہدری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! information کیا دیں؟ ان سے میں نے صرف یہ پوچھا ہے کہ کیا وہ specifications جو چیف انجینئر صاحب نے approve کی ہیں؟ وہ

موقع پر موجود ہیں، اگر نہیں ہیں تو گورنمنٹ اور محکمہ کیوں action نہیں لیتا، اگر ہیں تو مجھے بتادیں کہ موقع پر موجود ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): اس سلسلے میں سپیشل آڈٹ رپورٹ کی روشنی میں ایکشن لیا جائے گا۔ اس کے علاوہ کوئی fresh question کریں۔

جناب سپیکر: جی۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اس میں، میں کیا fresh question سوال کروں گا۔ میرا سوال تو اتنا ہے کہ کیا وہ specifications جو خود فرما رہے ہیں کہ چیف انجینئر صاحب نے approve کی ہیں، کیا وہ موقع پر موجود ہیں؟

جناب سپیکر: جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): اس کے لئے میں اپنے عزیز دوست سے گزارش کروں گا کہ وہ ایک نیا سوال دیں اور اس کا تفصیل سے جواب دیا جائے گا۔ اس کو physically check کروا لیتے ہیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اس کے باقی جزو میں بھی اسی طرح کی ambiguity ہے۔

جناب سپیکر: جو آپ ان کے نوٹس میں بات لا رہے ہیں۔۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! ان کی بات بالکل درست ہے کہ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ وہاں پر ایسی کرپشن ہو رہی ہے یا۔۔۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں کرپشن کی بات بالکل نہیں کر رہا۔ میں تو آپ سے یہ جواب چاہ رہا ہوں کہ گورنمنٹ اس ہاؤس کو بتائے کہ جو سوال کیا گیا ہے، جن کے بارے میں

آپ بتا رہے ہیں کہ چیف انجینئر صاحب نے یہ specifications approve کی ہیں کیا وہ موقع پر موجود ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جی، وہ چیک کروا لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: اگر وہ جواب غلط ہوا تو پھر محکمہ کے متعلق آپ کیا کریں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! ان کے خلاف قانونی کارروائی ہو گی۔

جناب سپیکر: یہ ہمیں آپ کب بتائیں گے اور آپ کو اس سوال کا جواب لینا ہو گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جی، ٹھیک ہے۔ اس کو pending کر دیا جائے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب اس کی assurance دے دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! نہیں، نہیں۔ جواب میں دے رہا ہوں اور assurance لاء منسٹر صاحب کیوں دیں؟

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! جز (د) کے بارے میں گزارش کرنا چاہوں گا کہ یہ میرا سوال نمبر 2 ہے جو جون 2008 کو جمع ہوا تھا اور اس کا جواب 8۔اگست 2008 کو وصول ہوا اور آج 17۔فروری 2009 کو یہ ایوان میں پیش ہو رہا ہے تو اس کے جواب کے جز (د) میں بتا رہے ہیں کہ کمیٹیاں تشکیل دی جا رہی ہیں۔ یہ 8۔اگست 2008 کی رپورٹ کو آج پیش کر رہے ہیں تو میری یہ گزارش ہے کہ یہ stream line کرنے کے لئے اور C.C.Bs کو مانیٹر کرنے کے لئے یہ کمیٹیاں اب تک form کیوں نہیں ہوئیں؟

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! میں نے گزارش کی تھی کہ گورنمنٹ کے پاس ہر مسئلے کا حل رانا ثناء اللہ ہے تو اس لئے میں چاہوں گا کہ ایوان کے اندر۔۔۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! نہیں۔ یہ بات کو کسی اور طرف لے جانا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں وہ ان کی بات کا جواب خود بخود دے رہے ہیں۔ جی، آپ نے جز (د) کا جواب کیا دیا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! جز (د) کا جواب یہ دیا ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے کمیٹیاں مکمل کر لی ہیں۔

جناب سپیکر: جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! کمیٹیاں بنادی گئی ہیں۔

جناب سپیکر: بنادی گئی ہیں یا بنا رہے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! بنادی گئی ہیں یعنی اس کا procedure مکمل ہو گیا ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اس میں جواب دیا گیا ہے کہ بنائی جائیں گی، بنا رہے ہیں اور یہ فرما رہے ہیں کہ بنادی گئی ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! یہ جواب پرانا ہے اور میں موجودہ پوزیشن بتا رہا ہوں۔

جناب سپیکر: اب بنادی گئی ہیں۔ جی۔

جناب طاہر اقبال چودھری: جناب سپیکر! جو جز (د) کا جواب دیا گیا ہے میرا سوال بھی اسی سے متعلق ہے اور اس میں دال میں کچھ کالا ہے۔ اور میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ۔۔۔

جناب سپیکر: ابھی اور کوئی کہہ دے گا کہ کالا کس نے کیا؟ پھر آپ نئے سرے سے کام شروع کر دیں گے۔

جناب طاہر اقبال چودھری: جناب سپیکر! اس پر میں کہہ رہا ہوں کہ اس کے جواب میں لکھا ہوا ہے کہ "وزیر اعلیٰ پنجاب" تو رانا صاحب یہی بتادیں کہ چونکہ وہ تو خادم اعلیٰ ہوئے تھے اور اس کے بعد خادم ہوئے ہیں اب وہ کیا ہیں تاکہ جواب کے لئے محکمہ کو پتا ہو کہ وزیر اعلیٰ لکھنا ہے یا خادم اعلیٰ لکھنا ہے یا خادم لکھنا ہے یا دم کا دم لکھنا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، میں جواب دے دیتا ہوں پھر آپ کام لمبا کر دیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جواب نہ دیں۔ میں ان کی خدمت میں عرض کر دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: چلیں! ٹھیک ہے۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! لاء کے مطابق وہ وزیر اعلیٰ پنجاب ہی ہیں۔یہ ان کا ظرف ہے کہ وہ خود کو وزیر اعلیٰ نہیں بلکہ اس قوم اور صوبے کا خادم سمجھتے ہیں۔باقی جو انہوں نے فرمایا ہے کہ دال میں کالا ہے تو یہ شکر کریں کیونکہ اس سے پہلے تو انہوں نے پوری دال ہی کالی کی ہوئی تھی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

MRS. AYESHA JAVED: Sir! Supplementary question regarding

جناب سپیکر: جی، فرمائیے!

MRS. AYESHA JAVED: Hon'able Speaker!

جناب سپیکر: No، میں نے آپ کو انگریزی میں بات کرنے کی اجازت نہیں دی۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! میں نے آپ کو hon'able Speaker کہا ہے۔میں نے آپ کو کیا کہہ دیا ہے؟

جناب سپیکر: جی۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! آپ ہمارے لئے hon'able Speaker ہیں۔

جناب سپیکر: جی، میں سپیکر ہوں اور آپ نے ہی بنایا ہے۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! آپ ہمارے لئے hon'able Speaker ہیں-

جناب سپیکر: آپ ضمنی سوال کریں- آپ کون سا سوال کر رہی ہیں؟

محترمہ عائشہ جاوید: میں جز(د) پر سوال کر رہی ہوں-

جناب سپیکر: پھر (د) پر کیا کر رہی ہیں؟

آوازیں: دال کو تڑکا لگا رہی ہیں۔ (قہقہے)

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ عائشہ جاوید: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں جز(د) کے بارے میں سوال کرنا چاہتی ہوں کہ آپ نے C.C.Bs کی monitoring کے لئے جو ٹیمیں بنائی ہیں My question is whether this team is for the whole of the Punjab?

جناب سپیکر: آپ پھر انگریزی میں شروع ہو گئیں-

محترمہ عائشہ جاوید: اس کے ممبر کون کون ہیں، کیا یہ ممبر پورے پنجاب سے لئے گئے ہیں اور اس کی تشکیل کون کرتا ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب! اس کی تشکیل بتائیں-

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! اس کے لئے fresh question بنتا ہے- یہ اپنا سوال کریں تو ان کو تفصیل سے جواب دیا جائے گا-

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! یہ کیسے fresh question بنتا ہے؟

جناب سپیکر: کیا آپ انہیں شاباش نہیں دیتے کہ وہ آج پہلے دن آئے ہیں اور بڑے اچھے طریقے سے deal کر رہے ہیں؟

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! یہ سوال کیا گیا تھا کہ کیا یہ کمیٹی پورے پنجاب کے لئے ہے، اس کمیٹی کے ممبر کون کون ہوں گے اور اسے کون تشکیل کرے گا؟ یہ اسی سوال کے اندر ہے اور simple سا ضمنی سوال ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):
جناب والا! یہ fresh question بنتا ہے۔ یہ ضرور سوال کریں اور ہم جواب دیں گے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! آپ بڑے اچھے طریقے سے ہاؤس کو لے کر چل رہے ہیں لیکن یہ detrack کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب والا! ان بہن بھائیوں سے میری گزارش ہے کہ آپ انتہائی شاندار طریقے سے ہاؤس کو لے کر چل رہے ہیں۔ جس پر ہم آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں۔ میں لے کر نہیں چل رہا بلکہ آپ سارے لے کر چل رہے ہیں۔ یہ تو آپ کی مہربانی ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): لہذا یہ detrack نہ کریں اور اس ہاؤس کو چلنے دیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب بتا دیں کہ ان کی تشکیل کون کرتا ہے اور ممبر کون کون سے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):
جناب سپیکر! یہ fresh question بنتا ہے۔ یہ صرف دال کو تڑکا لگانے کی کوشش کر رہے ہیں یہ اپنا نیا سوال دیں تو ہم اس کا جواب دے دیں گے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ کی ہدایت پر ترقیاتی سکیموں کو monitor کرنے اور ان کی streamline بنانے کے لئے کمیٹیاں بنائی جا رہی ہیں۔ ہم پوچھ رہے ہیں کہ کیسے بنائی جائیں گی،

کیا پورے پنجاب میں بنائی جائیں گی اور ان کے ممبر کون ہوں گے ؟ اگر یہ نہیں بتا سکتے تو پھر بُر کریسی سے پوچھ لیں۔بیوروکریسی نہیں بلکہ بُر کریسی سے پوچھ لیں کہ انہوں نے جواب میں غلط کیوں لکھا ہے ؟

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اب آگے چلیں۔

جناب سپیکر: اب میں آگے کیسے چلوں ؟

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! وہ اس کے بارے میں بتا چکے ہیں لہذا اب آپ اسے چھوڑیں اور آگے چلیں۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے کہا ہے کہ کمیٹیاں بن چکی ہیں تو کم از کم انہیں اتنا پتا ہونا چاہئے کہ ان میں کون کون ممبر ہیں، یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ ان کے پاس اس بارے میں معلومات نہ ہوں۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب! آپ بتائیں کہ کمیٹیاں کون بنا رہے ہیں ؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ ہر مسئلے کا حل رانا ثناء اللہ ہیں اس کے سوا حکومت کے پاس اور کوئی حل نہیں ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔وہ بتا رہے ہیں

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): میں جواب نہیں دے رہا۔بلکہ ان کے ضمنی سوال کا جواب پارلیمانی سیکرٹری محترم ڈھلوں صاحب ہی دیں گے۔میں تو صرف آپ کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ ضمنی سوال for information کیا جاتا ہے لیکن C.C.B کے متعلق انہیں خود پتا ہے کہ ہر سکیم کے لئے کمیٹی بنتی ہے اس میں سے کچھ حصہ کمیونٹی نے دینا ہوتا ہے باقی حکومت کی contribution ہوتی ہے اور اس کے بعد وہ سکیم implement ہوتی ہے۔ یعنی یہ سمجھتے ہوئے خواہ مخواہ معاملے کو الجھا رہے ہیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: ان کی monitoring کے لئے آپ کیا کر رہے ہیں ؟

جناب سپیکر: میرے خیال میں اب اس سوال پر کافی بات ہو گئی ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ جب کوئی سوال pending ہو جائے تو پھر وہ کیسے آ سکتا ہے؟

محترمہ عائشہ جاوید: اسے pending کر دیں۔

جناب سپیکر: یہ pending ہونے والا نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! انہوں نے سوال کے جز (د) میں کہاں پر نام پوچھے ہیں اور کہاں ان کی تفصیل پوچھی ہے؟

جناب سپیکر: جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): یہ اپنا سوال پڑھیں اس کے مطابق ہی ان کو جواب ملے گا۔ اس سوال میں اس کی تفصیل نہیں پوچھی گئی۔

جناب محمد اعجاز شفیع: میں سوال پڑھ دیتا ہوں کہ streamline بنانے کے لئے کمیٹیاں بنائی جا رہی۔ میں تو monitoring کمیٹیوں کا ہی پوچھ رہا ہوں؟

جناب سپیکر: ڈھلوں صاحب! آپ کیا فرما رہے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! کمیٹیاں بنائی جا رہی ہیں یہ اس کے علاوہ جو تفصیلات چاہتے ہیں یہ اپنا سوال دیں ہم جواب دیں گے۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ اگلا سوال محترمہ عارفہ خالد پرویز صاحبہ کا ہے۔

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 582 ہے اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور کے سپر سٹوروں پر امپورٹڈ کھانے پینے کی اشیاء کی چیکنگ کا مسئلہ

*582: محترمہ عارفہ خالد پرویز: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور میں بڑے سپر سٹورز میں امپورٹڈ کھانے پینے کی اشیاء مثلاً چٹنی، جام جیلی، سیریلز وغیرہ بیچے جا رہے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ بالا امپورٹڈ کھانے پینے کی اشیاء کسی قانون اور ضابطے کے تحت فروخت کی جارہی ہیں، اگر ہاں تو اس قانون اور ضابطے کے متعلق تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ بالا اشیاء کا لیبارٹری ٹیسٹ بھی کروایا جاتا ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ فوڈ انسپکٹر اور عملہ منتھلیاں وصول کر کے بڑے سٹورز کے خلاف کارروائی نہیں کرتا؟

(ہ) اگر درج بالا سوالات کے جوابات اثبات میں ہیں تو کیا حکومت محکمے کے کرپٹ عناصر اور امپورٹڈ کھانے پینے والی اشیاء فروخت کرنے والے سٹورز کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):

(الف) درست ہے۔

(ب) امپورٹڈ یا غیر امپورٹڈ کھانے پینے کی تمام اشیاء چیکنگ کے نقطہ نظر سے Pure Food Ordinance 1960, اور Pure Food Rules 2007 کے تحت فروخت کی جاتی ہیں۔

(ج) یہ درست ہے۔ مذکورہ بالا قوانین کے تحت ان اشیاء کی لیبارٹری میں پڑتال کی جاتی ہے۔

(د) یہ درست نہ ہے کہ فوڈ انسپکٹر منتھلیاں لے کر کارروائی نہیں کرتے۔ فوڈ انسپکٹر بڑے بڑے سٹورز سے وقتاً فوقتاً اشیاء کے نمونہ جات حاصل کرتے ہیں اور ان اشیاء کو لیبارٹری میں پڑتال کے لئے بھیج دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جعلی اور غیر معیاری کھانے پینے والی اشیاء فروخت کرنے والوں کے خلاف مستقل بنیادوں پر کارروائی ہوتی رہتی ہے اور مضر صحت ثابت ہونے پر موقع پر ضائع کر دی جاتی ہیں۔ نمونہ فیل ہونے کی صورت میں کیس عدالتوں میں برائے کارروائی ارسال کر دیئے جاتے ہیں۔ حال ہی میں ایک بڑے گودام پر چھاپہ مار کر زائد المیعاد جوسز کے 27228 ڈبے قبضہ میں لئے گئے اس کے علاوہ 10 عدد نمونہ جات بھی لئے گئے جن کے کیس عدالت میں زیر سماعت ہیں۔

(ہ) جیسا کہ جز (د) میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ تمام سٹورز کی پڑتال باقاعدہ جاری رہتی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جناب سپیکر! میں نے imported اشیاء کے بارے میں سوال کیا ہے- میں یہ ضمنی سوال کرنا چاہتی ہوں کہ ان کے جو ٹیسٹ کئے جاتے ہیں ان کا testing standard کیا ہے، کیا ان کے ٹیسٹ بھی انہی جگہوں پر کئے جاتے ہیں جہاں ہمارے اپنے ملک کی اشیاء ٹیسٹ کی جاتی ہیں یا imported اشیاء کا ٹیسٹ کسی اور طریقے سے کیا جاتا ہے؟ اس کے علاوہ میں نے یہ پوچھنا ہے کہ جب ہمارا ملک اور خاص طور پر صوبہ پنجاب ایک زرعی صوبہ ہے تو اس میں یہ جام (Jam) چٹنیاں اور ایسی چیزیں کس وجہ سے allow کی گئی ہیں؟ اور اگر یہ imported اشیاء allow کی گئی ہیں تو میں نے اسی میں سوال کیا ہے کہ ان کے اوپر جو انسپکٹرز ہیں وہ منتھلیاں لے کر۔۔۔

جناب سپیکر: ایسے الزام لگانا درست نہیں ہوتا- جب تک آپ کے پاس particular کوئی ثبوت نہ ہو تو اس طرح کہنا مناسب نہیں لگتا- ذرا مستقبل میں بھی اس بات کا خیال کیجئے -

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جی. OK میرا سوال یہی ہے کہ کونسا ڈیپارٹمنٹ کرپشن کو check کرتا ہے اور ان کا standard of testing کیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کی اپنی فوڈ لیبارٹری ہے جو public notify analysis کے ماتحت کام کر رہی ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ نے سن لیا ہے۔

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جی، میں جواب سے مطمئن ہوں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں یہ ضمنی سوال کرنا چاہتی ہوں کہ یہ جو imported اشیاء جام (Jam)، جیلی وغیرہ آتی ہیں یہ عام طور پر sealed ہوتی ہیں، لہذا sale سے پہلے ان کی quality checking کیسے کی جاتی ہے؟ انہوں نے جز (د) میں جو checking کے بعد عدالت سے سزا کا لکھا ہے۔ میں اس بارے میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ اس طرح کے کیسوں کا عدالت سے کتنے عرصہ میں فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اس کی سزا یا جرمانہ کیا رکھا گیا ہے؟

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جناب سپیکر! یہ میرا سوال تھا اور میں اس کے جواب سے مطمئن ہوں اگر انہوں نے سوال کرنا ہے تو نیا سوال کر لیں۔

جناب سپیکر: آپ نے اپنی بات کر لی ہے۔ بہت مہربانی۔ ڈھلوں صاحب! محترمہ کے سوال کا جواب دیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: اب یہ ہاؤس کی property بن چکی ہے۔

جناب سپیکر: پلیز آپ ان سے بات نہ کریں۔ میں سن رہا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ مجھے اس میں کیا کرنا ہے؟ ڈھلوں صاحب! محترمہ کے سوال کا جواب دے دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! عدالت کے معاملات عدالت کے دائرہ کار میں ہیں اور وہی اس کا فیصلہ دے سکتی ہے لیکن 2008 میں تقریباً 108 سٹوروں کو check کیا گیا اور ان کے خلاف جو قانونی کارروائی کی گئی اس کی تفصیل بھی ایوان کی میز پر موجود ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میرے پہلے سوال کا جواب نہیں دیا گیا۔

جناب سپیکر: جی۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میرا پہلا سوال یہ تھا کہ یہ importedاشیاء packing میں ہی آتی ہیں تو ان کی کوالٹی کو کس طریقے سے check کیا جاتا ہے ؟ کیا sale سے پہلے ان کی کوالٹی check کی جاتی ہے یا نہیں، اگر کی جاتی ہے تو کس طرح؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):
جناب سپیکر! جواشیاء بھی import ہو کر آتی ہیں ان کی expiry date پر depend کیا جاتا ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! جب کوئی سوال ایوان میں پیش ہوتا ہے تو وہ public property بنتا ہے، وہ اس ایوان کی property ہوتا ہے۔ معزز خاتون جنہوں نے یہ سوال پیش کیا ہے وہ مطمئن ہوں گی لیکن ہم مطمئن نہیں ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ imported اشیاء بھیجنے والے تو quality کا خیال رکھتے ہوں گے لیکن ہمارے ہاں قطعی طور پر کوئی ایسا سسٹم موجود نہیں ہے، سب مک مکا پر چلتے ہیں۔ فوڈ انسپکٹر اور نہ ہی سپر سٹور والے اس کی quality کو چیک کرتے ہیں، سب مک مکا ہے، کوئی foolproof نظام موجود نہیں ہے۔

جناب سپیکر: آپ کوئی particular case بتائیں اس طرح تو آپ کا یہ ضمنی سوال نہیں بنتا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جتنے بھی energy foods آ رہے ہیں وہ درآمدی پالیسی کا حصہ ہیں۔ یہ جو energy جوس آ رہے ہیں کیا ان کو چیک کیا جا رہا ہے اور ان کے کیا effects ہیں؟ مجھے یہ تو معلوم ہے کہ یہ import پالیسی کا حصہ ہیں، یہ گرین چینل کا حصہ ہیں۔

رانا محمد افضل خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میاں محمد افضل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! اسمبلی کا وقت نہایت قیمتی ہے۔ جتنی بھی import ہوتی ہے اسے مرکزی حکومت کنٹرول کرتی ہے۔ ان کی اپنی food testing کی policies ہیں۔ import کے اندر conditions ہوتی ہیں کہ کون کون سے tests کے certificates وہ دیں گے اور پھر وہ

food import ہوگا۔جب وہ food مارکیٹ کے shelves کے اوپر آ جاتا ہے، پنجاب کے اندر آ جاتا ہے تو وہ صرف expiry date سے کنٹرول ہوتا ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ ہم ایک ایسی بحث میں الجھ گئے ہیں کہ جس کا پنجاب حکومت کے پاس کنٹرول نہیں ہے۔اس کو آپ طوالت دے رہے ہیں اور عوام کے لئے پریشانی پیدا کر رہے ہیں کہ جیسے یہ سب کچھ فراڈ ہی ہو رہا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ مجھے سارا علم ہے۔آپ کو شاید اس بات کا پتا ہوگا کہ میں کب سے import کر رہا ہوں، کب سے export جانتا ہوں۔ میرا سوال یہ تھا کہ صرف expiry date کا ہی مسئلہ نہیں ہے۔میں نے لفظ بولا ہے کہ گرین چینل کے تحت بھی آرہے ہیں۔مسئلہ یہ ہے کہ expiry date کو ہی tamper کیا جاتا ہے۔فرض کریں جو 2007 میں expire ہوا اس کو 2009 بنا دیا جاتا ہے تو اس کے لئے checking کی ضرورت ہے یعنی جو چیزیں expire ہو کر پلائی جارہی ہیں ان کو کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر: جی، ان چیزوں کو کنٹرول کیا جائے۔اب اس بات کو ختم کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! میرے بھائی نے بہت اچھی بات کہی ہے۔یہ ہمیں ثبوت دیں، انشاء اللہ اس پر سخت کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر: اب اگلے سوال پر چلتے ہیں۔اگلا سوال رانا بابر حسین صاحب کا ہے۔تشریف رکھتے ہیں؟۔۔۔معزز ممبر تشریف نہیں رکھتے لہذا یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔

خواجہ عمران نذیر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: آپ ذرا ٹھہر جائیں۔

خواجہ عمران نذیر: جناب سپیکر! میں 30 سیکنڈ میں اپنی بات مکمل کر لوں گا۔میں نے بہت اہم بات کرنی ہے۔ابھی شیخ علاؤالدین صاحب نے جو بات کی ہے اس کے evidences موجود ہیں کہ foodstuff جب دبئی آتا ہے تو دبئی میں ان کی expiry date change کی جاتی ہے اور غیر قانونی طریقے سے نئی expiry date لگا کر پاکستان بھیج دیا جاتا ہے۔اس کے لئے مرکزی

حکومت کو سفارش کرنی چاہیئے کہ جب foodstuff پاکستان میں آئے تو اس کا کوئی sample لیبارٹری میں بھیج کر چیک کیا جائے کہ آیا واقعی یہ جو تاریخ اس پر print ہوئی ہے یہ اس کے مطابق ہے یا نہیں کیونکہ دبئی میں دو نمبر مہریں لگا کر expiry date کو تبدیل کر دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: مہربانی، اگلا سوال محترمہ انجم صفدر صاحبہ کا ہے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! on her behalf سوال نمبر 765۔ اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز رکن نے محترمہ انجم صفدر کے ایماء پر طبع شدہ سوال نمبر 765 دریافت کیا)

فیصل آباد میں ریلوے کراسنگ پل کے ساتھ سروس روڈ کی خستہ حالی

*765: محترمہ انجم صفدر: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ فیصل آباد میں نشاط آباد ریلوے کراسنگ پل کے دونوں اطراف سروس روڈ عرصہ دراز سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ سروس روڈ کی تعمیر و مرمت کا کوئی ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو کیوں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):

(الف) جی ہاں۔ یہ درست ہے۔ مذکورہ سڑک فیکٹری ایریا میں واقع ہے۔ نکاسی آب کا بہتر نظام نہ ہونے کی وجہ سے سڑک مرمت کے بعد دوبارہ ٹوٹ جاتی ہے جس کے لئے واسا فیصل آباد کام کر رہا ہے۔

(ب) نکاسی آب کا نظام بہتر ہونے پر اور ضلعی اسمبلی سے منظوری کے بعد سڑک دوبارہ تعمیر کی جائے گی تاکہ پانی کھڑا ہونے کی وجہ سے سڑک دوبارہ نہ ٹوٹ جائے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز(ب) میں جواب دیا گیا ہے کہ " نکاسی آب کا نظام بہتر ہونے پر اور ضلعی اسمبلی سے منظوری کے بعد سڑک دوبارہ تعمیر کر دی جائے گی" اور جز(الف) میں کہا ہے کہ "جی ہاں یہ درست ہے۔ مذکورہ سڑک فیکٹری ایریا میں واقع ہے۔ نکاسی آب کا بہتر نظام نہ ہونے کی وجہ سے سڑک مرمت کے بعد دوبارہ ٹوٹ جاتی ہے۔" یہ فیصل آباد کا ایک اہم چوک ہے اور یہ سڑک کئی دفعہ بنائی گئی اور کئی دفعہ ٹوٹ گئی ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جہاں پانی کنٹرول نہ ہو وہاں کنکریٹ کی سڑک بنائی جا سکتی ہے۔ وہاں پر بار بار روایتی سڑک کیوں بنائی جاتی رہی، کیا حکومت ارادہ رکھتی ہے کہ حالات کے مطابق وہاں کنکریٹ کی سڑک بنا دی جائے جیسا کہ یہاں لاہور میں سگیاں پُل سے آگے کنکریٹ کی سڑک 1997 میں میاں محمد شہباز شریف نے بنوائی تھی اور آج تک outfall road بہترین چل رہی ہے، کیا فیصل آباد کے اس مشکل ترین حصے میں کنکریٹ کی سڑک بنانے کا ارادہ حکومت رکھتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): موصوف بھائی نے جو سوال کیا ہے میں اس ضمن میں کہوں گا کہ یہ سابق ادوار میں کام misplan ہوتے رہے ہیں اور سڑکیں بار بار بنتی رہی ہیں۔ ہم ان کی تجویز پر ضرور غور کریں گے۔

جناب سپیکر: اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میرا ایک بہت ہی ضروری سوال تھا، اس کو out of turn لے لیا جائے۔

جناب سپیکر: سوال کو out of turn نہیں لیا جا سکتا۔ I am sorry.

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

(جوایوان کی میز پر رکھے گئے)

راولپنڈی، پچھلے پانچ سالوں میں بنائے گئے پارکس کی تعداد ودیگر تفصیل

*471:راجہ حنیف عباسی (ایڈووکیٹ): کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) راولپنڈی میں پچھلے پانچ سالوں میں کل کتنے نئے پبلک پارکس بنائے گئے؟

(ب) راولپنڈی میں پچھلے پانچ سالوں میں پبلک پارکس میں ہر ایک کی مرمت توسیع دیکھ بھال اور خوبصورتی پر مدوار کل کتنی رقم خرچ ہوئی؟

(ج) کیا حکومت پارکوں کی انٹری فیس ختم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (سردار دوست محمد خان کھوسہ):

(الف) راولپنڈی میں پچھلے پانچ سالوں میں فنڈز نہ ہونے کی وجہ سے نئے پبلک پارکس نہ بنائے گئے۔

(ب) سالانہ ترقیاتی پروگرام کے تحت پچھلے پانچ سالوں 04۔2003،05۔2004 اور 06۔2005 میں پبلک پارکس پر کوئی رقم خرچ نہ کی گئی ہے جبکہ سال 07۔2006اور 08۔2007 میں پبلک پارکس پر جو رقم خرچ کی گئی اس کی مدوار تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) حکومت پنجاب لوکل گورنمنٹ نے صوبہ کے تمام ڈسٹرکٹس اور ٹی ایم ایز کو بذریعہ چھٹی ہدایات جاری کر دی ہیں کہ وہ دس سال تک کے بچوں کے لئے کوئی انٹری فیس وصول نہ کریں۔ مراسلہ کی کاپی تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے البتہ عملہ کی تنخواہوں اور بجلی کے بل وغیرہ کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے دس سال سے زیادہ عمر کے بچوں اور بڑوں سے مقررہ فیس وصول کرنے کی اجازت ہے۔

راولپنڈی، نالہ لئی کی صفائی پر اخراجات کی تفصیل

*473: راجہ حنیف عباسی (ایڈووکیٹ): کیا وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

نالہ لئی کی صفائی پر پچھلے پانچ سالوں میں سالانہ کل کتنی رقم ڈسٹرکٹ گورنمنٹ راولپنڈی اور صوبائی حکومت کی طرف سے مدوار خرچ ہوئی ہے؟

وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (سردار دوست محمد خان کھوسہ):

صوبائی حکومت، سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ راولپنڈی یا راولپنڈی ڈویلپمنٹ اتھارٹی نے پچھلے پانچ سالوں میں نالہ لئی کی صفائی میں کوئی رقم خرچ نہ کی ہے۔

ٹی چوک میاں چنوں سے لے کر بائی پاس تک تلمبہ روڈ کی تعمیر ومرمت کا معاملہ

*726: رانا بابر حسین: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ٹی چوک میاں چنوں سے لیکر بائی پاس تک تلمبہ روڈ کی تعمیر ومرمت پر 2002 سے آج تک کتنی رقم خرچ ہوئی؟

(ب) اس عرصہ کے دوران کتنی دفعہ اس سڑک کی از سر نو تعمیر ہوئی ہے، ہر دفعہ کتنی رقم خرچ ہوئی ہے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین سے لیکر بائی پاس تک یہ روڈ نہایت ہی خستہ حالت میں ہے؟

(د) کیا حکومت اس حصہ کی از سر نو تعمیر کے لئے فنڈز فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (سردار دوست محمد خان کھوسہ):

(الف) ٹی چوک میاں چنوں سے لے کر گورنمنٹ ڈگری کالج تک ڈبل سڑک ٹی ایم اے کے پاس ہے اس سے آگے بائی پاس تک سنگل سڑک پراونشل ہائی وے ڈویژن ملتان کے پاس ہے

جس پر سال 08۔ 2007 میں خصوصی مرمت کی مد میں 3809923 روپے خرچ ہوئے۔

(ب) خصوصی مرمت کی مد میں سال 08۔2007 میں ایک ہی مرتبہ سنگل سڑک کی 1480 فٹ لمبائی کو اکھاڑ کر اونچا کر کے نئی سڑک بنائی گئی جس کے دونوں طرف پانی کے اخراج کے لئے نالیاں بھی بنائی گئی ہیں۔اس کے علاوہ اس سڑک کی 2650 فٹ لمبائی میں سڑک کی مرمت کرنے کے بعد اس پر دو کوٹ تار کول و بجری کیا گیا ہے جس پر کل 3609923 روپے خرچ ہوئے اس کے علاوہ پہلے یا بعد میں کوئی خرچہ نہیں کیا گیا ہے۔

(ج) گورنمنٹ ڈگری کالج سے لے کر بائی پاس تک خصوصی مرمت کرانے کے بعد اس سڑک کی حالت تسلی بخش ہے۔

(د) چونکہ سڑک کی حالت تسلی بخش ہے اس لئے فی الوقت اس کی از سر نو تعمیر کا کوئی پروگرام نہیں ہے۔

فیصل آباد۔گٹ والا سے بلیو سٹار پٹرول پمپ روڈ کی تعمیر نو

*766: محترمہ انجم صفدر: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) گٹ والا فیصل آباد سے بلیو سٹار پٹرول پمپ پرانی چونگی تک سڑک کی لمبائی بیان فرمائیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ سڑک سنگل اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سڑک کے علاوہ فیصل آباد سے شیخوپورہ تک تمام سڑک دو طرفہ ہے؟

(د) کیا حکومت مذکورہ سڑک کو بھی دو طرفہ کرنے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک اور نہیں تو کیوں؟

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (سردار دوست محمد خان کھوسہ):

(الف) گٹ والا فیصل آباد سے بلیو سٹار پٹرول پمپ پرانی چونگی تک سڑک کی لمبائی تقریباً 1.85 کلو میٹر ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے بلکہ سڑک قابل سفر ہے۔

(ج) جی ہاں یہ درست ہے کہ مذکورہ سڑک کے علاوہ فیصل آباد سے شیخوپورہ تک تمام سڑک دو طرفہ ہے۔

(د) حکومت سڑک کے مذکورہ حصے کو دو طرفہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور اس کی تعمیر و توسیع کا کام محکمہ شاہرات پنجاب کو سونپ دیا گیا ہے جس کے لئے ایک کروڑ روپیہ سالانہ ترقیاتی پروگرام 09-2008 میں مختص کیا گیا ہے۔

لاہور۔ناظم شالامار ٹاؤن کی طرف سے 2003 سے اب تک ترقیاتی کاموں کی تفصیل

*774: محترمہ راحیلہ خادم حسین: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ناظم شالامار ٹاؤن لاہور نے 2003 سے اب تک جو ترقیاتی کام کروائے، ان کی تفصیل سال وار فراہم کریں؟

(ب) شالامار ٹاؤن کی حدود میں کسی یو سی کو ترقیاتی کاموں کے لئے سب سے زیادہ اور کون سی یو سی کو سب سے کم فنڈز فراہم کئے، اس تفریق کی وجہ سے آگاہ فرمائیں؟

(ج) یو سی 45-46 کو گلیوں کی مرمت اور پختہ کرنے کے لئے 2003 سے اب تک کتنے کتنے فنڈز فراہم کئے گئے اور ان میں سے کتنے فنڈز کا استعمال ہوا، سال وار تفصیل فراہم کریں؟

(د) یو سی 45-46 کی کتنی گلیوں کو ابھی تک پختہ نہیں کیا گیا، گلی نمبر وار آگاہ فرمائیں اور یہ گلیاں کب تک پختہ کر دی جائیں گی؟

وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (سردار دوست محمد خان کھوسہ):

(الف) ناظم شالامار ٹاؤن نے 2003 سے اب تک جو ترقیاتی کام کروائے ان کی سال وار تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ٹی ایم اے شالامار ٹاؤن اپنی حدود میں واقع کسی بھی یونین کونسل کو زیادہ یا کم فنڈز فراہم نہیں کرتا بلکہ اپنے ٹاؤن کونسل کے اجلاس میں ہر یونین کونسل کے اجلاس میں ہر یونین کونسل کی ڈیمانڈ کے حساب سے ترقیاتی کاموں کی منظوری دیتا ہے۔

(ج) ٹی ایم اے شالامار ٹاؤن نے یوسی نمبر 46 میں سال 2003 سے لے کر اب تک اور یوسی نمبر 45 میں سال 2003 سے لے کر 05۔2004 تک ترقیاتی کام کروائے۔ ان کے خرچہ کی تفصیل ہر سکیم کے سامنے دے دی گئی ہے تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے اور ناظم عزیز بھٹی ٹاؤن نے یونین کونسل نمبر 45 میں 06۔2005 سے لے کر اب تک (جب سے ان کے زیر انتظام آئی ہے) جو ترقیاتی کام کروائے ان کے خرچہ کی تفصیل ہر سکیم کے سامنے دے دی گئی ہے اس کی تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) یونین کونسل 45،46 کی جن گلیوں کو ابھی تک پختہ نہیں کیا گیا ان کی تفصیل تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ جہاں تک گلیوں کو پختہ کرنے کا سوال ہے تو ٹی ایم اے شالامار ٹاؤن اپنے مالی وسائل کے حساب سے ترقیاتی کام کرواتا ہے۔ لہذا اگر ایم پی اے صاحبہ ان گلیوں کو (بر تتمہ (ج) شالامار ٹاؤن) جلد پختہ کروانا چاہتی ہیں تو اپنے سالانہ فنڈز سے کرواسکتی ہے۔ البتہ ٹی ایم اے عزیز بھٹی ٹاؤن نے یوسی 45 کی بقیہ گلیوں جن کی تفصیل تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے کی فوری تعمیر ومرمت کے لئے 2 ٹینڈرز مورخہ 17۔09۔2008 اور 18۔09۔2008 دیئے ہیں جن کی تفصیل تتمہ (د) اور (ہ) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ترقیاتی کاموں کے لئے اٹھائے گئے اقدامات

*777: محترمہ راحیلہ خادم حسین: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع ناظم لاہور نے 2003 سے اب تک لاہور شہر میں جو جو ترقیاتی کام کروائے ان کی سال وار تفصیل فراہم کریں؟

(ب) ضلع ناظم لاہور نے سب سے زیادہ کس ٹاؤن کو فنڈز فراہم کئے اور کس ٹاؤن میں سب سے زیادہ ترقیاتی کام ہوئے؟

(ج) ضلع ناظم لاہور نے لاہور میں کتنے مزید تفریح پارکس اور کھیلوں کے گراؤنڈز کس کس علاقے میں بنوائے؟

وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (سردار دوست محمد خان کھوسہ):

سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور سے موصولہ رپورٹ کے مطابق:۔

(الف) ضلع ناظم لاہور نے 2003 سے اب تک جو ترقیاتی کام کروائے ان کی تفصیل سال وار ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) فنانس ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف دی پنجاب ٹاؤن انتظامیہ کو براہ راست فنڈز ریلیز کرتا ہے۔

(ج) لاہور میں پارکس کی تعمیر و ترقی PHA ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ جبکہ کھیلوں کی تعمیر و ترقی پنجاب سپورٹس ڈیپارٹمنٹ کے ذمہ ہے، لہذا جواب متعلقہ محکمہ ہی دے سکتا ہے۔

اوکاڑہ رسول پور سے سکھالادھو کا تحصیل دیپالپور سڑک کی تعمیر نو کا مسئلہ

*889: سردار خالد سلیم بھٹی: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع اوکاڑہ تحصیل دیپال پور کی نئی آبادی رسول پور سے سکھا لادھو کا تک سڑک ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سڑک ایک دفعہ بھی مرمت نہیں ہوئی؟

(ج) کیا حکومت مذکورہ سڑک مرمت کروانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (سردار دوست محمد خان کھوسہ):

ضلعی حکومت اوکاڑہ سے موصولہ رپورٹ کے مطابق:۔

(الف) جی ہاں۔ یہ درست ہے کہ ضلع اوکاڑہ تحصیل دیپالپور کی نئی آبادی رسول پور سے سکھا لادھو کا تک سڑک ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔

(ب) جی ہاں۔ یہ درست ہے کہ جب سے ضلعی حکومتیں قیام میں آئی ہیں سڑک مذکورہ ایک دفعہ بھی مرمت نہ کی گئی ہے۔

(ج) سڑک مذکورہ ایک ذیلی سڑک ہے جس کی لمبائی 5.75 کلو میٹر اور چوڑائی 10 فٹ ہے۔ اگر رواں مالی سال 09-2008 میں فنڈز مہیا کر دیئے گئے تو سڑک مرمت کر دی جائے گی۔

ضلع بہاولپور میں سالڈ ویسٹ مینجمنٹ کے منصوبہ جات و دیگر تفصیلات

*956: سیدہ بشریٰ نواز گردیزی: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع بہاولپور میں اس وقت سالڈ ویسٹ مینجمنٹ کے کتنے منصوبوں پر کام ہو رہا ہے؟

(ب) ضلع بہاولپور میں لینڈ فل سائٹ کی تعداد کیا ہے اور وہ کتنے رقبے پر محیط ہیں، نیز کہاں کہاں واقع ہیں؟

(ج) ہر مہینے کتنے waste کو ٹھکانے لگایا جاتا ہے اور کتنا بقیہ یوں ہی چھوڑ دیا جاتا ہے؟

وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (سردار دوست محمد خان کھوسہ):

(الف) تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن بہاولپور (سٹی) میں اس وقت سالڈویسٹ مینجمنٹ کے 05 منصوبوں پر کام ہو رہا ہے۔

تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن بہاولپور (صدر) میں اس وقت سالڈ ویسٹ مینجمٹ کے کسی منصوبہ پر کام نہ ہو رہا ہے۔

تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن یزمان میں اس وقت سالڈ ویسٹ مینجمنٹ کے کسی منصوبہ پر کام نہ ہو رہا ہے۔

تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن حاصل پور میں اس وقت سالڈویسٹ مینجمنٹ کے ایک منصوبہ پر کام ہو رہا ہے۔

تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن خیر پور ٹامیوالی میں اس وقت سالڈویسٹ مینجمنٹ کے ایک منصوبہ پر کام ہو رہا ہے۔

تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن احمد پور شرقیہ میں اس وقت سالڈویسٹ مینجمنٹ کے ایک منصوبہ پر کام ہو رہا ہے۔

(ب) لینڈ فل سائٹ کی تعداد 05 ہے اور 370 کنال رقبہ پر محیط ہے جو کہ بہاولپور حاصل پور، خیر پور احمد پور شرقیہ اور یزمان میں واقع ہے۔ تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن بہاولپور (صدر) میں کوئی لینڈ فل سائٹ موجود نہ ہے۔ تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن یزمان میں ایک لینڈ فل سائٹ موجود ہے جس کا رقبہ 45 کنال ہے اور یہ سائٹ چک نمبر A-56/DB میں مین ڈسپوزل سٹیشن کے قریب واقع ہے۔ تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن حاصل پور میں کوئی لینڈ فل سائٹ موجود نہ ہے۔ تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن حاصل پور میں ایک لینڈ فل سائٹ موجود ہے جس کا رقبہ 1.5 ایکڑ ہے جو کہ ریلوے لائن کے قریب واقع ہے۔ تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن احمد پور شرقیہ میں ایک لینڈ فل سائٹ موجود ہے

جس کا رقبہ 110 کنال 13 مرلہ پر محیط ہے جو کہ اچ شریف روڈ موضع موسیٰ کھوکھر پر واقع ہے۔

(ج) T.M.A بہاولپور شہر سے سالڈ ویسٹ اکٹھا کرنے کی گنجائش تقریباً 25.4 ملین ٹن ہے جو کہ شہر کے 30 فیصد ایریا کو سروس فراہم کرتا ہے۔

تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن بہاولپور (صدر) دیہاتی علاقہ پر مشتمل ہے۔

تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن یزمان میں ہر ماہ 60 ٹن سالڈ ویسٹ اکٹھا کیا جاتا ہے جبکہ تقریباً 30 ٹن یوں ہی چھوڑ دیا جاتا ہے۔

تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن حاصل پور میں ہر ماہ 275 ٹرالیاں اور 120 کنٹینر سالڈ ویسٹ کو روزانہ کی بنیاد پر ٹھکانے لگایا جاتا ہے۔

تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن خیرپور ٹامیوالی میں ہر روز 20 ٹن سالڈ ویسٹ اکٹھا کیا جاتا ہے اور روزانہ کی بنیاد پر ٹھکانے لگایا جاتا ہے۔ تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن احمد پور شرقیہ میں سالڈ ویسٹ مینجمنٹ کا منصوبہ ستمبر 2008 میں شروع ہوا جس کی تکمیل کے بعد شہر کے 75 فیصد سالڈ ویسٹ کو ٹھکانے لگایا جا سکے گا۔

بہاولپور میں سبزی منڈی کو باہر منتقل کرنے کا معاملہ

*957: سیدہ بشریٰ نواز گردیزی: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) بہاولپور میں واقع سبزی منڈی کو شہر سے باہر منتقل کرنے کے لئے اب تک کیا اقدامات اٹھائے گئے ہیں، اگر نہیں تو کیا وجوہات ہیں؟

(ب) حکومت کب تک اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (سردار دوست محمد خان کھوسہ):

ضلعی حکومت بہاولپور سے موصولہ رپورٹ کے مطابق:۔

(الف، ب)بہاولپور میں واقع سبزی منڈی کو شہر سے باہر78کنال10مرلہ پر مشتمل نئی سبزی منڈی کی جگہ پر2009۔01۔25کو منتقل کر دیا گیا ہے۔

لاہور بیگم کوٹ تافرخ آباد براستہ چھیمبیاں والا کھوہ سڑک کی تعمیر

*978:سردار خالد سلیم بھٹی: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور بیگم کوٹ تافرخ آباد براستہ چھیمبیاں والا کھوہ سڑک بالکل ناکارہ ہو گئی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ جب سے یہ سڑک بنی ہے،اس وقت سے لے کر اب تک دوبارہ نہیں بنائی گئی اور نہ مرمت کی گئی؟

(ج) اگر جزہائے بالا کے جواب اثبات میں ہیں تو کیا حکومت مذکورہ سڑک بنانے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک،اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ(سردار دوست محمد خان کھوسہ):

سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور سے موصولہ رپورٹ کے مطابق:۔

(الف) درست ہے۔اس سڑک کا کچھ حصہ تتمہ(الف)جو کہ ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔نقشے کے مطابق خستہ حالت میں ہے۔پانی اور کیچڑ کی وجہ سے یہ حصہ ناکارہ ہو چکا ہے۔

(ب) درست ہے کہ راوی ٹاؤن کی طرف سے یہ سڑک نہ بنائی گئی ہے اور نہ ہی مرمت کی گئی ہے۔

(ج) جو سیوریج ڈالا ہوا ہے اس کی مکمل صفائی نہ ہے جس کی وجہ سے مین ہول سے پانی اوور فلو ہو رہا ہے۔جہاں تک ٹی ایم اے راوی ٹاؤن کا اس سڑک کی مرمت اور رینوویشن کرانے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ رواں مالی سال کے بجٹ میں فنڈز کی عدم دستیابی کی وجہ سے ٹی ایم اے مذکورہ سڑک کی تعمیر نہیں کر سکتی تاہم اس سلسلہ میں متعلقہ

ایم پی اے رانا اقبال صاحب (پی پی 137) سے بھی بات ہوئی ہے۔انہوں نے بتایا ہے کہ مذکورہ سڑک take up کر لی گئی ہے اور اس کو جلد تعمیر کروا دیا جائے گا۔

واٹر فلٹریشن پلانٹس کی تنصیب

*1063: جناب محمد یار ہراج: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا حکومت صوبہ کے ہر گاؤں میں پینے کے صاف پانی کے لئے واٹر فلٹریشن پلانٹس لگانے کا ارادہ رکھتی ہے ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات بیان فرمائیں؟

(ب) سردست کتنے فیصد آبادی کو پینے کا صاف پانی میسر ہے ضلع خانیوال کی کن یونین کونسلز اور دیہاتوں میں صاف پانی پینے کی سہولت موجود نہیں اور اس سلسلہ میں حکومت کیا منصوبہ بندی کر رہی ہے؟

(ج) واٹر فلٹریشن پلانٹ لگانے کا criteria کیا ہے کیا آبادی کے لحاظ سے یہ عمل مکمل کیا جائیگا اگر ہاں تو کتنی آبادی والی یونین کونسل اور دیہات اس سہولت سے فائدہ اٹھا سکیں گے اور کب تک؟

(د) کیا حکومت ٹیکنو کریٹ اور پبلک نمائندوں پر مشتمل ہر ضلع میں ایک کمیٹی بنانے کو تیار ہے جو تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر دیہاتوں اور یونین کونسلوں میں واٹر فلٹریشن پلانٹس لگانے کے لئے اپنی سفارشات مرتب کرے اور حکومت کو پیش کرے؟

(ہ) اگر پلانٹ لگانے کی مذکورہ سکیم کا آغاز ہو چکا ہے تو پہلے فیز میں کم از کم 20 پلانٹ کن علاقوں میں لگائے جانے کی تجویز ہے تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (سردار دوست محمد خان کھوسہ):

(الف) حکومت پنجاب نے ابھی تک کسی ایسے منصوبے کو منظور نہ کیا ہے جس کے تحت ہر دیہات میں واٹر فلٹریشن پلانٹس لگایا جائے۔ایسا ایک پروگرام مرکزی حکومت کی مدد سے شروع

کیا جا چکا ہے جس کے تحت پہلے مرحلہ میں پنجاب میں تحصیل کی سطح پر ایک عدد واٹر فلٹریشن پلانٹ لگانے کا منصوبہ مکمل کیا گیا ہے۔ کل 146 میں سے 116 واٹر فلٹریشن پلانٹس لگائے جا چکے ہیں باقی 30 پلانٹس دوسرے مرحلے میں مکمل کئے جائیں گے۔ دوسرے مرحلے میں مرکزی حکومت نے ہر یونین کونسل میں ایک عدد پلانٹ لگانے کا منصوبہ منظور کیا ہے۔اس طرح پنجاب میں 3464 واٹر فلٹریشن پلانٹس لگائے جائیں گے۔

(ب) محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ، فیڈرل بیورو آف شماریات اور یونیسف نے مشترکہ طور پر (Multi Indicator Cluster Survey 2003-04) جاری کیا تھا جس کے تحت دیہاتی آبادی میں 90 فیصد اور شہری آبادی میں 93 فیصد لوگوں کو (improved) واٹر دستیاب ہے۔ اسی سروے کے مطابق ضلع خانیوال میں 96 فیصد آبادی کو (improved) واٹر کی سہولت موجود ہے۔حکومت کی خواہش ہے کہ 100 فیصد آبادی تک پینے کا صاف پانی مہیا کیا جائے۔

(ج) مرکزی حکومت نے واٹر فلٹریشن پلانٹ لگانے کا criteria اس طرح مقرر کیا ہے۔

The criteria for site selection and technical location parameters are proposed as under:-

1- it should be located at publically accessible places (hospitals, schools, public parks etc) in case where the site has to be located on the private land, the community will donate the same free of cost to ministry

2- The village where the quality of drinking water is very contaminated having a minimum population of 1000 persons or the villages which meet the criteria mentioned above.The District Govt. Tehsil and Union

3- Council Administrations will be responsible and ensure provision of water supply connection (at least 2" dia pipe) from the overhead reservoir or the tube well as well as electric connection prior to the installation of filtration plants.

اس criteria کے مطابق ان دیہاتوں کو فلٹریشن پلانٹس مہیا کئے جائیں گے جن کی آبادی 1000 افراد یا اس سے زیادہ افراد پر مشتمل ہو گی۔ایک ہزار سے کم آبادی والوں کے لئے مرکزی حکومت نے ابھی کوئی criteria جاری نہ کیا ہے۔

(د) ایسی کوئی کمیٹی ضلعی سطح پر نہ بنائی گئی ہے البتہ حکومت ایسی کمیٹی بنانے کو تیار ہے۔

(ہ) حکومت پنجاب کا ایسا کوئی منصوبہ نہیں ہے مگر مرکزی حکومت پنجاب میں واٹر فلٹریشن پلانٹس لگانے کا مرحلہ وار پروگرام شروع کر چکی ہے جس میں 116 تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن کی سطح پر پلانٹس لگانے کا کام مکمل ہو چکا ہے جبکہ دوسرے مرحلے میں یونین کونسل کی سطح پر پلانٹس لگائے جائیں گے۔ابھی تک اس مرحلے کو مرکزی حکومت نے شروع نہ کیا ہے۔جب یہ پروگرام شروع کیا جائے گا تو ضلع خانیوال کی تمام یونین کونسلوں میں دوسرے اضلاع کے ساتھ کام شروع ہو جائے گا۔

ٹی ایم او کی بھرتی کی تفصیلات

*1085: مخدوم سید احمد محمود: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) سابق حکومت پنجاب نے کتنی تعداد میں ٹی ایم او اور کونسل آفیسرز بھرتی کئے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ بھرتی ہونے والوں میں سے تقریباً 75 فیصد لوگوں کا تعلق ضلع گجرات سے ہے؟

(ج) کیا حکومت ان بھرتیوں میں گھپلوں کی مکمل تحقیقات کا ارادہ رکھتی ہے؟

(د) جلد از جلد ان بھرتیوں میں گھپلوں کی تحقیقات مکمل کر کے معزز ایوان کو تفصیلات سے آگاہ کیا جائے؟

وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (سردار دوست محمد خان کھوسہ):

لوکل گورنمنٹ بورڈ سے موصولہ رپورٹ کے مطابق:۔

(الف) سابق حکومت نے محکمہ بلدیات میں 53 ٹی ایم او (بی ایس۔17) بھرتی کئے ہیں، تفصیل تتمہ (الف) اور (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) بھرتی ہونے والوں کی کل تعداد 170 بنتی ہے جن میں سے 36 کا تعلق ضلع گجرات سے ہے جو بھرتی کا تقریباً 21 فیصد بنتی ہے۔

(ج) اس سلسلہ میں حکومت تحقیقات کر رہی ہے۔

(د) چونکہ ابھی تحقیقات جاری ہیں جیسے ہی تحقیقات مکمل ہوں گی معزز ایوان کو تفصیلات سے آگاہ کر دیا جائے گا۔

پنجاب ڈویلپمنٹ پروگرام میں نوٹیفکیشن کے تحت
مساجد کو شامل کرنا

*1119: محترمہ فرح دیبا: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ نوٹیفکیشن نمبر ایس-او ڈی II (ایل جی) 5-35/2008 مورخہ 20۔مئی 2008 کے تحت پنجاب ڈویلپمنٹ پروگرام کے لئے گائیڈ لائن دی گئی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان گائیڈ لائن کے پیراگراف (ایف) Civic Amenities کے سب پیرا (6) Addition Alteration Renovation میں مساجد کو شامل نہیں کیا گیا؟

(ج) کیا حکومت مساجد کو بھی اس میں شامل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (سردار دوست محمد خان کھوسہ):

محکمہ لوکل گورنمنٹ اینڈ کمیونٹی ڈویلپمنٹ کی رپورٹ کے مطابق:۔

(الف) جی ہاں۔ یہ درست ہے کہ نوٹیفکیشن نمبر ایس او ڈی II(ایل جی) 08/35-5 مورخہ 20۔مئی 2008 کے تحت پنجاب ڈویلپمنٹ پروگرام کے لئے گائیڈ لائنز جاری کی گئی ہیں۔

(ب) جی ہاں۔ یہ درست ہے کہ ان گائیڈ لائنز جو کہ تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں کے پیراگراف ایف Civic Amenities کے، Renovation Addition Alteration میں مساجد کو شامل نہ کیا گیا۔

(ج) وزیر اعلیٰ پنجاب نے مساجد کی Renovation Addition Alteration کو بھی پنجاب ڈویلپمنٹ پروگرام کی گائیڈ لائنز میں شامل کرنے کی منظوری دے دی ہے اور اس ضمن میں محکمہ ہذا کی طرف سے نوٹیفکیشن جاری کر دیا گیا ہے۔ کاپی تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

لاہور شہر میں ناجائز تجاوزات کے بارے میں منصوبہ بندی

*1153: ڈاکٹر سامیہ امجد: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا لاہور شہر سے ناجائز تجاوزات ختم کرنے کا کوئی منصوبہ زیر غور ہے؟

(ب) لاہور شہر میں تجاوزات ختم کرنے کی گزشتہ مہم کب چلائی گئی تھی اور آئندہ کب چلائی جائے گی، کیا تجاوزات کو ختم کرنے سے پہلے دکانداروں اور تجاوز کنندگان کی نمائندہ تنظیموں کے ذریعے ان تجاوزات کو ختم کرنے کی ترغیب دی جائے گی اگر ہاں تو حکومت کے پاس کیا منصوبہ ہے تفصیل سے آگاہ کریں؟

(ج) گھروں کے باہر باڑیں اور دیگر تجاوزات کے ذریعہ سڑکات پر قابض لوگوں سے بھی سڑکات واگزار کرانے کا کوئی منصوبہ زیر غور ہے، تفصیل ایوان کی میز پر رکھی جائے؟

(د) کیا حکومت ارکان اسمبلی اور ٹیکنوکریٹ پر مشتمل ایک کمیٹی بنا کر معمولی نوعیت کا کاروبار بذریعہ تجاوزات کرنے والوں کے لئے کوئی متبادل اور workable فارمولا بنانے کو تیار ہے تاکہ بے روزگاری کے مسائل پیدا نہ ہوں؟

(ہ) کیا حکومت ایسی موبائل ٹیمیں تشکیل دینے کے لئے تیار ہے جو تجاوزات سے قبل ہی مذکورہ مسائل پر قابو پا سکیں، منصوبہ کی تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (سردار دوست محمد خان کھوسہ):

(الف) ضلع لاہور کی 9 ٹاؤنز میونسپل ایڈمنسٹریشن تجاوزات کو ختم کرنے کے لئے منصوبہ بندی نہیں کرتیں بلکہ روزانہ کی بنیاد پر کارروائی عمل میں لاتی ہیں اور کسی ادارے /پبلک کی طرف سے کسی ٹی ایم اے کو تجاوزات سے متعلقہ کوئی شکایت موصول ہوتی ہے تو تجاوزات کو موقع سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ تجاوزات کے خاتمہ کے لئے گورنمنٹ کی موجودہ پالیسی پر عملدرآمد کیا جاتا ہے اور تجاوزات کے خاتمہ کے لئے ٹاؤنز انتظامیہ گاہے بگاہے گرینڈ آپریشن کرتی رہتی ہیں۔

(ب) جہاں تک لاہور شہر میں تجاوزات کو ہٹانے کے لئے گزشتہ مہم اور آئندہ مہم چلانے کا سوال ہے اس ضمن میں عرض ہے کہ انتظامیہ باقاعدگی کے ساتھ روزانہ کی بنیاد پر تجاوزات کے خلاف آپریشن کرتی ہیں اور یہ عمل مسلسل جاری رہتا ہے اس سلسلے میں ہر ٹاؤن انتظامیہ مستعد رہتی ہے۔ تجاوزات کے متعلق جب کوئی شکایت موصول ہوتی ہے تو متعلقہ دکانداروں کو زبانی اور تحریری نوٹس دیئے جاتے ہیں کہ وہ موقع سے تجاوزات از خود ختم کر دیں عدم تعمیل کی صورت میں ٹی ایم ایز خود کارروائی کرتی ہیں۔ ٹاؤن انتظامیہ اقبال ٹاؤن لاہور نے اس ضمن میں انجمن تاجران کے صدر سیکرٹری صاحبان سے میٹنگ کر کے ان کو ہدایات کی ہیں کہ وہ اپنے بازاروں میں تجاوزات کا از خود خاتمہ کروائیں۔ بصورت دیگر ٹاؤن میونسپل ایڈمنسٹریشن اقبال ٹاؤن لاہور حسب ضابطہ کارروائی کرے گی۔

علاوہ ازیں ہر ٹاؤن انتظامیہ علاقے کے معززین کو بھی اس مہم میں شامل رکھتی ہے تاکہ کسی بڑے ہنگامے سے بچا جا سکے۔

(ج) جیسا کہ جز (الف) اور (ب) میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ ضلع لاہور کی تمام ٹاؤن میونسپل ایڈمنسٹریشن اپنے اپنے علاقہ جات کی آبادیوں اور سڑکات پر تجاوزات ہٹاتی رہتی ہیں اور اس سلسلے میں جرمانے کئے جاتے ہیں اور سامان داخل سٹور کیا جاتا ہے۔

(د) حکومت اس سلسلے میں پورے طور پر تعاون کے لئے تیار ہے۔

(ہ) اس سلسلے میں حکومت پنجاب غور وخوض کر رہی ہے۔

لاہور میں پارکنگ ایریاز کی تعداد

*1155: محترمہ ماجدہ زیدی: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) مال روڈ، گلبرک، ماڈل ٹاؤن اور ٹاؤن شپ لاہور کی سڑکوں پر ضلعی حکومت کے منظور کردہ پارکنگ ایریاز کی کتنی تعداد ہے اور یہ کہاں کہاں واقع ہیں تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) ان منظور شدہ پارکنگ ایریاز کے موجودہ پارکنگ ریٹس کیا ہیں؟

(ج) کیا موجودہ ایریاز کی باقاعدہ طور پر نیلامی کی گئی ہے یا یومیہ آمدنی کی بنیاد پر دیئے گئے ہیں ان پارکنگ ایریاز کی وجہ سے ٹریفک کے کیا مسائل درپیش ہیں اور ان سے نمٹنے کے لئے حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (سردار دوست محمد خان کھوسہ):

سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور سے موصولہ رپورٹ کے مطابق:۔

(الف) دفتر شہری سہولیات سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور 32 مین سڑکوں پر واقع پارکنگ سٹینڈز کو باقاعدہ اخبار اشتہار کے بعد نیلام عام کے ذریعے ٹھیکہ پر دیا جاتا ہے، سوال کے مطابق پارکنگ سٹینڈز کی تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) دفتر شہری سہولیات، سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کے زیر انتظام چلنے والے پارکنگ سٹینڈز پر درج ذیل شرح سے پارکنگ فیس وصول کی جاتی ہے۔

کار، جیپ	10روپے
موٹر سائیکل / سکوٹر	5روپے
سائیکل	ایک روپیہ

(ج) دفتر شہری سہولیات سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کے تمام پارکنگ سٹینڈز نیلام کئے جا چکے ہیں جبکہ پانچ پارکنگ سٹینڈز حالیہ دنوں میں بوجہ عدم ادائیگی ماہوار قسط منسوخ کئے گئے ہیں اور دیگر دو پارکنگ سٹینڈز جن کی بابت کوئی بولی موصول نہ ہو سکی یا مطلوبہ ٹارگٹ سے کم بولی موصول ہوئی ان سے محکمانہ وصولی کی جا رہی ہے۔ دفتر شہری سہولیات کے زیرانتظام پارکنگ سٹینڈز صرف شہر کی 32 سڑکوں (سروس روڈ) پر واقع ہیں جن پر ٹھیکیداروں کو صرف ایک لائن میں پارکنگ کرنے کی اجازت ہے نیز اگر کسی جگہ ٹریفک کی بندش کی شکایت ہو تو فوری طور پر ایکشن لیا جاتا ہے تاہم ایسی شکایات کم ہی موصول ہوتی ہیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ میں آپ کی وساطت سے راناثناء اللہ خان صاحب کی توجہ چاہوں گا۔ رات ساڑھے گیارہ بجے راناثناء اللہ صاحب کا "دنیا" ٹی وی پر ایک بہت اچھا انٹرویو چل رہا تھا جس میں انہوں نے commitment کی اور عوام کو بتایا کہ ہماری پنجاب کے عوام کے ساتھ الیکشن سے پہلے بھی on oath commitment تھی، ہمارے ممبران کی بھی commitment ہے کہ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک پاکستان کے اندر rule of law نہیں ہو گا۔ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک جسٹس افتخار بحال نہیں ہو جاتے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! چھوڑیں، ایجنڈے کو آگے چلنے دیں، مجھے کارروائی کو آگے بڑھانے دیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! پندرہ منٹ کے بعد میں دوسرا ٹی وی چینل دیکھ رہا تھا اس پر چودھری نثار صاحب جو قومی اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر ہیں وہ فرما رہے تھے کہ ہمارا وکلاء تحریک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ وکلاء نے ہمارے ساتھ کوئی مشاورت نہیں کی ہے۔ یہ ذمہ دار لوگ ہیں، یہ اتنی غیر ذمہ دارانہ اور double standard باتیں کر کے عوام کو بے وقوف نہ بنائیں۔

جناب سپیکر: جی، ہر ایک کے standard کا سب کو پتا ہے۔ آپ اس بات کو چھوڑیں۔ پلیز تشریف رکھیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: ہم ان کو موبائل فون لے دیتے ہیں یہ کم از کم آپس میں بات کر کے کوئی بیان دیا کریں۔

جناب سپیکر: بہت مہربانی، شکریہ۔ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترم اعجاز شفیع صاحب نے ایک بڑی confusion create کی ہے اور چودھری نثار علی خان، قائد حزب اختلاف کے بیان کو انہوں نے اس کے context سے علیٰحدہ کر کے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہمارا وکلاء تحریک سے تعلق ہے، ہم اس تحریک کے ساتھ ہیں اور چودھری نثار علی خان صاحب نے یہ نہیں کہا۔ ہاں! انہوں نے یہ ضرور کہا کہ وکلاء تحریک سے متعلق جو بھی فیصلے ہوتے ہیں یا انہوں نے جو بھی فیصلے کئے ہیں وہ ان کی ایک National Coordination Committee ہے اس میں انہوں نے کئے ہیں اور انہوں نے ہمارے ساتھ مشاورت نہیں کی ہے۔ باقی انہوں نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک rule of law نہیں ہو گا۔ بالکل یہ میں نے کہا ہے لیکن ایک بات میں نے اور بھی کہی تھی وہ یہ چھوڑ گئے ہیں، وہ میں بتا دیتا ہوں کہ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ جب تک ریٹائرڈ جنرل مشرف کی باقیات ختم نہیں ہوتیں اس وقت تک ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! وہ باقیات ختم کر کے نئی باقیات پیدا نہ کریں۔ اب یہ نئی باقیات اسی چیز کا تسلسل ہے اور یہ اسی چیز کو continue کر رہے ہیں۔

رپورٹیں(توسیع)

مسودہ قانون(ترمیم) پنجاب اریگیشن اینڈ ڈرینج اتھارٹی مصدرہ2008کے بارے میں مجلس قائمہ برائے اریگیشن اینڈ پاور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب سپیکر: چلیں،آپ کی بات بھی آ گئی اور ان کی بات بھی ہو چکی ہے۔اب اس مسئلے کو چھوڑیں اور ہاؤس کو چلنے دیں۔چودھری علی اصغر منڈا صاحب مجلس قائمہ برائے Irrigation and Power کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

چودھری علی اصغر منڈا: جناب والا!میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"The Punjab Irrigation and Drainage Authority (Amendment) Bill, 2008 (Bill No 16 of 2008) moved by Mr. Muhammad Mohsin Khan Leghari, MPA (PP -245)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے Irrigation and Power کی رپورٹ پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 15۔مارچ2009تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"The Punjab Irrigation and Drainage Authority (Amendment) Bill, 2008 (Bill No 16 of 2008) moved by Mr. Muhammad Mohsin Khan Leghari, MPA (PP -245)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے Irrigation and Power کی رپورٹ پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 15۔مارچ2009تک توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"The Punjab Irrigation and Drainage Authority (Amendment) Bill, 2008 (Bill No 16 of 2008) moved by Mr. Muhammad Mohsin Khan Leghari, MPA (PP -245)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے Irrigation and Power کی رپورٹ پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 15-مارچ 2009 تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

نشان زدہ سوال نمبر 334 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب سپیکر: مہر اشتیاق صاحب مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

مہر اشتیاق احمد: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"نشان زدہ سوال نمبر 334 پیش کردہ سید حسن مرتضیٰ ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 15-مارچ 2009 تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"نشان زدہ سوال نمبر 334 پیش کردہ سید حسن مرتضیٰ ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 15-مارچ 2009 تک توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"نشان زدہ سوال نمبر 334 پیش کردہ سید حسن مرتضیٰ ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 15-مارچ 2009 تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ظفر ذوالقرنین ساہی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر اگر relevant ہو گا تو سنوں گا اور اگر relevant نہیں ہو گا تو آپ کو اجازت نہیں ملے گی۔

جناب ظفر ذوالقرنین ساہی: جناب والا! آپ سن تو لیں۔

جناب سپیکر: فرمائیں!

جناب ظفر ذوالقرنین ساہی: جناب والا! میں نے پہلے وقفہ سوالات ختم ہونے کا انتظار کیا۔

جناب سپیکر: کیا؟

جناب ظفر ذوالقرنین ساہی: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر raise کرنے کے لئے میں نے وقفہ سوالات کا انتظار کیا، اس کا ٹائم ضائع نہیں کیا، اس وقت میرا پوائنٹ آف آرڈر relevant تھا۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر House کی کارروائی سے relevant ہے وہ یہ ہے کہ ایک سال ہو گیا ہے آپ بھی گواہ ہیں اور آپ بھی اس بات سے agree کریں گے کہ ہر بار question hour میں وزراء کا رویہ casual ہوتا ہے اور جو محکموں سے جوابات آتے ہیں ان میں بھی بے تحاشا غلطیاں ہوتی ہیں۔ آج والا question hour بھی casual تھا۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آپ کی بات سن لی گئی ہے۔

جناب ظفر ذوالقرنین ساہی: جناب! میری بات ابھی complete نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر: جو غلط جواب دیتا ہے اس کا حساب کتاب ہوتا ہے۔

جناب ظفر ذوالقرنین ساہی: جناب! میری بات مکمل نہیں ہوئی۔

تحاریک استحقاق

(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)

جناب سپیکر: آپ اس بات کو چھوڑیں۔ بہت، بہت شکریہ۔ محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ! آپ کی تحریک استحقاق ہے۔

جناب ظفر ذوالقرنین ساہی: جناب! میری بات مکمل نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

جناب ظفر ذوالقرنین ساہی: جناب! آپ میری بات تو سن لیں۔

جناب سپیکر: پلیز! آپ تشریف رکھیں۔ ان کا مائیک بند کریں۔ (قطع کلامیاں)
میں نے آپ کو اجازت نہیں دی۔

جناب ظفر ذوالقرنین ساہی: جناب! آپ بات ہی نہیں سنتے۔

جناب سپیکر: آپ بیٹھ جائیں۔ پلیز! بیٹھ جائیں۔ بہت مہربانی۔

جناب ظفر ذوالقرنین ساہی: جناب والا! جو irrelevant باتیں ہوتی ہیں وہ تو آپ سنتے ہیں اور relevant بات نہیں سنتے۔

جناب سپیکر: جو بات صحیح ہو گی وہ ضرور سنوں گا۔ اب آپ تشریف رکھیں میں آپ کو بار بار یہ بات دھرا رہا ہوں کہ آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی مہربانی۔

جناب ظفر ذوالقرنین ساہی: جناب والا! آپ ہماری بات تو سنتے نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: جب سوالات سے متعلقہ بات تھی تو اس وقت آپ کو بات کرنی چاہئے تھی۔ آپ کی مہربانی اب آپ بیٹھیں۔ محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ!

محترمہ سامیہ امجد: جناب والا! ان کی تحریک استحقاق کو pending کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: کب تک pending کی جائے؟ آپ کے قائد حزب اختلاف کدھر ہیں، ڈپٹی اپوزیشن لیڈر کدھر ہیں؟

محترمہ سامیہ امجد: جناب On her behalf پیش کر دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں، On her behalf نہیں ہو سکتا۔ میرے پاس تو ان کی کوئی request نہیں آئی۔

محترمہ سامیہ امجد: جناب والا! وہ ابھی آ جاتی ہیں۔

جناب سپیکر: چلیں! میں کل تک اسے pending کرتا ہوں۔pending till tomorrow.

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب تحاریک التوائے کار کو take up کرتے ہیں۔

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں محمد رفیق: جناب والا! ایک نہایت اہم موضوع پر میں نے تحریک التوائے کار پیش کی ہے جو صوبہ پنجاب بھر سے متعلق ہے۔ جن بچوں نے جونئیر فزیکل ایجوکیشن میں ڈپلومہ حاصل کیا ان کو 1995 سے 2008 تک ان کے حق سے محروم کیا گیا۔ ان کے لئے کوئی add آئی کوئی درخواستیں مانگی گئیں اور نہ ہی ان پوسٹوں پر بھرتی کی گئی۔ یہ آئین کے ساتھ بھی مذاق کیا گیا ہے جس میں اس بات کی guarantee دی جاتی ہے کہ equal opportunities ملیں گی۔ باقی تمام categories میں بھرتیاں ہوئی ہیں صرف یہی ایک category ہے جس کو محروم رکھا گیا ہے۔ میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ اس محرومی کو دور کرنے کے لئے آپ اس تحریک التوائے کار کو out of turn take up کریں۔ اس کا نمبر 93 ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس کو پیش کرنے کی اجازت دے دی جائے۔

جناب سپیکر: اس کا پتا کرتے ہیں۔ ابھی یہ میرے خیال میں circulate نہیں ہوئی۔ آپ ادھر آ جائیں اور وزیر قانون سے بات کر لیں پھر آپ کی بات سنتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میاں صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر کو تو انکار نہیں کیا جا سکتا آپ ان کو اجازت دیں کہ وہ اپنی تحریک التوائے کار کو پڑھیں۔

جناب سپیکر: جی، جناب! پڑھ دیں۔

فزیکل ایجوکیشن میں 1995 سے بھرتی پر پابندی کی وجہ سے جونیئر ڈپلومہ ہولڈروں کو عمر میں رعایت نہ ملنے پر پریشانی کا سامنا

میاں محمد رفیق: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ PET/SESE junior diploma (Physical Education) ایجوکیٹرز کی بھرتی کے لئے ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں محکمہ تعلیم کے ذمہ داران/ پالیسی سازوں نے 1995 تا 10۔ اکتوبر 2008 تک نہ تو کوئی advertisement کی تھی، نہ درخواستیں طلب کی تھیں اور نہ ہی کوئی بھرتی کی گئی ہے جبکہ SESE ایجوکیٹرز کی دیگر کیٹیگریز میں متعدد بار درخواستیں طلب کی جا چکی ہیں اور تقرریاں بھی متعدد بار کی جا چکی ہیں۔ جونئیر ڈپلومہ فزیکل ایجوکیشن حاصل کرنے والوں کے ساتھ محکمہ تعلیم کے ذمہ داران کا امتیازی سلوک ہے جس کی وجہ سے اس دوران جونئیر ڈپلومہ فزیکل ایجوکیشن پاس کرنے والے نہ تو ملازمتیں حاصل کر سکے ہیں بلکہ گھر بیٹھے بیٹھے انتظار، انتظار میں overage بھی ہو چکے ہیں۔ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں 10۔ اکتوبر 2008 میں ایجوکیٹرز کی بھرتی کے لئے تمام کیٹیگریز میں درخواستیں طلب کی گئی تھیں مگر بوجہ جونئیر ڈپلومہ فزیکل ایجوکیشن حاصل کرنے والوں کی اکثریت overage ہو چکی تھی جن کو 35 سال سے زائد بالائی حد عمر کی رعایت نہ دی گئی جس کی وجہ سے بے شمار امیدوار نا اہل قرار پا چکے ہیں۔ محکمہ تعلیم کے ذمے داران/ پالیسی سازوں کی، جونئیر ڈپلومہ فزیکل ایجوکیشن حاصل کرنے والوں کے ساتھ نہ صرف ناانصافی ہے بلکہ کوتاہ بینی بھی جونئیر ڈپلومہ فزیکل ایجوکیشن پاس کرنے

والے سوال کرتے ہیں کہ آخر ان کا کیا قصور ہے جبکہ 1995 تا 10-اکتوبر 2008 تک بھرتی کے لئے درخواستیں ہی طلب نہ کی گئی ہیں، ان کو کس ناکردہ جرم کی سزا دی گئی ہے، ان کے ساتھ discrimination کیوں روا رکھی گئی ہے؟ اس کی وجہ سے disparity بھی پیدا ہو گئی ہے جبکہ آئین پاکستان ہر کسی کو ہر معاملہ میں یکساں مواقع فراہم کرنے کی گارنٹی دیتا ہے۔ محکمہ تعلیم کے ذمہ داران/ پالیسی سازوں کا یہ ناعاقبت اندیشانہ فعل ہے جو کہ آئین، رواداری اور اخلاقی روایات نیز انسانی ہمدردی اور حقائق کے منافی ہے۔ ایسے ہی دیگر نوجوانوں میں ایک نوجوان محمد طارق جمیل بھی ہے جو ایک نہایت غریب گھرانے کا کفیل ہے۔ دال ساگ کھا کر مقامی قریبی دیہاتی علم کی روشنی پھیلانے والے مینار گورنمنٹ غوثیہ ڈگری کالج چک نمبر 333 گ ب فرید آباد تحصیل وضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ سے شفیق اساتذہ کی مدد سے بی اے کی ڈگری حاصل کی، جن کی مدد ہی سے جونیئر ڈپلومہ فزیکل ایجوکیشن بھی 2000-1999 میں پاس کیا اور PET/SESE فزیکل ایجوکیشن کی بھرتی کے اشتہار دیکھتا رہا۔ انتظار، انتظار میں 10-اکتوبر 2008 میں مطلوبہ اشتہار کے انتظار میں سات ماہ پچیس دن overage ہو چکا تھا۔ محمد طارق جمیل نے سیکرٹری محکمہ تعلیم (ای۔ایس) لاہور کو ایک درخواست برائے منظوری/ رعایت بالائی حد سے زائد عمر سات ماہ پچیس دن بمطابق 10-اکتوبر 2008 گزاری (درخواست لف ہے) جواب ملنے پر زیر دستخطی سے رابطہ کیا جس پر زیر دستخطی نے حقائق پر مبنی حصول انصاف کے لئے ایک درخواست مورخہ 2008-10-21 کو جناب چیف منسٹر صاحب کو برائے رعایت زائد عمر سات ماہ پچیس دن گزاری (درخواست لف ہے)۔ سیکرٹری ٹو چیف منسٹر نے درخواست متذکرہ ڈپٹی سیکرٹری اسمبلی کو بغرض رپورٹ منگوانے کے لئے بھیج دی (درخواست لف ہے)۔ ڈپٹی سیکرٹری اسمبلی شاہد اقبال (فیصل آباد ڈویژن) نے سیکرٹری ایجوکیشن (ای۔ایس) لاہور سے رپورٹ منگوائی۔ ڈپٹی سیکرٹری (ای۔ای) مہر مشتاق احمد نے جو رپورٹ ارسال کی ہے جس میں اعتراف کیا گیا ہے کہ PET/SESE فزیکل ایجوکیشن کی بھرتی درخواستیں ازاں پیشتر طلب نہ کی گئی تھیں نیز litigation سے بچنے کی خاطر زائد عمر میں رعایت دینے سے معذوری ظاہر کر دی ہے۔ (لیٹر لف ہے)

محکمہ تعلیم کے ذمہ داران/ پالیسی سازوں کی مجرمانہ غفلت کی وجہ سے جونئیر ڈپلومہ فزیکل ایجوکیشن پاس کرنے والوں میں شدید بے چینی اور اضطراب پایا جاتا ہے۔ محمد طارق جمیل نے تو یہ اعلان کر دیا ہوا ہے کہ اسے ملازمت نہ دی گئی تو صوبائی اسمبلی کے سامنے وہ خود سوزی کر لے گا لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کی کاپی مجھے موصول ہو گئی ہے آپ کے علم میں ہے کہ یہ out of turn لی گئی ہے تو اس کو pending فرمادیں اس کا جواب آ جائے گا تو میں عرض کروں گا۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ تشریف رکھیں، یہ pending ہو گئی ہے دو دن میں اس پر رپورٹ آ جائے گی۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میری تحریک التوائے کار نمبر 2009/89 منسٹر بلاک کی auction کے بارے میں تھی اس کا آج جواب آنا تھا اور اس پر بحث ہونی تھی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! انہوں نے جواب کے لئے ٹائم مانگا ہے لیکن میں نے انہیں کہا تھا کہ آپ اس کے facts آج ہی convey کر دیں تاکہ میں ہاؤس کے علم میں لا سکوں تو ابھی تک میرے پاس وہ facts پہنچے نہیں ہیں اگر اجلاس کے دوران مجھے پہنچ جائیں گے تو میں عرض کر دوں گا۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! زمیندار اکالج کے حوالے سے میری تحریک التوائے کار نمبر 43 تھی میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کا جواب آ گیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

زمیندار اکالج گجرات کی اراضی پر قبضہ کے خلاف احتجاج کرنے والے پروفیسروں اور طلباء وطالبات پر پولیس کا وحشیانہ تشدد

(---جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب موصول ہو گیا ہے میں اسے پڑھ دیتا ہوں۔ انہوں نے تحریک پیش کی تھی کہ روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 29-01-2009 کو شائع ہونے والی خبر کے متعلق عرض ہے کہ زمیندار اکالج گجرات میں زمین کے ایک ٹکڑے پر نوابزادہ غضنفر گل کے قبضہ کے سلسلہ میں مورخہ 28-01-2009 کو کالج کی انتظامیہ اور طلباء نے ایک ریلی نکالنے کا پروگرام بنایا تھا جس کی اطلاع انہوں نے مقامی پولیس تھانہ سول لائن کو دی۔ مورخہ 28-01-2009 کو ایس ایچ او سول لائن گجرات، ایک اے ایس آئی اور 7 کانسٹیبلان کالج برائے ڈیوٹی گئے وہاں پر طلباء اور پولیس کے درمیان جھگڑا ہو گیا ایک طالب علم کے زخمی ہونے پر طلباء نے پولیس پر پتھر برسائے، ایس ایچ او تھانہ سول لائن بھی چونکہ طلباء کے پتھراؤ سے زخمی ہوا تھا اس نے پولیس لائن سے مزید نفری کے لئے وائرلیس پر کال چلائی۔ ڈی ایس پی اور ایس پی سٹی سرکل گجرات موقع پر پہنچ گئے، انسپکٹر عبدالقیوم انچارج پولیس لائن کی قیادت میں جو نفری پولیس لائن سے مقامی پولیس کی مدد کے لئے آئی تھی وہ کالج میں داخل ہو گئی انہوں نے لاٹھی چارج کیا، tear gas shells پھینکے اور ہوائی فائرنگ بھی کی اس اطلاع پر ایس پی ہیڈ کوارٹر اور ایس پی انوسٹی گیشن گجرات موقع پر پہنچ گئے اور پولیس کو کالج کی حدود سے باہر نکالا۔ دونوں ایس پی صاحبان پرنسپل صاحب، پروفیسر صاحبان اور طلباء سے ملے اور امن وامان کو بحال کیا اس سلسلے میں مقدمہ تھانہ سول لائن گجرات رجسٹر ہوا۔ اس واقعہ میں پروفیسر صاحبان اور طلباء بھی زخمی ہوئے تھے اس لئے مقدمہ میں cross version درج کیا گیا۔ ایڈیشنل ایس پی صاحب کو انکوائری کا حکم دیا گیا تھا جس انکوائری کی روشنی میں انسپکٹر عبدالقیوم گوندل انچارج پولیس لائن، انسپکٹر محمد شریف ایس ایچ او سول لائن، اے ایس آئی ساجد حسین، اے ایس آئی شمشاد اور 26 کانسٹیبلان کو معطل کیا گیا۔

جناب سپیکر! واقعی وہاں پر پہلے جو پولیس پارٹی گئی تھی تو اس کے ساتھ طلباء کا جو الجھاؤ ہوا اس میں بھی ایس ایچ او at fault تھا اس situation کو avoid کیا جا سکتا تھا لیکن اس نے وہاں حکمت عملی سے کام نہیں لیا اور اس کے بعد اس نے کال کر کے اور نفری منگوالی اور یہ لوگ بلا جواز کالج میں داخل ہو گئے۔ جب اس کی ابتدائی رپورٹ آئی تو پھر ڈی آئی جی گوجرانوالہ رینج کو گورنمنٹ کی طرف سے direct کیا گیا وہ خود موقع پر گئے وہاں پر پرنسپل صاحب، پروفیسر صاحبان سے ملے، ان سے ذاتی طور پر معذرت کی اور ذمہ داران دونوں انسپکٹرز، اے ایس آئیز اور 26 کے قریب کانسٹیبلان جنہوں نے زمیندار اکالج میں تشدد میں حصہ لیا ان سب کو suspend کیا گیا ہے اور ان کے خلاف محکمانہ تادیبی کارروائی کی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر! جہاں تک اس جگہ کا تعلق ہے اس میں تھوڑا سا dispute ہے کہ نوابزادہ غضنفر گل صاحب کہہ رہے ہیں کہ یہ جگہ ہماری ہے جبکہ کالج والے کہہ رہے ہیں کہ یہ کالج کو handover ہو چکی ہوئی ہے لیکن اس میں تھوڑا سا ایک technical angle بنتا ہے لیکن چونکہ یہ معاملہ کورٹس میں بھی چل رہا ہے تو اس کے اوپر گورنمنٹ کی طرف سے سر دست کوئی opinion نہیں ہے۔ عدالت سے جو فیصلہ ہوگا اس کے مطابق وہ جگہ جس فریق کی ہوئی اس کے حوالے کروائی جائے گی۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! اس میں دو issue ہیں، ایک تو جگہ کا معاملہ ہے اور دوسرا پولیس نے جو کچھ کیا۔ جگہ کی فرد میرے پاس موجود ہے، راناثناء اللہ صاحب اور جناب تنویر اشرف کائرہ صاحب نے کہا تھا کہ ہم نے کھوسہ صاحب کی قیادت میں ایک کمیٹی بنائی ہے جس میں راناصاحب، کائرہ صاحب اور راجہ ریاض صاحب بھی ہیں۔ ابھی تک ہمیں اس کمیٹی کے متعلق کوئی پتا نہیں چل سکا کہ اس کمیٹی نے کوئی کام کیا ہے یا نہیں کیا؟ میں ان کو یہ فرد دیتا ہوں، اس میں 13 کنال 8 مرلے ہے جو 3 مختلف پارٹیوں نے یہ زمین لی ہوئی ہے اور یہ ابھی تک سکول کے نام ہے اور میرے پاس یہ فرد 09-01-09 latest کی ہے۔ یہ اس پر ساری تحقیق کریں، اس سارے معاملے کو دیکھیں،

صرف یہ کہہ کر انہیں cover دینا کہ یہ زمین غضنفر گل صاحب کی ہے۔ یہ زمین ان کے باپ دادا سے آئی ہے اور نہ ہی انہوں نے یہ زمین خریدی ہے۔ آپ محکمہ مال کا سارا ریکارڈ دیکھ لیں، وہاں پر گورنمنٹ نے جو ممبر بورڈ آف ریونیو بھیجے تھے انہوں نے پریس کے سامنے بتایا تھا کہ اس ریکارڈ میں کہیں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے کوئی ایسا reference آتا ہو کہ یہ زمین غضنفر گل یا ان کے کسی رشتہ دار کی ہے۔ چیف منسٹر صاحب نے جو کمیٹی بنائی ہے اس کمیٹی نے ابھی تک کوئی کام نہیں کیا تو ادھر ہاؤس کی ایک کمیٹی بنالیں اس میں اپوزیشن سے بھی کوئی ممبر لیں تاکہ پتا چلے کہ یہ معاملہ کس رخ پر چل رہا ہے۔ یہ public interest ہے اس میں میرا کوئی ذاتی مسئلہ ہے اور نہ ہی کسی اور کا ہے۔ یہ زمیندار کالج کی زمین ہے اور کم از کم 30/25 کروڑ کی زمین ہے کیونکہ وہ مین روڈ کے اوپر ہے اس پر قبضہ کر لینا اور ایسے ہی ایجوکیشن سوسائٹی کا بورڈ لگا دینا یہ کہاں کا رویہ ہے؟ رانا صاحب نے ایسے ہی گول مول سا جواب دیا ہے انہوں نے اس زمین کے حوالے سے کوئی specific report پیش نہیں کی آپ اپنی کوئی کمیٹی بنالیں اور اس میں جو چاہے ممبر لے لیں جو دیکھ لیں کہ اس میں معاملہ کیا ہے۔ اس میں کسی کو cover نہ دیا جائے۔ یہ اتنا بڑا معاملہ ہوا ہے کہ جب طلباء کی طرف سے ہڑتال کی گئی ہے تو اتنی تعداد میں پولیس کیوں آئی ہے؟ وہ صرف ان صاحب کو cover دینے کے لئے آئی ہے کہ یہ معاملہ ٹھپ ہو جائے اور میڈیا کے ذریعے عوام کے سامنے نہ آئے لیکن جو کچھ ہوا وہ سب Channels نے بھی دکھایا اس لئے اس بات کو چھپایا نہ جائے بلکہ اس کے facts کو سامنے لایا جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں معاملہ یہ ہے کہ یہ جائیداد کا معاملہ ہے اور proprietary rights کا معاملہ ہے۔ اس ہاؤس کی کمیٹی لوگوں کے proprietary rights سے متعلق کوئی فیصلہ دینے کا استحقاق نہیں رکھتی۔ اب جو جگہ موقع پر پڑی ہے وہ چاہے نوابزادہ غضنفر گل صاحب کی ہے، چاہے کالج یا سکول کی ہے ہم نے اس بات کو manage کیا ہے کہ اس جگہ پر کوئی فریق بھی قبضہ نہیں کرے گا۔ اس سلسلہ میں جو معاملہ عدالت میں چل رہا ہے اس کو final ہونے دیں یا جس فریق کا جو claim ہے وہ اسے لے کر عدالت میں جائے اور عدالت جس کا

claim صحیح تسلیم کرے گی تو اس جگہ پر اسے قابض کروا دیا جائے گا۔ اب کسی جائیداد کے claim کا کوئی کمیٹی فیصلہ نہیں کر سکتی۔ یہ بڑی واضح بات ہے۔ مجھے نہیں پتا کہ میرے بھائی کس چیز کے متعلق کہہ رہے ہیں کہ ابہام ہے۔ اس کے علاوہ جو پولیس کا معاملہ ہے تو میں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ وہاں پر جو پولیس افسران تھے انہوں نے حکمت عملی سے کام نہیں لیا اور معاملے کو خراب ہونے دیا۔ اس پر ان کے خلاف کارروائی ہو چکی ہے۔ یہ بات on record ہے۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! ضلعی افسران کی طرف سے کالج کے پرنسپل کو فون آئے ہیں کہ آپ اس معاملے میں سامنے نہ آئیں۔ یہ سیاسی معاملہ ہے اور ان کو اس پر قبضہ کرنے دیں لیکن انہوں نے اپنے ادارے زمیندار اکالج کو بچانے کے لئے جو بھی کیا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ اس طرح کہہ دینا کہ زمین کا معاملہ کسی کا ذاتی معاملہ ہے تو پھر جو چاہے گا اٹھے گا اور کسی سکول پر جا کر قبضہ کر لے گا اور کہے گا کہ میں نے کسی عدالت میں stay لے لیا ہے۔ اگر حکومت اپنے اداروں کو support نہیں کرے گی تو پھر معاملات کیسے چلیں گے؟

جناب سپیکر: آپ میری بات سنیں۔ جب کوئی معاملہ عدالت میں ہے تو اس معاملے کو یہاں پر زیر بحث نہیں لانا چاہئے۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! ریکارڈ کے مطابق نوابزادہ صاحب۔۔۔

جناب سپیکر: جہاں تک پولیس کی زیادتی کا تعلق ہے تو اس پر notice لیا گیا ہے۔ اب آپ اس کو press نہ کریں تو بہتر ہے۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں بات یہ ہے کہ زمیندار اکالج قیام پاکستان سے پہلے کا بنا ہوا ہے، وہ پہلے سکول تھا اب کالج ہے۔ وہ جگہ نوابزادہ صاحب کے آباء واجداد نے دی تھی۔ اب ان کو اتنی جلدی ہے کہ ادارے کی حمایت نہیں ہو رہی اور support نہیں ہو رہی۔ اس ادارے نے 60 سال سے اس جگہ پر عمارت کیوں نہیں بنائی؟ ہم نے اس بات کو یقینی بنایا ہے کہ جب تک اس جگہ کا کوئی عدالت فیصلہ نہیں کرتی اس وقت تک اس پر کوئی قبضہ نہیں کرے گا اور کوئی فریق اس میں دخل نہیں دے گا۔ باقی اگر یہ کمیٹی بنوانا چاہتے ہیں تو کمیٹی کا یہ اختیار نہیں ہے۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! غضنفر گل صاحب کے آباء واجداد کا وہاں ایک مرلہ بھی زمین نہیں تھی۔ یہ لوگوں کی donate کی ہوئی جگہ ہے۔ یہ کسی کی ذاتی جگہ نہیں تھی تو پھر یہ کالج کی جگہ تھی۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ رانا صاحب کیوں اس معاملے سے avoid کر رہے ہیں؟

جناب سپیکر: چودھری صاحب! یہ فیصلہ عدالت نے کرنا ہے۔ اب اس بات کو چھوڑیں۔ جی، محترمہ رفعت سلطانہ ڈار صاحبہ!

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! میں نے تحریک التوائے کار نمبر 76 جمعہ کو پیش کی تھی، وہ آج تک pending تھی۔

جناب سپیکر: محترمہ! جب اس کا نمبر آئے گا تو اسے لے لیں گے۔ تحاریک التوائے کار کے لئے آدھ گھنٹہ ہوتا ہے۔ اب وقت کم رہ گیا ہے۔ ابھی آپ کا نمبر نہیں آ سکے گا۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! یہ پیش ہو چکی ہے۔ یہ آج تک کے لئے pending کی گئی تھی۔

جناب سپیکر: یہ ختم نہیں ہو گی۔ یہ کل آ جائے گی۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! یہ اندھوں کا معاملہ ہے، نابینوں کا سوال ہے۔

جناب سپیکر: ہم وقت پر اسے ضرور take up کریں گے۔ محترمہ آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی مہربانی۔ میں بار بار آپ کو تاکید کر رہا ہوں اور آپ میری بات پر غور نہیں کر رہیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! آپ مجھے ڈانٹ دیں تو میں بیٹھ جاؤں گی۔

جناب سپیکر: میں تو نہیں ڈانٹتا۔ میں تو اپنی پیاری بہن سے کہوں گا کہ آرام سے تشریف رکھیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: ٹھیک ہے۔ میں بیٹھ جاتی ہوں۔

جناب سپیکر: جی، چودھری جاوید صاحب!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میری تحریک التوائے کار نمبر 90 ہے جسے میں out of turn پیش کرنا چاہتا ہوں اس کے لئے آپ کی اجازت درکار ہے۔

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب! آپ اپنی تحریک پڑھ لیں۔

محکمہ معدنیات کی جانب سے دیئے گئے ریت کے ٹھیکہ میں ٹھیکیداروں کی جانب سے اوورچارجنگ سے صوبہ بھر کی عوام کو پریشانی کا سامنا

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ محکمہ معدنیات حکومت پنجاب کی طرف سے صوبہ بھر میں دریاؤں/پرائیویٹ زمین سے ریت نکالنے کے لئے رائلٹی کا ٹھیکہ دیا جاتا ہے اور ٹھیکیداروں نے محکمہ معدنیات کے افسران سے ملی بھگت کر کے ایک مناپلی قائم کر رکھی ہے جس کے تحت محکمہ مختلف اضلاع میں پرائیویٹ زمینوں/دریائی علاقے کا ریت نکالنے کا "نام نہاد ٹھیکہ" دے دیتے ہیں لیکن مذکورہ ٹھیکے کی باضابطہ اور باقاعدہ طور پر کوئی تحریر کی جاتی ہے اور نہ ہی نوٹیفکیشن وغیرہ جاری کیا جاتا ہے بلکہ زبانی کلامی یہ "نام نہاد ٹھیکہ" طے کیا جاتا ہے۔ اس نام نہاد ٹھیکہ کی وجہ سے ٹھیکیدار ریت اٹھانے والی ٹرالیوں سے اپنی مرضی کے مطابق ایک ہزار یا آٹھ سو روپے تک زبردستی فی پھیرا وصول کر رہے ہیں اور اس چیز کا عملی مظاہرہ پاکپتن اور ساہیوال کے اضلاع میں ہو رہا ہے جہاں پر آئے روز ریت اٹھانے والوں اور ٹھیکیداروں کے مابین لڑائی جھگڑے ہو رہے ہیں بلکہ بسا اوقات تو نوبت جان سے ہاتھ دھو بیٹھنے تک پہنچ جاتی ہے اور گزشتہ سال لاہور میں ایسے ہی ایک واقعہ میں تین آدمی قتل ہو گئے تھے۔ محکمہ معدنیات کی طرف سے ریت نکالنے کا باقاعدہ نوٹیفکیشن نہ کرنے اور ٹھیکیداروں کا فی ٹرالی ایک ہزار یا آٹھ سو روپے فی پھیرا وصول کرنے پر نہ صرف پاکپتن اور ساہیوال کے اضلاع بلکہ صوبہ بھر کے عوام میں شدید اشتعال اور غم و غصہ کی لہر پائی جاتی ہے۔

جناب سپیکر! میں اس میں add کرنا چاہوں گا کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ پورے پنجاب میں فی پھیرا نوٹیفکیشن نہیں کیا جاتا چاہے وہ دس روپے لیں چاہے دس ہزار روپے فی ٹرالی لیں۔ محکمہ اور ہماری ضلعی انتظامیہ بے بس ہو جاتی ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسا قانون ہی نہیں ہے۔ جہاں پر نوٹیفکیشن نہیں ہوا تو وہ overcharging کا پرچہ بھی نہیں درج کر سکتے۔ میری یہ گزارش ہے کہ حکومت اس اہم مسئلے کی طرف توجہ دے اور اس سلسلے میں میری اس تحریک کو باضابطہ قرار دے کر انکوائری کروائی جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: راجہ صاحب! آپ نے بات سن لی ہے۔ آپ کب اس کا جواب دیں گے ؟

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میں ابھی اس کا جواب دے دیتا ہوں اس میں ایسا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! محکمہ انہار کی نہروں کا ٹھیکہ محکمہ معدنیات دیتا تھا۔ پچھلے سالوں میں جب ٹھیکہ ہوتا تھا تو نہریں کئی جگہ سے بہت گہری ہو جاتی تھیں اور بعد میں زمینداروں کے لئے پانی کا بڑا مسئلہ بنتا تھا تو محکمہ آبپاشی نے محکمہ معدنیات کو لیٹر لکھا ہے کہ آپ نہروں کا ٹھیکہ نہ دیں۔ اس کے بعد محکمہ معدنیات نہروں کا ٹھیکہ نہیں دیتا اور آبپاشی کے افسران لوگوں کے ساتھ مل کر ریت نکالنے کی اجازت دیتے ہیں جس پر اس دفعہ میں نے کوشش کی ہے اور یہ پچھلے سالوں کی بات کر رہے ہیں۔ لاہور کے حوالے سے ایک دفعہ میرے علم میں آیا تو میں نے ایس ڈی او اور اوورسیئر کو بھی معطل کر دیا۔ اس کے علاوہ میں نے پی ایچ اے والوں سے کہا کہ جتنی ہمارے محکمے نے بھل نکالی ہے اس کو مناسب نکال لیں اس کے علاوہ باقی جگہوں پر بھی ہم نے کوشش کی ہے لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ 100 فیصد عمل ہوا ہے کیونکہ آپ کو پتا ہے کہ کرپٹ ترین محکموں میں سے محکمہ انہار بھی ایک ہے۔ میں نے ایکسیئن اور ایس ای بلیک لسٹ کئے ہیں اس کے علاوہ بہت سارے ایس ڈی او بھی بلیک لسٹ کر دیئے ہیں۔ اس دفعہ ہماری یہ کوشش رہی ہے کہ یہ ریت نہ بیچیں۔ اگر محکمے نے بھل صفائی کے لئے ریت نکالنی ہے تو وہ خود نکالیں۔ میں یہ یقین کے

ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ تقریباً 80 سے 85 فیصد اس کو achieve کیا ہے کیونکہ یہ میرا پہلا سال تھا۔ ہم نے اس دفعہ کمشنر صاحبان اور پولیس کو بھی involve کیا ہے کہ کسی جگہ پر ایسا نہ ہو سکے۔

جناب سپیکر: یہ صرف نہروں کی طرف نہیں ہے۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میری پہلے پوری بات سن لیں۔ ہم نے وہ ٹارگٹ 85 تک achieve کیا ہے انشاء اللہ اگلے سال ہم اس کو ensure کریں گے کہ اگر نہر سے کسی جگہ پر کسی نے ریت بیچی تو اس کے خلاف ہم پرچہ دیں گے اور متعلقہ افسر کو بھی معطل کریں گے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں معذرت کے ساتھ اپنے سینئر پارلیمنٹرین سے گزارش کروں گا کہ میرا سوال محکمہ انہار کے بارے میں ہے، میری تحریک التوائے کار اس سے متعلقہ ہے اور نہ نہروں سے بھل صفائی یا ریت اٹھانے سے ہے۔ میں تو محکمہ معدنیات کے حوالے سے پوچھ رہا ہوں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! ان کی بات نہر سے متعلقہ نہیں ہے۔ وہ تو معدنیات سے متعلق پوچھ رہے ہیں۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! محکمہ معدنیات کو محکمہ نہر والوں نے روکا ہے کہ آپ ٹھیکہ نہیں دے سکتے۔ اگر ہم معدنیات والوں کو اجازت دے دیں تو وہ ٹھیکہ دے دیتے ہیں اور ٹھیکیدار ایسا کرتے ہیں کہ نہر ایک دم 10 فٹ گہری ہو گئی، آگے جا کر اوپر ہو گئی پھر آگے ٹھیکہ کسی اور کو دیا تو وہاں سے 10 فٹ گہری ہو گئی۔

جناب سپیکر: وہ علیحدہ مسئلہ ہے جسے آپ نے کنٹرول کیا ہے۔ چودھری صاحب جو بات کر رہے ہیں وہ کچھ اور کر رہے ہیں۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): وہ کہہ رہے ہیں کہ معدنیات والوں کو اجازت ملنی چاہئے۔

جناب سپیکر: کس کی؟

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی وقوت برقی (راجہ ریاض احمد): نہروں سے ریت نکالنے کی۔

جناب سپیکر: نہیں۔یہ بات نہیں ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ سمجھے نہیں ہیں۔ میں یہ گزارش کر رہا ہوں کہ محکمہ معدنیات بغیر کسی notification کے ایک lump sum رقم پر ٹھیکہ دے دیتا ہے کہ پنجاب میں دو کروڑ روپے میں ٹھیکہ دے دیا گیا جبکہ اس کا notification یہ نہیں کیا جاتا کہ یہ کس پر charge ہوگا اور وہ ریت کی ٹرالی لینے جائیں یا مٹی کی۔۔۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! میرے خیال میں آپ اس کو غور سے پڑھ لیں اور کل اس کا جواب دے دیں۔ کل تک اس کو pending کیا جاتا ہے۔

جناب محمد نوید انجم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! میری ایک تحریک التوائے کار 1050/08 ہے مجھے اس کو out of turn پڑھنے کی اجازت عنایت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: مجھے دکھائیں کہ کون سی ہے؟

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میری دفعہ آپ نے کہا کہ اس کا ٹائم ختم ہو گیا ہے اور ان کو آپ ٹائم دے رہے ہیں۔

جناب سپیکر: ٹائم تو واقعی دونوں کا ہی ختم ہو گیا ہے۔ مولانا صاحب! اسے آپ کل پڑھ لینا، اب ٹائم ختم ہو چکا ہے۔

جناب محمد نوید انجم: اسے پھر pending فرما دیں۔

جناب سپیکر: یہ خود بخود ہی pending ہو جاتی ہے، ضائع نہیں جاتی۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! کل مجھے بھی پڑھنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، آپ کی تحریک بھی کل آجائے گی۔

جناب شیر علی خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، آپ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں؟

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! میری تحریک التوائے کار نمبر41 کے حوالے سے رانا صاحب نے کہا تھا کہ وہ آج اس کا جواب دیں گے۔

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

مسودہ قانون (جو متعارف ہو چکا ہے)

مسودہ قانون (ترمیم) تحفظ صارفین پنجاب مصدرہ 2009

جناب سپیکر: اس کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔ آپ بھی کل تک اس کا انتظار کریں۔ اب ہم غیر سرکاری ارکان کی طرف سے کارروائی کا آغاز کرتے ہیں۔ آج کے ایجنڈے پر درج ہے کہ کارروائی میں زیر التواء رکھے گئے مسودہ قانون، مفاد عامہ کے متعلق قرار دادیں اور عام بحث جاری ہے۔ مسودہ قانون میں The Punjab Consumer Protection (Amendment) Bill, 2009 ہے۔ یہ move ہو چکا ہے اور لاء منسٹر صاحب نے اس کا جواب دینا تھا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سلسلے میں متعلقہ محکمہ اور محترم شیخ صاحب کی بات ہوئی ہے تو میری اطلاع کے مطابق جو arrangement شیخ صاحب کا محکمے سے طے ہوا ہے اور اس سلسلے میں محکمہ جو amendments لائے گا وہ اس پر مطمئن ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! محکمے سے جو بات ہوئی ہے اس میں یہ طے پایا ہے کہ اس بل میں موجود خامیوں کو گورنمنٹ درست کر کے اپنی طرف سے لائے گی۔ موجودہ قانون یہ کہتا ہے کہ دس ہزار

روپیہ اس پر جرمانہ کیا جائے گا۔ اہم بات جس پر ان کا اور میرا اتفاق ہوا ہے وہ یہ ہے کہ کسی بھی غلط قسم کے claim کو جس وقت damages میں لایا جائے گا تو اس کو amend کر کے دس لاکھ روپیہ جرمانہ کیا جائے گا۔ باقی جو خامیاں اس بل میں ہیں ان کو دور کر کے گورنمنٹ خود لائے گی۔ ان observations کے ساتھ آپ چاہے اس کو pending کر دیں، چاہے dispose of کر دیں۔

جناب سپیکر: بات تو آپ کی ہو گئی ہے۔

شیخ علاؤالدین: میری بات ہو گئی ہے لیکن لاء منسٹر صاحب بھی یہی بات کہہ رہے ہیں جو میں عرض کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! Bogus claim کے بارے میں جرمانے کی رقم کو بڑھانے کی بات ہوئی ہے۔ اب یہ دس ہزار سے دس لاکھ روپے کہہ رہے ہیں، اتنا تو نہیں ہو سکتا۔ بہر حال اس کو بڑھایا جائے گا۔

جناب سپیکر: چلیں۔ آپ reasonable کر دیجئے گا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میری بات سنیں۔ جتنا بڑا product ہوتا ہے وہ اس کو اپنی اولاد سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے کیونکہ manufacturers کی نسلیں گزر جاتی ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ دس لاکھ نہیں بلکہ ایک کروڑ روپیہ کم از کم fine ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! آپ بیٹھ کر طے کر لینا۔ Let me dispose of it how?

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! خالی dispose of نہ کیجئے گا بلکہ Subject to the observations and the consensus may between me and department dispose of کیجئے گا۔ I hope کہ آپ یہ لکھیں گے۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے لیکن اس کو یاد رکھنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کام پھر بھول بھلیوں میں چلا جائے۔ اگلی قرارداد سہوترا صاحب کی ہے۔ ان کی طرف سے request آ گئی ہے، اسے اگلے ہفتے تک pending کیا جاتا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میری قرارداد جو سوئی گیس کے بلوں کے حوالے سے ہے اس کی اجازت دے دیں کیونکہ لوگ زیادہ بلوں کے حوالے سے ٹائر جلا رہے ہیں، سڑکیں بلاک کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میری قرارداد سوئی گیس کے بلوں کے بارے میں ہے۔

جناب سپیکر: پلیز تشریف رکھیں۔

قراردادیں
(مفاد عامہ سے متعلق)

جناب سپیکر: آج ہم ایجنڈے کی قراردادیں لیتے ہیں۔ پہلی قرارداد جناب محمد محسن خان لغاری، چودھری ظہیر الدین خان، محترمہ ثمینہ خاور حیات، چودھری عامر سلطان چیمہ، جناب محمد یار ہراج، ڈاکٹر سامیہ امجد، چودھری عبداللہ یوسف، چودھری مونس الٰہی، چودھری محمد ارشد، جناب طاہر اقبال چودھری، محترمہ آمنہ الفت، جناب محمد شفیق خان، جناب شیر علی خان، جناب خرم نواب، محترمہ خدیجہ عمر، محترمہ آمنہ جہانگیر، حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا، محترمہ عائشہ جاوید، جناب خالد جاوید اصغر گھرال، سیدہ ماجدہ زیدی، سیدہ بشریٰ نواز گردیزی، میاں محمد شفیع اور جناب محمد اعجاز شفیع! جی، قرارداد پیش کریں۔

چوک یتیم خانہ میں اوور ہیڈ برج / انڈر پاس کی تعمیر کا مطالبہ

ڈاکٹر سامیہ امجد شکریہ جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتی ہوں کہ:

"یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ چوک یتیم خانہ میں جلد از جلد overhead bridge یا underpass تعمیر کرنے کے انتظامات کئے جائیں تاکہ عوام کو ٹریفک کی شدید مشکلات سے نجات مل سکے۔"

جناب سپیکر: یہ قرار داد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ چوک یتیم خانہ میں جلد از جلد overhead bridge یا underpass تعمیر کرنے کے انتظامات کئے جائیں تاکہ عوام کو ٹریفک کی شدید مشکلات سے نجات مل سکے۔"

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں یہ وضاحت کرنی چاہوں گا کہ یہ منصوبہ پہلے ہی حکومت کے زیر غور ہے اور اس سلسلے میں نیسپاک study کر رہا ہے جو کہ تین ماہ میں مکمل ہو جائے گی اور اس کے بعد یہ final ہو گا کہ یہاں پر انڈر پاس بننا چاہئے یا overhead bridge بننا چاہئے تو یہ معاملہ پہلے ہی حکومت کے زیر غور ہے اس لئے اسے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! یہ بڑی خوش آئند بات ہے کہ یہ منصوبہ پہلے ہی زیر غور ہے لیکن منسٹر صاحب time bar commit کریں تاکہ ہمیں یقین ہو کہ یہ ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: انہوں نے کہا ہے کہ اس کی finalization کے بارے میں study ہو رہی ہے جو تین مہینے میں مکمل ہو جائے گی۔

ڈاکٹر اسد اشرف: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر اسد اشرف: جناب سپیکر! ٹرانسپورٹ کی بات ہوئی ہے تو میں اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کے تمام ٹرانسپورٹروں نے 18-فروری کو ہڑتال کا اعلان کیا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے منسٹر ٹرانسپورٹ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کے عوام کو اس تکلیف سے نجات دلانے کے لئے کچھ اقدامات کئے ہیں یا کوئی ارادہ رکھتے ہیں کیونکہ کل انہوں نے سارے پنجاب میں ہڑتال کرنے کا اعلان کیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر آبکاری و محصولات و ٹرانسپورٹ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! آج صبح پورے پنجاب سے آنے والے ٹرانسپورٹروں سے ہمارے مذاکرات کامیاب رہے ہیں اور وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی ہدایات کے مطابق کل ٹرانسپورٹروں نے اپنی ہڑتال ختم کر دی ہے اور کل پنجاب میں معمول کے مطابق ٹرانسپورٹ چلے گی اور عوام کو سفری سہولیات دستیاب ہوں گی۔ کل کوئی ہڑتال نہیں ہو گی اور ٹرانسپورٹر حضرات نے میرے ساتھ پریس میں بھی آکر آج صبح یہ بات کر دی ہے اور انہوں نے لاہور اور دوسرے اضلاع میں لگائے گئے بھوک ہڑتالی کیمپ بھی ختم کر دیئے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ چند دنوں کے دوران اس حوالے سے ان کے مسائل حل کر دیئے جائیں گے۔

جناب سپیکر: اگلی قراداد محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کی ہے۔

مسجد مکتب سکولوں کے اساتذہ کے ماہانہ اعزازیہ میں اضافے کا مطالبہ

محترمہ نگہت ناصر شیخ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ قراداد پیش کرتی ہوں کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت مسجد مکتب پرائمری سکولوں میں اساتذہ کرام کو ملنے والے ماہانہ اعزازیہ کو -/250 روپے سے بڑھا کر -/1000 روپے کرے۔"

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت مسجد مکتب پرائمری سکولوں میں اساتذہ کرام کو ملنے والے ماہانہ اعزازیہ کو -/250 روپے سے بڑھا کر -/1000 روپے کرے۔"

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFARIS (Rana Sana Ullah Khan): I oppose it

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! یہ اڑھائی سو روپے اتنے تھوڑے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہاں پر بیٹھا ہوا ہر ممبر یہ جانتا ہے کہ اڑھائی سو روپے میں آج کل کیا ملتا ہے؟ ایک ہزار روپے کی میں نے جو

بات کہی ہے تو یہ کوئی بہت بڑی رقم نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ ایک ہزار روپے کر دیا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس سے ان کے حالات میں کچھ تو بہتری ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ پہلے ڈیڑھ سو تھا، پھر یہ اڑھائی سو روپے کر دیا گیا۔ انہوں نے صرف آدھ گھنٹے کے لئے یعنی تھوڑے سے وقت کے لئے وہاں پر بچوں کو قرآن پاک ناظرہ کی تعلیم دینی ہوتی ہے اور اگر محترمہ ایک ہزار روپے کی بجائے پانچ سو روپے کر لیں تو یہ بھی تقریباً دگنا اضافہ ہو جائے گا اور اس میں 9 ملین روپے involve ہو گا۔ سر دست حکومت پانچ سو کرنے کو تیار ہے اور اگر محترمہ ایک ہزار کی بجائے پانچ سو کر لیں تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے؟

جناب سپیکر: پھر آپ منظور کر لیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جی، کر لیں گے۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ کیا کہنا چاہیں گی؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! یہ ٹھیک ہے کہ پانچ سو ہی ہو جائیں لیکن یہ بھی دیکھیں کہ سکولوں میں انگلش پڑھانے کے لئے کتنے پیسے دیتے ہیں اور دینی تعلیم کے لئے صرف یہ کر رہے ہیں تو میرے خیال میں قرآن پاک سے اہم کوئی تعلیم نہیں ہے بجائے اس کے کہ ان حضرات کو زیادہ فیسیں دی جائیں، ان کو کم کر دیا جاتا ہے۔ ویسے ٹھیک ہے لیکن ایک ہزار بھی کوئی زیادہ رقم نہیں ہے۔

جناب سپیکر: یہ قرداد پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

> "اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت مسجد مکتب پرائمری سکولوں میں اساتذہ کرام کو ملنے والے ماہانہ اعزازیہ کو -/250 روپے سے بڑھا کر -/500 روپے کر دیا جائے۔"

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: اگلی قرارداد محترمہ طیبہ ضمیر صاحبہ کی ہے۔ جی، پیش کریں۔

حکومت سے ہر ضلع میں ینگ وکلاء کو چیمبر بنانے کے لئے زمین الاٹ کرنے کا مطالبہ

محترمہ طیبہ ضمیر: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتی ہوں کہ:

"یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ وہ ینگ وکلاء کو ہر ڈسٹرکٹ بار میں حسب استحقاق چیمبر بنانے کے لئے زمین الاٹ کرے۔"

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ وہ ینگ وکلاء کو ہر ڈسٹرکٹ بار میں حسب استحقاق چیمبر بنانے کے لئے زمین الاٹ کرے۔"

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): اگر محترمہ اس قرارداد کو اس طرح سے amend کر لیں کہ بشرطیکہ وہاں پر سرکاری اراضی available ہو تو پھر اس کو گورنمنٹ oppose نہیں کرتی کیونکہ ہم خود چاہتے ہیں کہ وکلاء کو اس سلسلے میں facilitate کیا جائے۔

محترمہ طیبہ ضمیر: جناب سپیکر! میں اس بات سے مکمل اتفاق کرتی ہوں کہ جہاں پر property available ہو۔ ان ینگ وکلاء کے پاس جن کے پاس پہلے چیمبر زنہیں ہیں، ان کو الاٹ کئے جائیں اور اس کے لئے کمیٹی تشکیل دی جائے اور after scrutiny اس چیز کو یقینی بنایا جائے اور یہ process دو ماہ کے اندر مکمل کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: محترمہ! ینگ وکلاء سے آپ کی کیا مراد ہے؟

محترمہ طیبہ ضمیر: جناب سپیکر! جو new comers ہوتے ہیں کیونکہ پرانے اور سینئر وکلاء کی پریکٹس اتنی ہو چکی ہوتی ہے کہ وہ اپنے چیمبرز خود بنا لیتے ہیں۔

(اذان ظہر)

جناب سپیکر:اب نماز کا وقفہ کیا جاتا ہے آدھ گھنٹہ کے بعد دوبارہ ملیں گے۔

(اس مرحلہ پر ظہر کی نماز کے لئے ہاؤس کی کارروائی آدھ گھنٹے کے لئے ملتوی کی گئی)

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے وقفہ کے بعد جناب سپیکر 13.32 پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: جی، محترمہ طیبہ ضمیر صاحبہ!

محترمہ طیبہ ضمیر: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ young Lawyers کی definition میں آتا ہے کہ جن کی پریکٹس کو پانچ سال ہو گئے ہیں اور کچھ ملازمین ریٹائرمنٹ کے بعد بھی یہ profession join کر لیتے ہیں لیکن وہ اس زمرے میں نہیں آئیں گے۔ جو لوگ fresh graduate آتے ہیں اور باقاعدہ پریکٹس کرتے ہیں اور ان کی پریکٹس کا پیریڈ پانچ سال ہو جاتا ہے اور یہ بھی condition ہے کہ ان میں سے جو chamberless ہیں ان کو چیمبرز دیئے جائیں۔ جہاں زمین موجود ہے وہ دے دی جائے اور اگر کہیں دور دراز ہے تو وہ بھی وکلاء کی مشاورت کے ساتھ انہیں حتی الوسع accommodate کرنے کی کوشش کی جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: میرے خیال میں انہوں نے یہ کہا ہے کہ اگر وہاں سرکاری زمین دستیاب ہو تو اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ محترمہ! آپ کی تجویز قابل عمل ہو سکتی ہے۔ ٹھیک ہے؟

محترمہ طیبہ ضمیر: جی، ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

> ''یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ ینگ وکلاء کو ہر ڈسٹرکٹ بار میں حسب استحقاق چیمبر بشرط دستیابی سرکاری زمین بنانے کے لئے زمین الاٹ کرے۔''

(تحریک متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب سپیکر: محترمہ آپ کو مبارک ہو۔ چوتھی قرارداد محترمہ فرح دیبا صاحبہ کی طرف سے ہے۔

صوبہ بھر میں ورکنگ اور گھریلو خواتین کے لئے
علیحدہ ٹرانسپورٹ چلانے کا مطالبہ

محترمہ فرح دیبا: شکریہ۔ جناب سپیکر! بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo

"یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ صوبہ بھر میں ورکنگ اور گھریلو خواتین کے لئے مشترکہ ٹرانسپورٹ کے ساتھ ساتھ علیحدہ بھی ٹرانسپورٹ چلانے کے لئے جامع پالیسی بنا کر اس پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔"

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ صوبہ بھر میں ورکنگ اور گھریلو خواتین کے لئے مشترکہ ٹرانسپورٹ کے ساتھ ساتھ علیحدہ بھی ٹرانسپورٹ چلانے کے لئے جامع پالیسی بنا کر اس پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔"

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں محترمہ سے گزارش کروں گا کہ یہ اسے pending کروالیں کیونکہ کل ہم ٹرانسپورٹ پر ایک بل پیش کر رہے ہیں اور اس کے بعد جو بڑے شہر ہیں جہاں پر problem exist کرتا ہے اسے resolve کرنے کے لئے اس بل میں خاطر خواہ انتظام موجود ہے اور میرا خیال ہے کہ اس بل کے پاس ہونے کے بعد یہ قرارداد پیش کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

جناب سپیکر: محترمہ! منسٹر صاحب کہہ رہے ہیں کہ اسے pending کر دیا جائے چونکہ وہ کل یا پرسوں اس بارے میں پالیسی لے کر آ رہے ہیں۔ پھر اگر آپ مطمئن نہ ہوئے تو اسے دوبارہ take up کر لیں گے۔

محترمہ فرح دیبا: جناب سپیکر! میں منسٹر صاحب کی بات سے متفق ہوں لیکن میں اس قرارداد کو پیش کرنے کی وجوہات بیان کرنا چاہتی ہوں کہ ہمارا معاشرہ کبھی بھی frustration سے باہر نہیں آئے گا اور ہمیں اس میں صدیاں گزر جائیں گی۔ اس وقت پنجاب بھر میں خواتین کی percentage زیادہ ہے۔ ہماری جو بہنیں اور بیٹیاں گھروں سے نکلتی ہیں اور بسوں کے انتظار میں سڑکوں پر کھڑی ہوتی ہیں لیکن بسوں میں اگلا حصہ چھوٹا ہوتا ہے اور پچھلا حصہ جو مردوں کے لئے ہوتا ہے وہ زیادہ ہوتا ہے۔ ایک تو عورتوں کو جگہ نہیں دی جاتی پھر ان کی عزت نہیں کی جاتی، ویگنوں میں بھی ڈرائیور کے ساتھ اگلی سیٹ پر دو یا تین خواتین برے انداز سے بیٹھی ہوتی ہیں اور پیچھے تو بالکل مرغی خانہ بنا ہوتا ہے۔ لہذا میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ہماری جو بہنیں سڑکوں پر کھڑی ہوتی ہیں اگر وہ شریف ہیں اور وہ اپنے کام سے گھروں کو جا رہی ہیں لیکن ہمارے مردوں کی ذہنیت کے مطابق انہیں بُرا سمجھا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: اگر نہیں۔ آپ اگر کا لفظ نکال دیں۔ ہماری بہنیں شریف ہیں۔

محترمہ فرح دیبا: جی، درست ہے۔ ان کے بارے میں برا سوچا جاتا ہے اور غلط خیال کیا جاتا ہے۔ میں وزیر قانون کی بات سے اتفاق کرتی ہوں لیکن یہ استدعا کرتی ہوں کہ اگر یہ قرارداد دوبارہ آئے تو پھر اسے منظور کیا جائے۔ یہ بڑے غور و فکر والی بات ہے۔ میں ایسے یہ قرارداد لے کر نہیں آئی۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! جب تک آپ کی طرف سے پالیسی بیان نہیں آ جاتا اور محترمہ مطمئن نہیں ہو جاتیں اس وقت تک اسے pending کر دیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے تو پہلے بھی pending کرنے کے متعلق بات کی ہے۔

جناب سپیکر: جی، یہ قرارداد till policy statement pending کی جاتی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! مجھے اجازت ہے، میں نے سوئی گیس کے بلوں کے بارے میں بات کرنی ہے؟

جناب سپیکر: مجھے یہ کر لینے دیں- پانچویں قرارداد محمد حفیظ اختر چودھری صاحب کی طرف سے ہے۔ تشریف فرما ہیں؟۔۔۔تشریف نہیں رکھتے لہذا یہ قرارداد dispose of کی جاتی ہے-

جناب محمد اعجاز شفیع: پوائنٹ آف آرڈر-

جناب سپیکر: جی، میں آپ کی بات سن رہا ہوں۔ آج کے ایجنڈے کا اگلا item عام بحث ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں ایک قرارداد out of turn پڑھنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔ مجھے بھی ایک قرارداد out of turn پڑھنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، میں آپ دونوں کو اجازت دیتا ہوں۔ پہلے اعجاز شفیع صاحب پڑھ لیں پھر آپ کو بھی موقع مل جائے گا۔ جی، اعجاز شفیع صاحب!

قرارداد پیش کرنے کے لئے قواعد کی معطلی کی تحریک

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

> "قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 27، قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے سینیٹ، قومی اسمبلی اور تینوں صوبائی اسمبلیوں کے گریڈ-16 کے سرکاری افسران کی طرح صوبائی اسمبلی پنجاب کے گریڈ-16 کے سرکاری افسران کو medical reimbursement کی سہولت دینے کے بارے میں قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ اسمبلی کے ملازمین سے متعلقہ معاملہ ہے اور آپ سے متعلقہ معاملہ ہے اس لئے اس قرارداد کو آپ ہاؤس کمیٹی میں refer کر دیں۔ وہاں پر دیکھ لیں، جو ہاؤس کمیٹی اور آپ کی منشاء ہو ویسے کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں ابھی تو ہمارے پاس مکمل طور پر اس کا نوٹس بھی نہیں آیا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ request آپ کو براہ راست بھی کی جا سکتی ہے۔ اب یہ ہاؤس کس طرح سے آپ کو کچھ کہے گا؟ یہ معاملہ ہاؤس کمیٹی کا ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! میری یہ درخواست ہے کہ اس قرارداد کو Finance Committee میں refer کر دیا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): ٹھیک ہے، اس issue کو آپ فنانس کمیٹی میں refer کر دیں۔ آپ جس طرح مناسب سمجھیں کر لیں۔

جناب سپیکر: تو یہ قرارداد Finance Committee کے سپرد کی جاتی ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! آپ نے یہ بڑا اچھا فیصلہ کیا ہے۔ پنجاب اسمبلی کے گریڈ-16 کے تقریباً تیس، چالیس ملازمین کا یہ مسئلہ ہے۔ باقی محکموں میں گریڈ-16 کے ملازمین کو medical reimbursement ملتا ہے لہذا میں سمجھتی ہوں کہ پنجاب اسمبلی کے ملازمین کو بھی یہ ملنا چاہئے۔ فنانس کمیٹی کے پاس یہ اختیارات ہیں، وہ کر سکتے ہیں اور اس کو کرنا بھی چاہئے۔ یہ نہ ہو کہ فنانس کمیٹی اس کو سنے اور بعد میں کہے کہ ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں یا ہم ان کو نہیں دے سکتے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے اور پنجاب اسمبلی کے ان چالیس ملازمین کو یہ medical reimbursement دیا جانا چاہئے۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ جی، محترم شیخ صاحب!

قرارداد پیش کرنے کے لئے قواعد کی معطلی کی تحریک

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 27، قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کرکے سوئی گیس کے ناقابل برداشت چھ گنا بلوں کو فوری طور پر کالعدم قرار دینے کے بارے میں قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

جناب سپیکر: میرے خیال میں ہمارے پاس اس کا مکمل نوٹس نہیں ہے لہذا کل تک اس کو pending کر لیتے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ انتہائی important مسئلہ ہے، کل آپ نے آج کے لئے مہربانی کی تھی۔ آپ وزیر قانون صاحب سے پوچھ لیں۔ لوگ اس پر سڑکیں بلاک کر رہے ہیں۔ وفاقی حکومت نے اس کے بل چھ گنا کر دیئے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ یہ بہت زیادتی ہے اور یہ لوگوں کے ساتھ ظلم ہے کہ کسی justification کے بغیر بل بڑھا دیئے گئے ہیں۔ جس کا بل ایک ہزار روپے آ رہا تھا اس کا چھ ہزار بل ہو گیا ہے اور جس کا بل چار سو روپے تھا اس کا بل تین ہزار روپے ہو گیا ہے۔ اس پر لوگ واقعی بڑے پریشان ہیں اور اگر ہاؤس کی sense ہو تو اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: اس پر بحث کروالیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): چونکہ اس کو rules suspend کرکے ہی پیش کیا جا سکتا ہے۔ آپ ہاؤس کی sense لیں کیونکہ rules suspend تو ہاؤس ہی کر سکتا ہے۔

جناب سپیکر: اس کی ابھی فائل ہی نہیں ہے، میرے پاس اس کی کاپی ہی نہیں ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): اس کی کاپی انہوں نے مجھے فراہم کی ہے اگر آپ کو کاپی نہیں پہنچی تو وہ آپ کو پہنچا دیتے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں نے آپ کو بھی ایک کاپی دی تھی۔ یہ اتنا اہم معاملہ ہے، لوگ اس بارے میں بہت پریشان ہیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ لوگوں کو ایک ہزار کا بل چھ ہزار آگیا ہے۔

جناب سپیکر: اس کو کل تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔

کرنل (ریٹائرڈ) شجاع خانزادہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں ایک بڑی important قرارداد پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں انگریزی میں اس کو پڑھ دیتا ہوں۔ یہ میں نے ابھی سیکرٹری صاحب کو دی ہے اور آپ کے پاس آجائے گی۔

جناب سپیکر: میرے نوٹس میں تو نہیں ہے۔ جب تک آپ کی قرارداد میرے پاس نہیں آئے گی اس وقت تک میں کوئی بات نہیں کر سکتا۔

کرنل (ریٹائرڈ) شجاع خانزادہ: جناب سپیکر! آپ کی خصوصی شفقت اور اجازت کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر: خانزادہ صاحب! آپ تو ماشاء اللہ بہت سمجھ دار ہیں۔ جب تک میرے پاس آپ کی قرارداد نہیں آئے گی تو اس وقت تک میں کچھ نہیں کر سکتا۔ ابھی مجھے کیا معلوم کہ آپ کیا پڑھ رہے ہیں؟ آپ کو خان صاحب لقمے دے رہے ہیں وہ لے لیں۔

کرنل (ریٹائرڈ) شجاع خانزادہ: جناب سپیکر! اجازت دیں تو میں اس کو پڑھ دیتا ہوں کیونکہ یہ بہت ضروری ہے۔

جناب سپیکر: مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ قرارداد آپ نے آج ہی دی ہے، ابھی تو اس کو نمبر بھی نہیں لگا۔ آپ اس کو کل پیش کر لینا۔ دیکھیں، قواعد و ضوابط کو بھی مدنظر رکھنا ہوتا ہے۔

کرنل (ریٹائرڈ) شجاع خانزادہ: جناب سپیکر! میں صرف اسے پڑھنے کی اجازت مانگ رہا ہوں۔ اگر آج میں اس کو پڑھ دوں گا تو اس سے کیا ہو جائے گا؟

جناب سپیکر: اگر آپ کل پڑھ لیں گے تو پھر کیا ہو جائے گا؟

کرنل (ریٹائرڈ) شجاع خانزادہ: جناب سپیکر! یہ بڑا ضروری ہے۔

جناب سپیکر: یہ آپ کو پیچھے سے کیا کہہ رہے ہیں؟

کرنل (ریٹائرڈ) شجاع خانزادہ: نہیں، کوئی کچھ نہیں کہہ رہا۔ یہ قرارداد بہت ضروری ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اگر کرنل صاحب کو پڑھنے کی اجازت دی گئی تو پھر میں بھی اپنی قرارداد پڑھوں گا۔

جناب سپیکر: نہیں، یہ مناسب نہیں ہے۔ کرنل صاحب! مہربانی کر کے آپ اس کو کل کے لئے رکھ لیں۔ ان کی یہ قرارداد کل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔

کرنل (ریٹائرڈ) شجاع خانزادہ: جناب سپیکر! کل تو یہ نہیں ہو سکے گی کیونکہ کل قرارداد کا دن نہیں ہے۔ کل پرائیویٹ ممبرز ڈے نہیں ہے۔ یہ تو آج ہی پیش ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی بات نہیں، اگر ہاؤس اجازت دے تو rules suspend ہو سکتے ہیں۔

کرنل (ریٹائرڈ) شجاع خانزادہ: جناب سپیکر! اگر آج پیش ہو جائے گی تو ایک بہت اچھا message جائے گا۔ ابھی اس کا وقت ہے پھر یہ لیٹ ہو جائے گی۔

عام بحث

جناب سپیکر: نہیں، مجھ سے غلطی نہ کروائیں، قواعد و ضوابط سے ہٹ کر بات نہیں ہو گی۔ آپ کی بڑی مہربانی۔ آپ ماشاءاللہ سمجھ دار ہیں اور میری بات آپ کو سمجھ آ جانی چاہئے۔ بہت شکریہ

آج کے ایجنڈے کا اگلا item عام بحث ہے۔ عام بحث کی پہلی تحریک محترمہ نسیم لودھی صاحبہ کی جانب سے ہے۔ وہ اپنی تحریک پیش کریں۔ محترمہ نسیم لودھی صاحبہ!

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! محترمہ نسیم لودھی صاحبہ موجود نہیں ہیں لیکن یہ معاملہ اسمبلی کے ملازمین کے حوالے سے ہے اس لئے اس کو اگلے منگل تک کے لئے pending کر لیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے، اس کو next Tuesday تک pending کیا جاتا ہے۔

چوہدری عامر سلطان چیمہ: بڑی مہربانی۔

جناب سپیکر: عام بحث کے لئے دوسری تحریک محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ کی جانب سے ہے۔ سیکرٹری صاحب! نوٹ کریں، آئندہ جب بھی کوئی معزز رکن آپ کو کوئی قرارداد پیش کرتا ہے تو اس کے ساتھ "صاحب" یا "جناب" کا لفظ ضرور لکھا کریں جس طرح سے آپ لکھ رہے ہیں یہ مناسب نہیں ہے۔ عملہ کو ہدایت کریں۔ جی، محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ! آپ اپنی تحریک پیش کریں۔

صوبہ بھر اور لاہور کے تھیٹروں میں بے ہودہ ڈانس سے پیدا ہونے والی صورتحال پر عام بحث

(---جاری)

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ:

"صوبہ بھر کے تمام تھیٹروں، بشمول لاہور شہر میں بے حیائی، فحاشی اور بے ہودہ ڈانس کی وجہ سے پیدا ہونے والی صورتحال کو زیر بحث لایا جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"صوبہ بھر کے تمام تھیٹروں، بشمول لاہور شہر میں بے حیائی، فحاشی اور بے ہودہ ڈانس کی وجہ سے پیدا ہونے والی صورتحال کو زیر بحث لایا جائے۔"

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر ہاؤس اس پر بحث کرنا چاہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ اس کو بزنس ایڈوائزری کمیٹی کو refer کر دیں۔ قائد حزب اختلاف اور دوسرے پارلیمانی لیڈروں کی مشاورت سے جب بھی مناسب ہوا اس کے اوپر time رکھ لیا جائے گا لیکن حکومت اس بارے میں بڑے effective measures لے رہی ہے اور تھیٹروں میں یہ جو بے حیائی، فحاشی اور بے ہودہ ڈانس کروائے جا رہے ہیں ان کے اوپر پابندی بھی لگائی گئی ہے اور جو لوگ اس میں ملوث پائے گئے ہیں ان کے خلاف تادیبی کارروائی کی گئی ہے اور کی جا رہی ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! اس پر بحث کے لئے دن مقرر کیا جائے۔

جناب سپیکر: وہ تو کہہ رہے ہیں کہ Advisory Committee کے سپرد کر دیا جائے۔ محترمہ آپ فرمائیں!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب والا! اگر آپ اس پر کوئی دن مقرر کروانا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس طرح سے دن مقرر کرنے کے حق میں نہیں ہوں۔ معاملہ یہ ہے کہ قائد حزب اختلاف اور دوسرے اپوزیشن کے جو ممبران ہیں وہ Business Advisory Committee کے ممبر بھی ہیں اور وہاں پر ان کو پتا ہی ہے کہ انہوں نے جب بھی کسی بھی صورتحال پر بحث کے لئے بات کی ہے تو ہم نے اس کو concede کیا ہے۔ اس معاملے کو یہ قائد حزب اختلاف کے ذریعے یا جناب اعجاز شفیع صاحب کے ذریعے جو کہ Business Advisory Committee میں لے جائیں۔ اگر یہاں پر بحث کرنی ہے تو پھر ٹھیک ہے کر لیں۔

جناب سپیکر: پھر تو آپ oppose ہی کریں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جی، بالکل لیکن میں تو چاہتا ہوں کہ وہ اس کو واپس لیں اور یہ معاملہ Business Advisory Committee کو refer کر دیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پورا House اور آپ بھی اس بات کو مدنظر رکھیں کہ اس مسئلے پر ہائی کورٹ کی ایک recent judgement ہے اور اسی issue پر ہے۔ پنجاب حکومت نے dances ban کئے تھے جس پر ہائی کورٹ نے judgement دی ہے۔ جو بحث اس وقت کی جا رہی ہے اس میں ہائی کورٹ کی judgement کو بھی سامنے رکھا جائے کیونکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ dances پر پابندی نہ لگائی جائے۔ یہ سارا معاملہ وزیر قانون کے علم میں ہو گا۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جیسا کہ میرے بھائی نے کہا ہے دوبارہ سے ہائی کورٹ نے اجازت دی ہے کہ بے ہودہ dances کو دوبارہ سے شروع کر دیا جائے۔

آوازیں: نہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! دیکھیں ہائی کورٹ نے بے ہودہ کا نہیں کہا۔ ہائی کورٹ نے صرف dances کی اجازت دی ہے۔ یہ بات contempt of court میں آتی ہے اور میں یہ بات نہیں کر رہا، وہ کہہ رہی ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! پھر اس بات پر بحث کی جائے کہ اخلاقیات میں رہنے والے dances کون سے ہوتے ہیں اور بے ہودہ کون سے ہوتے ہیں؟ اس کو differentiate کیا جائے۔

جناب سپیکر: اگر آپ discussion کرنا چاہتی ہیں تو آپ اپنی تقریر شروع کریں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہوں گی کہ ہمارا ملک چونکہ ایک اسلامی ریاست ہے۔ اس طرح کے dances اور vulgar language اور جس طرح کے dialogues theater میں بولے جاتے ہیں اس کا ہماری نئی نسل پر اور خاص طور پر طلباء وطالبات پر negative اثر ہو رہا ہے۔ وہاں پر ایک ایسا مافیا جنم لے چکا ہوا ہے جو کہ وہاں پر movies بناتا ہے اور ساری باتیں record کرتا ہے اس کے علاوہ سارے dances اور dialogue بھی record کرتا ہے پھر کیبل کے ذریعے ٹیلی ویژن پر دکھاتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے ٹی وی پر ایک مخصوص چینل بھی بنا دیا گیا ہے جو صبح شام چلتا رہتا ہے اور اس پر وہ vulgar dances نمایاں کرتے ہیں۔ میں اس پر یہ request کرنا چاہتی ہوں کہ اس طرح کی قانون سازی ہونی چاہئے کہ اس پر سخت سے سخت سزا رکھی جائے۔ اگر کوئی monitoring cell بھی بنا ہوا ہے تو اس cell میں کوئی بھی شخص کسی کی favour کر کے اس چیز کو آگے فروغ نہ دے۔ عوامی نمائندوں کی کوئی ایسی ٹیم بنا دی جائے جو اس کو discourage کرے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ اس بات پر آپ ضرور توجہ دیں کیونکہ یہ ہماری نئی نسل کو خراب کر رہے ہیں۔ ہمارا معاشرہ اس بات کی اجازت ہی نہیں دیتا کہ تھیٹر پر اور ٹیلی ویژن پر ان dances کو display کیا جائے۔ آرٹس کونسل والے بھی یہ چیز کر رہے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ وہاں پر bomb blasting بھی کی گئی ہے۔ تماثیل تھیٹر کے باہر اور الفلاح تھیٹر کے باہر crackers پھینکنے کی آخر کیا وجہ تھی؟

جناب سعید اکبر خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! محترمہ نے فرمایا ہے کہ بے شک عوامی نمائندوں کی ایک کمیٹی بنا دی جائے جو ان dances کو دیکھے۔ ہمارے پاس تو پہلے ہی بہت کام ہے اور نہ ہی ہم اس طرح کے کاموں کو دیکھ سکتے ہیں۔ ہم تو پہلے ہی بہت مصروف ہیں اور اس قسم کے dances کو دیکھنے کے لئے ہمارے پاس وقت ہے اور نہ ہی اس قسم کے کاموں پر ہم اپنا وقت ضائع کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ ساجدہ میر صاحبہ!

محترمہ ساجدہ میر: جناب والا! آج کا جو کلچر اور ثقافت ہے اس میں سے پاکستان کے کلچر اور ثقافت کو بالکل ہی نکال دیا گیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ پہلے سکولوں میں باقاعدہ ڈانس کی کلاسیں ہوا کرتی تھیں لیکن کبھی بھی کسی نے اعتراض نہیں کیا کہ وہاں پر vulgar dance ہو رہا ہے۔ یہ entertainment کا پروگرام ہے اس میں اگر پاکستان کا کلچر نظر آئے تو بہتر ہے۔ اس سے crime کم ہوتا ہے اور اس پر پابندی نہیں لگنی چاہئے اس لئے میں یہ گزارش کرنا چاہوں گی کہ یہ ہونا چاہئے بلکہ جو بچے دوسری طرف جاتے ہیں یعنی چوریاں ڈکیتیاں کرتے ہیں اگر ان کے تفریحی مشاغل ہوں گے تو میں سمجھتی ہوں کہ جرائم بھی کم ہوں گے اس لئے اس پر پابندی نہیں لگنی چاہئے۔ ہم کوئی مذہبی تو نہیں ہیں اور میں سمجھتی ہوں کہ اگر کوئی نہیں دیکھنا چاہتا تو وہ نہ دیکھے۔

جناب سپیکر: اب آپ تشریف رکھیں۔ ان کی بات ہو لینے دیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: پہلے mover کو بات کرنے دیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب والا! culture represent کرنا ایک اور بات ہے۔ پیپلز پارٹی کا کلچر اگر اس طرح کے بے ہودہ۔۔۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: محترمہ! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔ Order please. Order please۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! اس پر مکمل پابندی لگنی چاہئے اور اگر یہ کلچر کی بات کرتے ہیں تو یہ اپنے کلچر کو represent کریں۔ کلچر یہ نہیں ہے کہ آپ mini skirt پہن کر dances کریں۔

اگر آپ کہیں گے تو ہم آپ کو show بھی کروا سکتے ہیں۔ میرے پاس اس کا ریکارڈ ہے اور یہ اس قدر بے ہودہ dances تھے جن کی ہمارا معاشرہ اجازت ہی نہیں دیتا۔ اس کو ہم کلچر سے کیسے compare کر سکتے ہیں۔.That is not our culture جو ہماری ثقافت ہے میری بہن تو اس سے بالکل متضاد بات کر رہی ہیں۔ آپ نے سنا ہو گا کہ بازار حسن میں بھی خواتین لائسنس لے کر بیٹھی ہوئی ہیں جنہیں جانا ہے وہ ادھر جا کر dances دیکھ سکتے ہیں۔ تھیٹر ہماری representation کرتے ہیں ، ہماری ثقافت کو show کرواتے ہیں۔ تھیٹر کو اس قسم کے بے ہودہ dances کو show نہیں کروانا چاہئے۔ اگر جنہوں نے dances دیکھنے ہیں یا جو نمائندہ ڈانس دیکھنا چاہتا ہے وہ کہیں اور جا کر بھی دیکھ سکتا ہے یہاں پر نہیں دیکھ سکتا۔ میں آپ سے یہ گزارش کرتی ہوں کہ یا تو مکمل طور پر اس پر ban لگا دیا جائے۔ میرے بھائی نے ابھی بات کی تھی کہ کیا ہم جا کر ڈانس دیکھیں، میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا، میں monitoring team کو کہہ رہی تھی۔۔۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: ان کو تقریر کرنے دیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! کوئی ایسی monitoring team ہونی چاہئے جو اس کو monitor کرے۔ میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ عوامی نمائندے جا کر ڈانس دیکھیں، میں تو اس کو condemn کر رہی ہوں۔ اگر کوئی cell بنا ہوا ہے تو کون اس کو لے کر چل رہا ہے، کون سی پالیسی کے تحت وہ cell بنا ہوا ہے؟ میرے خیال میں تو کوئی monitoring cell نہیں بنا ہوا میں چاہتی ہوں کہ monitoring cell بنایا جائے تاکہ ہم خود چیک کر سکیں کہ وہاں پر یہ بے حیائی اور فحاشی کو ختم کرنا چاہئے۔ اس پر میں آپ سے request کرنا چاہتی ہوں۔۔۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: اگر کوئی معزز رکن اس پر بحث کرنا چاہتا ہے تو ضرور کرے۔ ہمیں اس پر رائے دینی چاہئے کہ یا تو ہمیں اس کو totally ختم کرنا چاہئے یا پھر ہمیں بتا دیا جائے کہ ہائی کورٹ کے فیصلے کے مطابق اخلاقیات کے دائرے میں رہ کر کس قسم کا ڈانس کرنا چاہئے۔ یہ پھر ان کو show کروا دینا چاہئے۔

جناب سعید اکبر خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! میرا بڑا genuine point of order ہے۔ گزارش ہے کہ محترمہ نے جو یہ بات کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہتر ہے لیکن انہوں نے کہا ہے کہ اس پر ایک کمیٹی بنا دی جائے۔ میں نے اس پر اعتراض کیا اور میں نے serious اعتراض کیا، انہوں نے کہا کہ میرا یہ مقصد نہیں تھا کہ ان dances کو یہ دیکھیں۔ monitoring کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی ڈانس شاید مجھے برا لگے اور کرنل صاحب کو اچھا لگے۔ (قہقہے)

جناب سپیکر: میرے خیال میں آپ کمیٹی سے بچنا چاہتے ہیں اور کرنل صاحب کو کہنا چاہتے ہیں کہ آپ کمیٹی میں جائیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! میرا مقصد یہ نہیں ہے۔ میں نے ایک بات کی ہے کہ ایک چیز کسی کو اچھی لگتی ہے دوسرے کو بری لگتی ہے۔ اس کے لئے ہائی کورٹ کی judgement آ گئی ہے۔ جس طرح شیخ صاحب نے فرمایا ہے کہ اس کو under discussion لایا جا سکتا ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: نہیں اس کو زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔

جناب سعید اکبر خان: آپ کی observation آ گئی، بہت بہتر ہے۔ اس پر ایک بہت بڑی discussion چل سکتی ہے اور جیسے کہتے ہیں کہ ہر دیکھنے والے کی نظر مختلف ہوتی ہے۔ جو چیز ایک کو بُری لگتی ہے، دوسرے کو اچھی لگتی ہے تو اس پر آپ بحث کو سمیٹ ہی نہیں سکتے۔ اس پر کوئی verdict آ ہی نہیں سکتا۔ سب سے بہتر بات یہ ہے کہ محکمہ کلچر definitely ان کو کنٹرول کرے اور اخلاقیات سے ہٹ کر ایسی چیزوں پر وہ قدغن لگائے۔ ایک دم ہر چیز پر پابندی لگاتے جائیں گے تو یہ معاشرہ اور زیادہ برائی کی طرف جائے گا تو اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ان کی بات اصولی لحاظ سے بہتر ہے لیکن اس پر اتنا strict ہو جانا کہ عوامی نمائندوں کی ایک کمیٹی بنا دی جائے یا اس پر کچھ اور کیا جائے۔ اس کا محکمہ ہے ان کو آپ direction دیں کہ ان کے اوپر کنٹرول کریں اور اس طرح کی غلط حرکت نہ ہونے دیں، یہ سب سے بہتر ہو گا۔

جناب سپیکر: جی، ملک اعتبار صاحب! بڑی دیر سے پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہیں۔

ملک اعتبار خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرے بھائی نے ابھی کمیٹی بنانے کے حوالے سے مخالفت کی ہے میں ان سے معذرت کے ساتھ تھوڑا اختلاف کروں گا اور یہ suggest کروں گا کہ ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو یہ determine کرے کہ کون سے vulgar dances ہیں اور کون سے vulgar نہیں اور میں propose کرتا ہوں کہ شجاع خانزادہ کی زیر قیادت وہ کمیٹی تشکیل دے دی جائے تو میرے خیال میں کافی بہتر انداز میں رزلٹ آئے گا۔

کرنل (ر) شجاع خانزادہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، خانزادہ صاحب!

کرنل (ر) شجاع خانزادہ: جناب سپیکر! ملک اعتبار صاحب نے ابھی جو بات کی ہے، ملک صاحب میرے ساتھ رجمنٹ میں رہے ہیں جب میں کپتان تھا تو یہ اس وقت لیفٹیننٹ آئے تھے تو پہلی بات تو یہ ہے کہ ملک صاحب نے کمیٹی کی جو proposal دی ہے میں اس کمیٹی سے بالکل disagree کرتا ہوں، میں نوانی صاحب کے ساتھ ہوں۔ یہ ہمارے ملک کے کلچر کا معاملہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہماری کلچر منسٹری اس سارے subject کو دیکھے اور یہ partition کرنا کہ یہ vulgar dance اور یہ nonvulgar dance ہے بڑا مشکل ہو جائے گا کیونکہ کوئی audience کہے گا یہ vulgar ہے اور کوئی کہے گا یہ vulgar نہیں ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس بحث کو یہیں ختم کرنا چاہئے اور یہ معاملہ کلچر منسٹری کو بھیج دینا چاہئے کہ وہ خود اس کو دیکھے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! آج یہ issue raise ہوا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت ہی important issue ہے آپ دیکھیں کہ جس نے اپنی مرضی سے ڈرامہ وغیرہ دیکھنا ہے وہ تھیٹر میں جا کر دیکھ لے گا لیکن آج یہ حشر ہو رہا ہے کہ ٹی وی چینل کیبلز کے اوپر دوسرے تفریحی پروگرام کم ہیں اور سٹیج ڈراموں کے لئے انہوں نے کوئی چار چار، پانچ پانچ چینل fix کئے ہوئے ہیں مجھے نہیں سمجھ آ رہی کہ نوانی صاحب اور دوسرے دوستوں نے کیسے کہا، وہاں گانے چل رہے ہوتے ہیں،

"مینوں نوٹ وکھا میرا موڈ بنے"، "وے جیجھی پا گجرا"، "منجی تھلے ڈانگ پھیر دا۔" اس طرح کے واہیات گانے وہاں پر چل رہے ہوتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: اعجاز شفیع صاحب! ماشاء اللہ آپ پارلیمنٹیرین ہیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! میری گزارش سن لیں جب تک ہم نمائندہ لوگ اس کے اوپر ایکشن نہیں لیں گے کیونکہ جو کمیٹی بنائی گئی ہے اگر وہ حکومت کی effective committee ہوتی تو میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ نہ صرف گانے بلکہ ان کے اندر جو جگتیں بولی جاتی ہیں وہ میں یہاں پر بولنا توہین سمجھتا ہوں کہ سٹیج پر اتنی vulgar باتیں بولی جاتی ہیں۔ وہاں گھروں کے اندر ہمارے کم عمر بچے ہیں، بچیاں بھی ہیں اور باقی سارے لوگ ہیں تو ٹی وی چینل پر یہ ساری فحاشی دکھائی جاتی ہے۔ میری اس میں گزارش یہ ہے کہ جو کمیٹی ڈراموں میں vulgar باتوں کو ختم کرنے کے لئے ہے اس کو effective کریں یا ہاؤس کی کمیٹی بنائی جائے۔ ہماری یہ ذمہ داری ہے کیونکہ ہم نے اس معاشرے کو مغربی معاشرہ نہیں بنانا، ہم نے اس معاشرے کو انڈیا کے کلچر پر نہیں لے کر جانا۔ ہماری آج کی تباہی کا موجب انڈین موویز، یہ vulgar ڈرامے اور یہ vulgar dances ہیں اور آج ہم راہِ راست سے بھٹک چکے ہیں۔ اگر آج ہم ان انڈین موویز یا ڈراموں کا سدباب نہیں کریں گے تو ہماری آئندہ آنے والی نسل ڈسکو نسل ہو سکتی ہے وہ پارلیمنٹرین نہیں ہوں گے، وہ اس ملک کی تعمیر و ترقی نہیں کریں گے، وہ اس پاکستان کو آگے کی طرف نہیں لے جا سکیں گے بلکہ یہ پاکستان جو ہمارے بزرگوں اور قائداعظم نے ہمیں دیا ہے وہ اس کا ستیاناس کر دیں گے اور یہ ان فلموں اور ایسے کلچر نے کرنا ہے۔ یہ بہت سنجیدہ issue ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ رانا ثناء اللہ صاحب ماشاء اللہ بہت expert ہیں، لاء منسٹر ہیں اور اس کا کوئی نہ کوئی حل نکال سکتے ہیں اس لئے ان کی سربراہی میں ہی یہ کمیٹی تشکیل دے دی جائے۔ میری گزارش یہی ہے کہ اس پر legislation بھی ہونی چاہئے اور اگر حکومت ہمیں کہتی ہے تو ہم پرائیویٹ بل لے کر آتے ہیں اور اگر حکومت خود لانا چاہتی ہے تو لے کر آئے ہم ان کا ساتھ دیں گے۔ آج اگر ہم اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہاتھوں سے remote کھینچ لیں گے تو وہ نفسیاتی مریض ہو جائیں گے۔ آج میں اس ہاؤس کے سامنے پورے یقین سے کہتا ہوں

کہ ہر ٹی وی کیبل چینل نے 10/8 چینل ان vulgar dances اور vulgar ڈراموں کے لئے fix کئے ہوئے ہیں تو بچوں کے لئے تفریحی پروگراموں اور historical پروگراموں کو کیوں فروغ نہیں دیا جارہا تاکہ ہماری نئی نسل ہماری history، پاکستان بننے کی تاریخ دیکھے اور ہمارے اسلامی کلچر کو دیکھے تو میری یہ گزارش ہے کہ اس ہاؤس کی ضرور کمیٹی ہونی چاہئے اور اس issue کو مذاق اور غیر سنجیدگی سے نہیں ٹالنا چاہئے کیونکہ یہ بڑا serious نوعیت کا issue ہے اس لئے اس پر legislation بھی ہونی چاہئے اور اس کلچر کا خاتمہ بھی ہونا چاہئے۔ تفریح ہونی چاہئے ہم تفریح کے خلاف نہیں ہیں یا ہم اپنے ان لوگوں کو criticism نہیں کر رہے لیکن اصلاحی قسم کی تفریح ہونی چاہئے تاکہ معاشرے میں اصلاح اور بہتری پیدا ہو۔

ڈاکٹر آمنہ بٹر: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ آج اپوزیشن کی طرف سے بار بار کھڑے ہو کر یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ بے حیائی اور فحاشی ختم ہونی چاہئے، یہ بے حیائی اور فحاشی پھیلائی کس نے ہے؟ یہ سارے تھیٹر ان کی حکومت کے دور میں پھیلے ہیں اور اب عوام کو یہ entertainment مل رہی ہے تو یہ اس کے خلاف legislation کرانا چاہتے ہیں، یہ عوام کا حق ہے، ہمارے کلچر کا حصہ ہے اس کو اور طریقے سے regulate کیا جائے اور میری یہ درخواست ہے کہ کمیٹی نہ بنائی جائے بلکہ کلچر منسٹر یہ فیصلہ کریں۔

جناب احمد خان بلوچ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بلوچ صاحب!

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ نوانی صاحب نے مخالفت کی ہے کہ کمیٹی نہ بنائی جائے۔ میری اس میں ایک تجویز ہے کہ کمیٹی بنائیں لیکن اس میں مولانا چنیوٹی صاحب اور عمر رسیدہ آدمیوں کو رکھیں، نوجوانوں کو نہ رکھیں، یہ وہاں جا کر ڈنڈی ماریں گے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ جی، نہیں۔ میرے لئے تمام ممبران قابل احترام ہیں۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں محترمہ نے جو تحریک پیش کی ہے اس پر انہوں نے بھی بات کر لی ہے اور کافی ممبران نے بھی بات کر لی ہے۔ آج ہم نے law and

order پر بحث کے لئے وقت مختص کیا تھا۔یہ معاملہ بھی اسی سے متعلقہ بن جاتا ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ آپ law and order پر بحث کا آغاز فرمائیں اور اس میں جن دوستوں نے خصوصاً اس issue پر بات کرنی ہو گی تو وہ بھی اپنی بات کر لیں۔

جناب سپیکر: یہ مناسب بات ہے۔جی، وزیر ثقافت!

وزیر کھیل/امور نوجوانان وثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! جس طرح یہ تحریک پیش ہوئی ہے تو اس پر حکومت کا واضح موقف ہے کہ حکومت بے حیائی، فحاشی اور بے ہودہ ڈانس کے خلاف ہے۔اس پر ہائیکورٹ کی ruling بھی ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ جس ڈانس کی یہ بات کر رہے ہیں یہ ڈانس انہی کا پیدا کردہ ہے۔ان کے دور حکومت میں روشن خیال پاکستان نے وجود لیا تھا۔ہم اس کے خلاف ہیں، حکومت بالکل اس کی اجازت نہیں دیتی اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں تو on the record یہ بات ہے کہ حکومت ان کو ban بھی کرتی ہے۔اس کے علاوہ ہر سکرپٹ حکومت سے approval کے بعد ان تک پہنچتا ہے۔اگر ان کے علم میں ایسی کوئی بات ہے تو یہ آ کر بتائیں تو حکومت اس پر کارروائی کرے گی۔یہ اسی کا ذکر کر رہے ہیں جو پانچ سال مشرف کے اشاروں پر ہوتا رہا ہے۔اب ایسی کوئی بات نہیں ہو رہی۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! جس نے یہ حرکتیں کی ہیں اللہ کے فضل سے اس کو تو نتیجہ مل گیا ہے۔اس کو انہی لوگوں نے guard of honour دے کر گھر بٹھایا ہے۔انہی لوگوں نے اس کو سر کا تاج بنایا ہوا ہے جبکہ اس کو behind the bars ہونا چاہئے تھا۔

صوبہ میں امن وامان کی صورتحال پر بحث

(---جاری)

جناب سپیکر: اب اس بات کو چھوڑ دیں۔وزیر صاحب نے اس کو wind up کر دیا ہے۔جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ مورخہ 13۔فروری 2009 کو امن عامہ پر بحث کا آغاز وزیر قانون کی تقریر سے

ہوا تھا آج بھی بحث جاری رہے گی، جو اراکین اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں اور اپنے نام نہیں بھجوا سکے وہ اپنے نام بھجوا دیں، میں پہلے سے موجود فہرست کو پڑھ دیتا ہوں۔

پہلا نام اعجاز احمد خان صاحب کا ہے اور ان کے بعد ملک احمد حسین ڈیہر، جناب احمد خان بلوچ، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ، رانا محمد افضل صاحب، ملک وارث کلو صاحب، میاں محمد رفیق صاحب، جناب علی اصغر منڈا صاحب، جناب کاشف رحیم صاحب، جناب محمد سعید مغل صاحب، رانا تنویر ناصر صاحب، محترمہ عائشہ جاوید صاحبہ، جناب شیر علی خان صاحب، جناب عامر سلطان چیمہ، چودھری محمد ارشد صاحب، محترمہ طیبہ ضمیر صاحبہ، میاں شفیع محمد صاحب، جناب طاہر احمد سندھو، جناب شاہجہاں احمد بھٹی، محترمہ عظمیٰ بخاری صاحبہ، محترمہ نسیم لودھی صاحبہ، جناب جوئیل عامر سہوترا، جناب شاہ رخ ملک صاحب، ملک عامر ڈوگر صاحب، انجینئر قمر الاسلام صاحب، جناب مسعود دلالی، رائے محمد اسلم کھرل اور ڈاکٹر آمنہ بٹر صاحبہ! یہ نام ابھی تک میرے پاس آئے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میرا نام نہیں ہے۔ میں نے بھی چٹ دی تھی۔

جناب سپیکر: آپ کا نام زراعت پر بحث کے لئے تھا۔ آج law and order پر بحث ہے۔ اب آپ کی چٹ میرے پاس آ گئی ہے۔ شاہ صاحب! میں آپ کو کہیں نہ کہیں adjust کرنے کی کوشش کروں گا لیکن آپ کا نام بڑی دیر سے آیا ہے۔ آپ کا نام 29 نمبر پر ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں اس پر بھی خوش ہوں۔

جناب سپیکر: ہر ممبر کے لئے کتنا وقت ہونا چاہئے۔

سید حسن مرتضیٰ: 15 منٹ ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر: میں تو رات کے 11 بجے تک بیٹھا رہوں گا لیکن آپ سے نہیں بیٹھا جائے گا پھر آپ کہتے ہیں کہ مجھے ادھر درد ہو گئی اور ادھر درد ہو گئی ہے اور میں جا رہا ہوں۔ میرے خیال میں ایک مقرر کے لئے 10 منٹ کا وقت کافی ہے اگر کم ہو جائے تو بہتر ہے۔ اب اعجاز احمد خان صاحب سے بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ جی، اعجاز احمد خان صاحب!

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ اس وقت امن وامان کا مسئلہ صرف صوبہ پنجاب کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ پاکستان بھر کا مسئلہ ہے۔ آج جو بہت سی خرابیاں پاکستان کے اندر ہیں، معیشت میں خرابی یا ہمارے ملک کے اندر انڈسٹری بیٹھ گئی ہے اور بیرونی سرمایہ کاری ختم ہو گئی ہے تو اس کے اندر امن وامان کے نامساعد حالات ہی ہیں جن کی بنیاد پر ہمیں یہ challenges درپیش ہیں۔

جناب سپیکر! پنجاب کے معاملے کو زیر بحث لانے سے پہلے میں امن وامان کی خرابی میں جو دہشتگردی کا کردار ہے وہ میں آپ کے سامنے لانا چاہوں گا۔ یہ بات طے ہے کہ پاکستان کو آمریت نے جتنا نقصان پہنچایا ہے اس کی کہیں اور نظیر نہیں ملتی۔ آمروں کے اندر بھی جو بدترین آمر سابقہ ڈکٹیٹر پرویز مشرف تھا جس نے امریکہ کے مفادات کو تحفظ دیتے ہوئے افغانستان کی جنگ میں پاکستان کے interest کے بغیر پاکستان کو وہاں پر front state کے طور پر وہ کردار سونپا جس میں پاکستانیوں کا کوئی کردار نہیں تھا۔ عوام پاکستان اس جنگ میں، اس so-called terrorism میں بالکل interested نہیں تھے لیکن پرویز مشرف جس نے بندوق کے زور پر پوری قوم کو آٹھ سال تک یرغمال بنائے رکھا اس نے امریکہ کے مفادات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور اپنی regime کی continuity کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب جنرل محمود کو امریکہ نے 9/11 کے بعد کہا کہ ہمیں پاکستان کی terrorism کے خلاف support چاہئے تو جنرل محمود نے پرویز مشرف کو consult کیا تو پرویز مشرف نے اس کے اوپر قوم کی کوئی رائے لئے بغیر وہ support بھی ان کو advance کر دی جس کی American توقع کرتے تھے اور نہ انہوں نے formally اس بات کی demand کی تھی۔ اس کے نتیجہ میں ہم نے افغانستان میں وہی طالبان جو روس کے خلاف ہمارے پاکستان کی جنگ لڑتے رہے اور وہاں پر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے۔ ہم نے نتیجتاً طالبان کو مارنے کے لئے امریکہ کی dictation پر ایک ایسا mission شروع کیا جس کے نتیجے میں آج دہشتگردی صرف صوبہ سرحد میں نہیں ہے بلکہ دہشتگردی آپ کے پورے ملک میں پہنچ چکی ہے اور آج سب سے بڑا challenge قوم کو یہ ہے کہ suicide bomber سے کس طرح محفوظ رہا جا سکے؟ میں یہ عرض کروں گا کہ اس نتیجہ میں نہ صرف American C.I.A بلکہ Indian Intelligence

Agency "را" اور اسرائیل کی ایجنسی "موساد" اور Great Britain کی Intelligence Agency نے اس علاقے کے اندر اپنی مذموم سازشیں شروع کر رکھی ہیں۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ پوری قوم متحد ہو اور ہم پاکستان کی solidarity اور سالمیت کے خلاف جو شرمناک حرکات ہیں ان کو مل کر counter کریں اس کے لئے unjust insurgency وزیرستان، فاٹا اور سوات میں ہیں اس پر میری یہ تجویز ہو گی کہ قومی کانفرنس بلائی جائے اور اس میں تمام سیاسی پارٹیوں کو call کیا جائے اور اس کو ایجنڈا نمبر ایک پر رکھا جائے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ پچھلے دنوں جب میں صوبہ پنجاب کے اندر امن و امان پر اپنی گزارشات پیش کر رہا تھا تو میں نے اس ہاؤس کے floor پر یہ گزارش بھی کی تھی کہ جس طرح پاکستان اور پنجاب کے اندر Anti terrorism courts کام کر رہی ہیں اسی طرح پولیس ڈیپارٹمنٹ کے اندر ایک Anti terrorism force بھی تشکیل دی جانی چاہئے جس کے دوسرے دن بعد جناب چیف منسٹر پنجاب نے اس پر حکم نامہ جاری کیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ پاکستانیوں کی جانیں اور املاک کی حفاظت کے لئے ہماری پنجاب کی پولیس اپنا کردار ادا کرے گی۔ ہمیں ایک ایسی full time force چاہئے جو بنیادی طور پر ان کے تانے بانے کے اوپر کام کرے۔ suicide bombers جن جن علاقوں میں پیدا ہو رہے ہیں ان کے پیچھے کون سے objectives ہیں اور وہ کیوں اس کی طرف motivate ہو رہے ہیں لہذا اس پر کام ہونا چاہئے اور ان کو جڑ سے ہی اکھاڑنا چاہئے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ اس وقت پنجاب میں سٹریٹ کرائم کی بڑی بات ہوتی ہے۔ لوگوں نے اپنی جیبوں سے خرچ کر کے لاہور بھر کے اندر شاہراہ عام پر گیٹ اس لئے تنصیب کئے ہیں کہ ان گلیوں اور سڑکوں کے اندر مائیں، بہنیں اور باقی احباب باہر نہیں نکل سکتے کیونکہ کوئی پتا نہیں کہ کس وقت موٹر سائیکل پر کچھ لوگ آکر gun point پر ان سے نقدی اور موبائل وغیرہ چھین لیں، لاہور کو اس وقت سب سے بڑا challenge ہے جس کے اوپر پنجاب پولیس کام کر رہی ہے۔ پولیس کو اس حوالے سے واضح ہدایات بھی دی ہیں کہ وہ اس کی روک تھام کے لئے کام کریں۔ میں آپ سے عرض کروں گا کہ اس کی روک تھام صرف اس طریقے سے ہو سکتی ہے کہ آپ اپنے تھانوں کے اندر نفری پوری کریں۔ اگر تھانے کے اندر 90 لوگ موجود ہیں تو اس وقت practically جو کام کر رہے ہیں وہ

45لوگ ہیں۔ موبائل ٹیموں کی scrutiny اور ان کے اوپر کی management کمزور ہے۔ یہ ایک چوک کے اندر چار چار گھنٹے تک کھڑے رہتے ہیں جبکہ موبائل فورس کو موبائل کی طرح رہ کر ہی لوگوں کی جان ومال کی حفاظت کے لئے تعینات کیا گیا ہے۔ آج کے دور حاضر میں وزیر اعلیٰ پنجاب ہمارے جان ومال کے حوالے سے بہت کام کر رہے ہیں لیکن اس کام کو تیز کرنے کی ضرورت ہے۔ اس ملک اور اس صوبے کے اندر اگر پولیس فرض شناسی کے ساتھ کام کرے تو میں سمجھتا ہوں کہ امن وامان کا مسئلہ بہتر انداز میں حل ہو سکتا ہے۔ یہ پولیس نبرد آزما بھی ہے تو ہمیں ان کو appreciate بھی کرنا ہے اور ان سے بہتر نتائج حاصل کرنے کے لئے مزید ذمہ داریاں احسن انداز میں پوری کرنے کا mission بھی سونپنا ہے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: اگلے مقرر ملک احمد حسین ڈیہر!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب احمد خان بلوچ!

جناب احمد خان بلوچ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ امن وامان ملک اور صوبے کے معاملات کو چلانے کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ کوئی بھی ملک یا صوبہ اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک امن وامان کا مسئلہ صحیح نہیں ہوگا، اس ملک کی معیشت مضبوط نہیں ہو سکتی جس میں امن وامان کا مسئلہ صحیح نہیں ہوگا۔ غیر ملکی سرمایہ دار بھی اس ملک میں نہیں آتے جہاں امن وامان کا مسئلہ صحیح نہ ہو۔ جہاں بچے اغوا ہوں، گاڑیاں اغوا ہوں، انجینئر اغوا ہوں تو وہاں کوئی بھی ملک اپنا سرمایہ اور جانیں قربان کرنے کے لئے نہیں آتا۔ جس طرح ہمارے ملک کے لئے زرعی ترقی ضروری ہے اسی طرح سے ملک کو ترقی یافتہ بنانے کے لئے امن وامان کا مسئلہ نہایت ضروری ہے۔ اگر ملکی معیشت مضبوط کرنی ہے اور غیر ملکیوں کو سرمایے کی دعوت دینی ہے تو پہلے ہمیں امن وامان کا مسئلہ صحیح کرنا ہوگا۔ یہاں سب کچھ ہوتا ہے لیکن سعودی عرب میں یہ کیوں نہیں ہوتا، ڈکیتیاں، چوریاں اور جو جرائم ہمارے ہاں ہوتے ہیں وہاں کیوں نہیں ہوتے؟ کیونکہ وہاں پولیس زیادہ ہے اور نہ ہی کوئی انوسٹی گیشن آفیسر زیادہ قابل ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں پر فیصلے جلدی ہوتے ہیں اور سزا سخت سے سخت دی جاتی ہے۔ ہر جمعہ کو عدالت لگتی ہے اور جو ملزم پکڑا جاتا ہے اس کو سب کے سامنے سزا دی جاتی ہے جس سے وہ پورے سعودی عرب کے لئے باعث عبرت

بنتا ہے۔ سعودی عرب میں ہر چیز کھلی پڑی ہوتی ہے۔ اصل میں وجہ یہ ہے کہ ہمیں انصاف جلدی نہیں ملتا اور فیصلے دیر سے ہوتے ہیں۔ جب ڈاکو یا جرائم پیشہ لوگ پکڑے جاتے ہیں تو دس دس سال اس کے فیصلے نہیں ہوتے جس سے گواہ منحرف ہو جاتے ہیں اور کیس ختم ہونے کے بعد وہی ڈاکو واپس آ جاتے ہیں۔ ان سنگین جرائم سے بچنے کے لئے میری یہ تجویز ہے کہ جب ڈاکو پکڑے جائیں، خود کش حملہ آور پکڑے جائیں اور اغواء کرنے والے پکڑے جائیں تو اس کیس کو date to date سماعت کر کے فوری ملزمان کو سزا ملنی چاہئے تاکہ باقیوں کے لئے عبرت بنے۔

جناب سپیکر! میری دوسری بات یہ ہے کہ اس ملک کی تعمیر و ترقی اور امن و امان کے مسئلے کو ٹھیک کرنے کے لئے پولیس کی بہت اہم ضرورت ہے۔ جب ڈکیتی ہوتی ہے، مظلوم لٹا ہوا انسان جب تھانے جاتا ہے تو پولیس والے اس کا پرچہ لینے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہماری monthly میٹنگ ہوتی ہے، D.P.O ہمیں کھڑا کر دیتا ہے اور S.H.O کہتا ہے کہ آپ میرا تھانہ واپس لینا چاہتے ہیں یعنی کئی کئی مہینے گزر جاتے ہیں اور پرچے درج نہیں ہوتے۔ اگر D.P.O صاحبان monthly میٹنگ کرتے ہیں تو اس میں براہ مہربانی بجائے یہ کہنے کے کہ آپ کے تھانے میں کتنے پرچے درج ہوئے ہیں بلکہ یہ پوچھنا چاہئے کہ آپ نے کتنی ڈکیتیاں برآمد کی ہیں اور کتنا مال برآمد کیا ہے؟ اگر اس طرح پوچھتے رہے تو تھانے میں مظلوم لوگوں کے پرچے درج نہیں ہوں گے۔ جب پرچوں پر پابندی لگتی ہے تو پوچھتے ہیں کہ آپ کے ہاں دس پرچے ہو گئے ہیں لہذا آپ کا تبادلہ کر دیا جاتا ہے اس لئے وہ مظلوم لوگوں کو پریشان کرتے ہیں۔ میں آئی جی صاحب کا مشکور ہوں کہ انہوں نے آتے ہی یہ حکم لاگو کیا تھا کہ جس کی F.I.R درج نہیں ہو گی اس S.H.O کو معطل کر دیا جائے گا اور D.S.P سے انکوائری ہو گی۔ میں معذرت سے کہتا ہوں کہ اس حکم پر ابھی تک عمل نہیں ہو رہا جس کے لئے میں ثبوت دینے کے لئے تیار ہوں کہ لوگ دو دو مہینے تھانے کے چکر کاٹتے رہتے ہیں لیکن ان کا پرچہ درج نہیں ہوتا۔ میری دوسری request یہ ہے کہ یہاں پر ہمارا انوسٹی گیشن کا طریق کار اتنا غلط ہے کہ صرف ایڈیشنل آئی جی تفتیشیں تبدیل کرتا ہے۔ پورے پنجاب کے 35 اضلاع میں سے جس بندے نے اپنے ضلع میں ہی تفتیش تبدیل کروانی ہو تو اس کو بھی یہاں ایڈیشنل آئی جی کے پاس لاہور آنا پڑتا ہے۔ جو بندہ درخواست دیتا ہے تو افسوس اس بات کا ہے کہ وہ ایڈیشنل آئی جی بھی بے بس ہے

اور اس کو بھی تفتیش تبدیل کرنے کا اختیار نہیں ہے اور وہ بھی لکھ کر بھیجتا ہے کہ آپ واپس اپنے ضلع میں جائیں کیونکہ وہاں پر بورڈ بیٹھے گا، اس میں یہ فیصلہ ہوگا کہ آپ کی تفتیش تبدیل ہو یا نہ ہو۔ غریب آدمی اپنا انصاف حاصل کرنے کی خاطر رحیم یار خان یا ڈیرہ غازی خان سے لاہور صرف اپنی تفتیش تبدیل کروانے کے لئے آتا ہے۔ میری وزیر قانون سے آپ کی توسط سے گزارش ہے کہ مہربانی کریں اور یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ ہم 2009 میں جب اس قانون کو تبدیل کریں گے اور جیسے پہلے ایس پی یا ڈی آئی جی کو اختیارات تھے کہ وہ مظلوم آدمی کی درخواست پر وہیں پر تفتیش تبدیل کر دیتے تھے تاکہ انہیں انصاف حاصل کرنے کے لئے کم سے کم پریشانی تو نہ ہو۔

جناب سپیکر! میں ایک گزارش اور کروں گا کہ پولیس والوں کو چاہئے کہ جہاں چوری، ڈکیتی ہوتی ہے وہاں چور پکڑتے ہیں تو جہاں چوری کا مال بکتا ہے، اس کو کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ جب تک آپ رسہ گیروں کو نہیں پکڑیں گے ان کے مال کی جو خرید و فروخت کرتے ہیں، موٹر سائیکل ڈکیتی ہوتی ہے، کار ڈکیتی ہوتی ہے، جو اس کو آگے خرید کرتا ہے، اس کو پیسے ملتے ہیں، جب تک خرید کرنے والے قائم رہیں گے تو چوری ختم نہیں ہو سکتی۔ اگر چور سے زیادہ پہلے رسہ گیر کو سزا دیں گے، اگر وہ چوری کرے گا تو اس چوری کا مال خریدنے والا کوئی نہیں ہوگا تو اس چوری اور ڈکیتی میں ضرور رکاوٹ پیدا ہوگی۔ رسہ گیر کو جب معاف کر دیا جاتا ہے اور پھر وہ ضمانت کروا کر آ جاتا ہے اور پھر وہی دھندہ شروع ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر! لاء اینڈ آرڈر کی ماہانہ meetings ہوتی ہیں تو میری اس حوالے سے گزارش ہے کہ آپ مہربانی کر کے ان میں عوامی نمائندوں کو بھی شامل کریں کیونکہ وہاں ایس ایچ او اپنے ڈی پی او یا آر پی او کو جا کر کارروائی ڈالتا ہے کہ سب رپورٹ ٹھیک ہے۔ جب اس تھانے یا علاقے اور حلقے کا وہاں نمائندہ موجود ہوگا تو وہ کہہ سکے گا کہ اتنی چوریاں ہوئی ہیں، اتنی ڈکیتیاں ہوئی ہیں اور تھانیدار نے یہ برآمدگیاں کی ہیں اور یہ نہیں کیس تو وہ غلط کارروائی کر کے واپس نہیں آئے گا۔ ہمیشہ پہلے بھی ہوتا تھا کہ crime committee کی میٹنگ یا لاء اینڈ آرڈر کی میٹنگ ہوتی تھی تو اس میں متعلقہ ایم پی اے کو ضرور شامل کیا جاتا تھا تاکہ وہ صحیح صورتحال سے آگاہ کر سکیں۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ چوروں ڈکیتوں اور جرائم پیشہ عناصر کے پاس کلاشنکوفیں اور پتا نہیں کیا کیا چیزیں ہیں اور ہر ناجائز اسلحہ ان کے پاس ہے لیکن افسوس ہے کہ ہم نے شریف شہریوں کے لئے یہ پابندی عائد کر رکھی ہے کہ وہ 12 بور کا بھی لائسنس نہیں بنوا سکتا۔ جب ایک چور یا غلط آدمی کو یہ پتا ہوتا ہے کہ اس گھر میں کوئی اسلحہ نہیں ہے اور یہ اپنی حفاظت نہیں کر سکتا تو وہ دلیری کے ساتھ وہاں جاتا ہے۔ چوروں اور ڈاکوؤں کے لئے کلاشنکوفیں عام ہیں تو کم از کم شریف شہریوں کے لئے یہ پابندی تو اٹھا سکیں کہ وہ اپنا لائسنس بنوا کر اپنی حفاظت کرنے کے لئے اسلحہ رکھ سکیں۔

جناب سپیکر! یہاں پر میری ایک تجویز ہے کہ پہلے ہمیشہ یہ ہوتا تھا کہ تین سال سے زیادہ ایک انسپکٹر کو ایک ضلع میں نہیں رہنے دیا جاتا تھا، جو انسپکٹر یا سب انسپکٹر تین سال ایک ضلع میں رہتا تھا تو اس کا ہمیشہ آر پی او صاحبان تبادلہ کر دیتے تھے لیکن آج یہ ہو رہا ہے کہ دس دس سال سے انسپکٹر، سب انسپکٹر صاحبان وہاں موجود ہیں اور ایک دفعہ نہیں بلکہ ایک ایک تھانے میں کئی کئی دفعہ لگتے ہیں، چھ چھ دفعہ لگتے ہیں اور اس سے یہ ہوتا ہے کہ ان کا رابطہ جرائم پیشہ لوگوں سے ہو جاتا ہے اور ان عناصر سے واسطہ بن جاتا ہے اور پھر وہ raid کامیاب نہیں ہونے دیتے، ملزم نہیں پکڑنے دیتے اور ان جرائم پیشہ عناصر سے منتھلیاں وصول کرتے ہیں۔ ایک اصول اور ضابطہ بنایا جائے کہ کم از کم ایک انسپکٹر ایک یا دو دفعہ سے زائد ایک تھانے میں نہ لگے اور جس انسپکٹر کی تین سال سروس ہو جائے اسے اپنے ضلع سے فوری تبادلہ کیا جائے۔ جب وہ دس دس مرتبہ ایک تھانے میں لگتے ہیں تو پھر وہ دوستیاں ہی پالتے ہیں اور جرائم پیشہ عناصر کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔

جناب سپیکر! میری صدر پاکستان، وزیراعظم پاکستان سے بھی گزارش ہے کہ سزائے موت کو ختم نہ کیا جائے۔ اس سزا کو ختم کرنے سے ظالموں کے گھر تو خوشیاں ہوئی ہیں لیکن مظلوم طبقہ پریشان ہے۔ جن بہنوں کے بھائی قتل ہوئے ہیں وہ رو رہی ہیں۔ وہ مائیں رو رہی ہیں جن کے بیٹے قتل ہو گئے ہیں جب انہیں یہ خبر ملی ہے کہ سزائے موت ختم کر دی ہے تو وہ اس وقت سے پریشان ہیں کہ جن کو ہم نے دعائیں مانگ مانگ کر سزائے موت تک پہنچایا اور آج ان کے لئے یہ خبریں ہیں کہ ان کی سزائے موت معاف کر دی جائے گی، اگر یہ سزا بھی ختم کر دی گئی تو ڈکیت اور جرائم پیشہ عناصر بڑی

دلیری کے ساتھ وارداتیں کریں گے اور انہیں پتا ہوگا کہ ہم جتنے بھی قتل کریں گے ہمیں سزائے موت تو ہونی نہیں۔ یہ سزائے موت کا قانون ختم نہیں کرنا چاہئے بلکہ انہیں تو سر عام چوکوں میں ایسی سزا دینی چاہئے تاکہ دوسروں کے لئے نشان عبرت ہو اور آئندہ کے لئے جرائم پیشہ عناصر ظلم کرنا چھوڑ دیں۔

جناب سپیکر! میری آخری بات یہ ہے کہ آئی جی پولیس اور وزیر قانون صاحبان بھی موجود ہیں تو میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ پارٹیوں کے آپس میں تصفیے ہو جاتے ہیں لیکن پولیس کہتی ہے کہ ہمارا تو تصفیہ نہیں ہوا اور وہ ان کے تصفیے کو قبول نہیں کرتے۔ جب مدعی کہہ دیتا ہے کہ میری حق رسی ہو گئی ہے تو کم از کم مہربانی کریں کہ ایسے مقدمات کو فوری طور پر خارج کر دیا جائے اور انہیں ذلیل نہ کریں۔

جناب سپیکر! دیہاتوں میں ٹرالیوں پر جب بارات جاتی ہے تو پولیس ان سے مٹھائی اور انعام لینے کے چکروں میں انہیں تنگ کرتی ہے، کئی کئی گھنٹے انہیں کھڑا رکھتی ہے چونکہ خواتین اور بچے بھی ان کے ساتھ ہوتے ہیں جنہیں ناجائز پریشان کیا جاتا ہے تو مہربانی کر کے ان پولیس والوں کو روکیں کہ وہ دیہاتوں میں اس طرح کا سلسلہ نہ کیا کریں۔ شکریہ

جناب سپیکر: آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: شکریہ۔ جناب سپیکر! امن وامان کا مسئلہ ایسا ہے کہ اگر ہم یہ کہیں کہ آج کا مسئلہ ہے تو نہیں بلکہ یہ مسئلہ ہر دور میں کسی نہ کسی صورت میں رہا ہے۔ اگر ہم نے اس کے اوپر سنجیدگی سے عمل کرتے ہوئے کچھ اصلاحات کرنی ہیں تو پھر اس کے لئے ہمیں تھوڑے سے مثبت رویے بھی اپنانے ہوں گے۔ ہم صرف تنقید برائے تنقید نہ کریں، صرف ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش نہ کریں بلکہ ایک شعبہ ہے جس کی درستی بھی چاہئے، عوام اور معاشرے کو ایک خوشحالی اور امن وامان مکمل طور پر provide کیا جائے۔ یہاں پر تمام ممبران اس موضوع پر بات کرنے کے لئے اکٹھے ہیں اور اس میں بلاوجہ ایک دوسرے کے اوپر الزام دینے کی بجائے ہماری طرف سے تجاویز آنی چاہئیں۔ سب سے پہلے میں یہ کہوں گی کہ ہم محکمہ پولیس کے اوپر صرف تنقید کرتے رہیں اور اسے مورد الزام

ٹھہراتے رہیں تو یہ بھی غلط ہوگا۔ دیکھنے والی بات یہ ہے کہ امن وامان کیوں نہیں ہے؟ اس کی بہت ساری وجوہات ہیں۔

جناب سپیکر! امن وامان برقرار رکھنے کے لئے سب سے پہلی چیز معاشرے میں خوشحالی ہے اور جب خوش حالی آئے گی تو automatically جرائم میں کمی ہو جائے گی۔ اس بارے میں دوسری لازمی چیز انصاف ہے کہ لوگوں کو وقت پر انصاف مہیا کیا جائے۔ کسی کے ساتھ کوئی بھی زیادتی ہوتی ہے تو اس کا ازالہ اگر فوری طور پر ہو جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ اس آدمی کے اندر فی الوقت پیدا ہونے والا انتقامی کارروائی کرنے کا جذبہ یا غصہ تھم جاتا ہے اور وہ پرامن رہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اس میں سب سے اہم چیز انسانی رویے ہیں۔ پولیس کا محکمہ ہے یا عوام ہے۔ سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ ہمارے رویوں میں برداشت ہونی چاہئے اور ہماری positive approach ہونی چاہئے۔ احساس ذمہ داری اور فرض شناسی بھی ہونی چاہئے جس کا سب سے بڑا فقدان ہمارے معاشرے میں ہر شعبہ میں پایا جاتا ہے۔ اچھے اور خراب پولیس والے بھی موجود ہیں۔

جناب سپیکر! جب خود کش حملے ہوتے ہیں اور جھڑپیں پر کوئی بھی تصادم ہوتا ہے تو ہم نے دیکھا ہے کہ پولیس والے بڑی تعداد میں چوکوں میں گولیوں کا نشانہ بنے اور مارے گئے وہ بھی کسی کی اولاد تھے، وہ بھی کسی کے باپ یا بھائی تھے۔ اس میں وہ لوگ بھی suffer کرتے ہیں۔ ابھی ڈیرہ غازی خان میں ہونے والے واقعہ میں ایک طرف تو پولیس کی نفری بھی بہت زیادہ اس کا شکار ہوئی تو دوسری طرف ہم نے دیکھا کہ ڈی آئی جی مبارک اطہر کا استحقاق نہیں تھا کہ وہ موقع پر 21 جنازوں میں شرکت کرتے، انہوں نے اپنے آپ کو stake پر لگایا، جا کر وہاں پر کھڑے ہوئے اور انہوں نے بڑی دلیری کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے سارے سسٹم پر بڑے اچھے طریقے سے قابو پایا۔ دوسری طرف ایسی مثالیں موجود ہیں میں ایک ایسے ڈی ایس پی کی نشاندہی کروں گی جو خاتون ہیں، ملتان میں وہ ڈی ایس پی کے عہدے پر تعینات ہیں اور ان کا نام ہما نصیب ہے۔ ایک وہ خاتون ہیں جس نے اپنے پڑوسی کا جینا حرام کیا ہوا ہے، وہ پڑوسی یاسین نامی شخص ہے۔ اس کا پورا ریکارڈ میرے پاس موجود ہے جو اس کے ظلم وتشدد کا شکار ہے۔ وہ شخص وزیر اعلیٰ کی کچہری میں بھی گیا ہے اور وہاں جا کر بھی اس کو انصاف نہیں ملا۔ ایسی کچہری بھی اس وقت بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے کہ ایک ایسی پولیس آفیسر جو اثر ورسوخ

رکھتی ہے اور جس نے اپنے ہمسائے کا جینا حرام کیا ہوا ہے اس کی باز پرسشت نہیں ہو رہی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہت بڑی ایک رویے کی خرابی ہے۔ جہاں تک پولیس کا سوال ہے وہی میں رویوں کی بات کروں گی کہ امن وامان کی صورتحال کیسے بہتر ہو سکتی ہے جبکہ بذات خود میرا اسمبلی کے سامنے موبائل snatch ہو جاتا ہے اور وہاں پولیس کی کثیر نفری موجود ہے۔ میں ان کو بلا رہی ہوں اور ڈاکو بھاگا چلا جا رہا ہے، میرا ڈرائیور اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ سب بے حسی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، دیکھ رہے ہیں ان کی آنکھوں کے سامنے چور نکل گیا اور میرے بلانے پر وہ نہیں آئے۔ جہاں یہ رویے ہوں گے وہاں پر کیسے امن وامان قائم ہو سکتا ہے؟ رویوں کو سدھارنے کی ضرورت ہے اگر محکمے کی اصلاح چاہتے ہیں تو ہمارے دور حکومت میں Wardens بھرتی ہوئے تھے انہیں اس چیز کی training دی گئی تھی کہ جب بھی آپ کسی کو راستے میں روکیں، کوئی اشارہ کاٹ رہا ہے، کوئی جرم کر رہا ہے یا کسی سے کوئی بھی غلطی سرزد ہوئی ہے تو اس سے پہلے آپ سلام دعا لیں۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! Wardens تو آپ نے ہی بھرتی کئے تھے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! ان لوگوں کا رویہ آج کے دور میں بالکل مختلف ہے۔ آج وہ بے حسی سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اس دور حکومت میں پولیس کو یہ آرڈر جاری کر دیئے گئے ہیں کہ انہوں نے صرف انتقامی کارروائیوں میں شرکت کرنی ہے، انہوں نے صرف ان عزائم میں آگے بڑھ کر کام کرنا ہے جس کا لاء اینڈ آرڈر سے کوئی تعلق نہیں ہے، ذاتی رنجشیں ہیں اور انتقامی کارروائیاں ہیں۔ پھر اس میں ان پولیس والوں کی کیا خطا اور قصور ہے؟ جب انہیں آرڈر ہی نہیں ہوگا، جب ان پر اس قسم کے احکامات جاری کر دیئے جائیں گے تو پھر وہ کیا کر سکتے ہیں؟ وہ تو اس سلسلے میں بالکل، مجھے تو ترس ہی آتا ہے اگر ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی بات کرتا ہے، اگر کوئی ان پر action لینے کی بات کرتا ہے تو اس وقت بھی میں سمجھتی ہوں کہ وہ مصیبت کا شکار ہوتے ہیں۔ ایک طرف ہم لوگ کہتے ہیں کہ خودکش حملے ہو رہے ہیں دوسری طرف لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال خراب ہے۔ ایسی صورت میں اگر یہاں پر کوئی واردات ہو جاتی ہے یا کوئی bomb blast ہو جاتا ہے۔۔۔ ہم نے یہ بھی دیکھنا ہے کہ اسمبلی کے سامنے دائیں طرف مسلسل ٹریفک رواں دواں ہے وہاں پر اگر کوئی واردات ہو جاتی ہے

اوریہاں کی سکیورٹی متاثر ہوتی ہے تواس میں سکیورٹی کی کیا خطا ہے ؟ جس وقت اجلاس ہو رہا ہو اس وقت ضروری ہے کہ یہاں پر دائیں ہاتھ کی ٹریفک کو عوام کے لئے بند کر دینا چاہئے۔ جب تک اس قسم کی روک تھام نہیں ہو گی، جن مسائل سے ہم گزر رہے ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے policies نہیں بنائی جائیں گی، ان کی اصلاح کے لئے جب تک صحیح طریقے سے صحیح نہج پر ان کو بلا کر ان مسائل پر meetings نہیں ہوں گی اس وقت تک ہم کوئی بھی چیز درست نہیں کر سکتے۔ میں خواتین کے حوالے سے آپ کے نوٹس میں ایک بات لانا چاہوں گی کہ خواتین کے لئے بڑی تضحیک آمیز بات سمجھی جاتی ہے کہ وہ تھانے میں جائیں۔ حالانکہ تھانے کو تو ایسی جائے امن ہونا چاہئے کہ جہاں پر کوئی بھی عورت ہو یا بچہ وہاں جا کر پناہ حاصل کر سکے۔ نہ کہ وہ کوئی ایسی جگہ بن جائے کہ کوئی کسی بھی قسم کی شکایت لے جانے سے گھبرانے لگے اور وہ سمجھنے لگے کہ اگر میں وہاں پر جاؤں گا تو میری تضحیک ہو گی یا میرے لئے اس میں کوئی برائی کا عنصر ہو گا۔ میں سمجھتی ہوں کہ پولیس کی custody میں آنے کے بعد ہر ایک اپنے آپ کو محفوظ سمجھنے لگے۔ ہمارے رویے ان خطوط پر ہونے چاہئیں، ہماری تربیت ان خطوط پر ہونی چاہئے، ہمارے محکموں کی اصلاح ان خطوط پر ہونی چاہئے۔ اگر ہم خود انہیں غلط راستے پر یا غلط کاموں کے لئے استعمال کرنے لگیں گے تو ہم ان سے بہتری کی کیا امید کر سکتے ہیں؟ 500 پٹرولنگ پوسٹیں سابق دور حکومت میں قائم ہوئی تھیں، ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر کوئی crime ہو رہا ہے تو ان کی proper طریقے سے ان پوسٹ پر checking ہو سکے، چوروں کا پیچھا کیا جا سکے۔

محترمہ طیبہ ضمیر: جناب سپیکر! time fix کر دیں۔

جناب سپیکر: میں نے کر دیا ہے اس وقت آپ یہاں نہیں تھیں۔ جی، محترمہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! یہ چیزیں واضح طور پر دیکھنے میں آئیں، دو مہینے سے ان پٹرولنگ پوسٹ کو پٹرول نہیں دیا جا رہا ہے پٹرول ہو گا تو پٹرولنگ ہو گی۔ ہم نے اس محکمے کے مسائل بھی تو دیکھنے ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ کے ٹائم ختم ہونے کی bell ہو گئی ہے، اب آپ تشریف رکھیں شکریہ۔ جی، رانا محمد افضل!

رانا محمد افضل خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں حکومت پنجاب کو خراج تحسین پیش کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے لاء اینڈ آرڈر کو ایک priority بنا دیا ہے۔ آج بہت سے مجرم ملک سے بھاگے ہوئے ہیں اور بہت سے محتاط ہو گئے ہیں۔ جو کھلی کچہریاں لگ رہی ہیں وہ بھی عوام کے لئے ایک دروازہ کھلا ہے کہ وہاں پر عوام اپنی شکایت لے کر جاتے ہیں۔ اس کا رزلٹ یہ ہے کہ تھانوں میں پولیس کا عملہ اور دوسرے قانونی ادارے محتاط ہیں کہ ہماری شکایت اوپر بھی پہنچ سکتی ہے۔ یہاں رویوں کی بات ہوئی تو یہی ایک رویہ ہے کہ حکمران جماعت کے ممبران، ایم پی ایز، منسٹرز اور ہمارے چیف منسٹر نے ثابت کیا ہے کہ وہ عوام کی دادرسی کے لئے crime کو ایک محاذ اور جنگ کی بنیاد پر ختم کرنا چاہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کافی بہتری ہو رہی ہے لیکن بے پناہ گنجائش بھی باقی ہے۔ میں چند تجاویز دینا چاہوں گا کہ پولیس افسران سے جب ہم لاء اینڈ آرڈر کے بارے میں بات کرتے ہیں تو ایک obstacle جس کا ذکر وہ بار بار کرتے ہیں کہ Policing اور Investigation کو جب سے separate کیا گیا ہے اس نے مسائل پیدا کئے ہیں۔ اگر واقعی یہ ایسی ہی بات ہے تو آج ایک سال میں اس معاملے کو حل کر کے اس کے اندر جو بھی تجدید لانی ہے وہ لے آنی چاہئے۔ میرا مشورہ ہے کہ اس پر بہت جلد فیصلہ کر لینا چاہئے کہ اس کے اندر کیا تبدیلی لانی ہے اور اس کو reality میں تبدیل کر دینا چاہئے۔ میں پولیس کی training کے حوالے سے مطمئن نہیں ہوں۔ ایک دفعہ پولیس اکیڈمی سے سپاہی trained ہو کر آ جاتے ہیں اس کے بعد on the job اپنے senior سے ہی learn کرتے ہیں۔ اس میں وہ برائی زیادہ سیکھتے ہیں، اچھائی کم سیکھتے ہیں۔ تمام forces میں mid career training ایک لازم جز ہوا کرتا ہے۔ اگر کسی نے پانچ سال کے بعد سپاہی سے حوالدار بننا ہے یا اس نے ترقی حاصل کرنی ہے تو اس کے لئے کوئی تعلیم کا معیار پہلے سے بڑھ کر ہونا چاہئے اور اس کی تربیت کے لئے ادارے ہونے چاہئیں۔ فیصل آباد میں جہاں چھ سات ہزار پولیس ہے اور لاہور میں دس سے پندرہ ہزار پولیس ہے تو پولیس کے لئے وہاں پر باقاعدہ ٹریننگ سکول ہونے چاہئیں۔ ان کو فنی جو معاملات میں بھی تربیت دیں، ان کے conduct اور لوگوں کے ساتھ ان کا جو رویہ ہے اس کو بھی بہتر بنائیں۔ میں چاہوں گا کہ ہمارے تھانے میں اتنے خوش اخلاق لوگ بیٹھے

ہوں کہ کم از کم لوگ ان سے خوفزدہ نہ ہوں۔ میں یہاں یہ بھی تجویز دینا چاہوں گا کہ I.G صاحب ایسے پروگرام ترتیب دیں جن میں سکول کے بچوں کو بھی تھانے دکھائے جائیں تاکہ وہ بچپن سے ہی دیکھیں کہ تھانوں میں بھی شریف لوگ جا سکتے ہیں۔ عوام میں تھانوں کا خوف نہ ہو، تھانوں کو مسائل حل کرنے والی جگہ بنادی جائے اور لوگ یہ نہ سمجھیں کہ وہاں جانے سے مسائل پیدا ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر! ایک معاملہ تھانوں کے کنٹرول میں جو علاقے آتے ہیں اس کا بھی ہے۔ کچھ تھانے ایسے ہیں جن کے پاس میل ہا میل کا area زیر کنٹرول ہے وہاں پر اس چیز کی اشد ضرورت ہے کہ تھانوں کو تقسیم کر کے ایک سے زیادہ دو یا تین تھانے بنائے جائیں۔ میں فیصل آباد میں دو تھانوں کی نشاندہی کرنا چاہوں گا، ایک نشاط آباد کا تھانہ ہے دوسرا صدر کا تھانہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان علاقوں میں دو تھانوں کی بجائے پانچ تھانے بھی بن جائیں تو یہ اتنے بڑے علاقے پر محیط ہیں کہ وہ بھی کم ہوں گے۔ میری ایک یونین کونسل ہے جو تین تھانوں میں تقسیم ہے۔ جو reorganization of areas under command of Thaana ہیں وہ بھی ایک مسئلہ ہے۔ ایک بہتر لاء اینڈ آرڈر کے حصول کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ باہر کے ملکوں کی طرح ہماری پولیس کے اندر بھی specialization کے شعبے ہونے چاہئیں۔ وہاں homicide یا قتل وغارت کے لئے الگ شعبہ ہوتا ہے، ان کے آفیسرز اس crime کے اندر اعلیٰ ترین تربیت حاصل کرتے ہیں اور انہی ڈیپارٹمنٹس میں وہ کام کر کے ایک بہتر رزلٹ دیتے ہیں اسی طرح ہمارے ہاں drug کا جو problem ہے، جسم فروشی کا جو معاملہ ہے ان کے لئے اگر الگ special units تمام بڑے شہروں میں بن جائیں اور ان کی الگ raiding teams ہوں اور ان کی الگ performance، ان کو ایک result oriented performance کی طرف لایا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ پولیس ایک بہتر رزلٹ دینے میں ضرور کامیاب ہو گی۔ یہاں agencies کا جو کردار ہے میں سمجھتا ہوں کہ between agencies and police جو co-ordination ہے اس کی بہت کمی ہے۔ یقین کریں کہ ایک موبائل کے اوپر اگر threats آتی ہیں اور موبائل نمبر مل جاتا ہے اور ہم لوگ اپنے sources سے چند گھنٹوں میں اس بندے کا address اس کی ساری معلومات موبائل نمبر

سے کمپنیوں کے ذریعے حاصل کر لیتے ہیں لیکن جب وہی کام تھانے کو کہا جاتا ہے تو انہوں نے کسی ایجنسی کے through یا سرکاری طور پر وہ information لینی ہوتی ہے تو کئی کئی دِن وہ information نہیں ملتی، جب تک crime کرنے والا شخص کہیں کا کہیں جا چکا ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: میری تمام معزز ممبران سے التماس ہے کہ جب کوئی مقرر تقریر فرما رہے ہوں تو ان کے سامنے سے گزرنا انتہائی نامناسب ہے میں آپ سے ملتمس ہوں، مستقبل میں اس کا خیال رکھیں۔

رانا محمد افضل خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! تو یہ جو agencies کا اور دوسری پولیس کی آپس میں co-ordination میں بہت بڑا gap ہے جس کو ختم ہونا چاہئے ہماری پولیس کہتی ہے کہ اب ادارے اپنی خود حفاظت کریں security companies کو استعمال کریں جن میں پٹرول پمپ، پلازہ اور بے شمار ادارے ہیں لیکن پچھلے سات، آٹھ ماہ سے ہمارے ہاں security companies کے بارے میں نئی پالیسی ترتیب دی جا رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کا جلد ہی finalize ہو جانا اشد ضروری اس لئے بھی ہے کہ اس سے بہت سے لوگوں کو ملازمتیں بھی ملیں گی، بہت سے لوگوں کو securities بھی مل جائیں گی اور اس سے policing اور لاء اینڈ آرڈر کے کنٹرول میں ایک بہتر رزلٹ آئے گا۔ میں نے سُنا ہے کہ کوئی مرکزی حکومت کی طرف سے اس کی policy formation میں رکاوٹ ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام بہت جلد اس کی جو پالیسی بنانی ہے وہ بنا دی جائے تاکہ security companies اپنے افراد کی تعداد بڑھالیں اور پولیس کی معاون ثابت ہوں۔

جناب سپیکر! لاء اینڈ آرڈر کے معاملے میں تعلیم کی پالیسی کا بھی بہت بڑا دخل ہے جو بے روزگاری کی فضا ہم پیدا کر رہے ہیں۔ ابھی میرے فاضل دوست نے P.T teachers کے بارے میں آج صبح بہت لمبی بحث کی۔ اسی طرح M.A Sociology ہے، M.A Punjabi ہے اور اس طرح کے کئی اور subjects ہیں جن کے اندر بے پناہ students ایم اے پاس کر کے مارکیٹ میں آ جاتے ہیں اور ان کی ملازمت کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور دوسری طرف بہت سے ایسے شعبے ہیں جس کے اندر shortage ہے اگر ہم skill development کے اوپر توجہ دیں اور اس قسم کی جن کی ڈیمانڈ کم ہے ان کو مارکیٹ کی ڈیمانڈ کے مطابق adjust کریں تو ہمارے تعلیم یافتہ jobless جو لوگ

ہیں ان میں ایک واضح کمی آئے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج کل تعلیم یافتہ، پڑھے لکھے لوگ street crime میں شامل ہوتے جا رہے ہیں وہ شاید وہ ہماری پولیس کی تعلیمی قابلیت سے زیادہ تعلیمی قابلیت رکھتے ہیں تو ان کے قابو نہیں آ رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تعلیمی پالیسی کو بھی اس point of view سے study کر کے ترتیب دینا ہو گا کہ ہمیں کہاں پر ان لوگوں کو jobs دینی ہیں اور کس طریقے کے ساتھ یہ لوگ adjust ہو سکتے ہیں؟

جیلوں کے بارے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ جیلوں میں jail reforms کی اشد ضرورت ہے۔ میں آج ہی کے "Dawn" اخبار میں پڑھ رہا تھا کہ جیل خانہ جات کے محکمہ میں تقریباً top کی دس سینئر پوسٹیں خالی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان کے اوپر کے سربراہان ہی نہیں ہوں گے تو نیچے ان اداروں کے اندر کوئی تبدیلی تو آ ہی نہیں سکتی، بہتری آ ہی نہیں سکتی تو یہ جو جیل خانہ جات ہیں، جیل کا جو محکمہ ہے اس میں جو خالی پوسٹیں ہیں ان کو فوری طور پر fill کیا جائے تا کہ جیلوں کے اندر سے ہم بہتر لوگوں کو لے کر آئیں بجائے اس کے کہ وہ criminals کے ساتھ مل کر نئے جرم کرنے کے طریقے سیکھیں۔ جیلوں کے اندر پہلے یہ طریق کار تھا کہ کچھ لوگوں کو انڈسٹری کے ساتھ منسلک کر کے وہاں پر skill development کی جاتی تھی لیکن آج ہماری جیلوں کے اندر اس چیز کو بھی ختم کر دیا گیا کہ وہ جیل کے اندر کوئی تربیت حاصل نہیں کرتے بلکہ وہ criminal بن کر آتے ہیں۔ آپ کا بہت شکریہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت پنجاب بے شمار کوشش کر رہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ ایک بہت اچھی تبدیلی آئے گی اور ہم ترقی کی طرف گامزن ہوں گے۔

جناب سپیکر: جی، ان کی تنخواہ کے لئے بھی آپ کچھ بتا دیں۔ جو اچھا کام کرتا ہے ان کی تنخواہ بھی بڑھنی چاہئے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ملک میں تنخواہ کے معاملے میں چند شعبے ایسے ہیں، ہم نے اس ملک میں 60 سال سے ایک ادارہ پالا جس کا نام پاکستان فوج ہے اور ان کو تمام سہولیات دیں اور ہمیں رزلٹ میں یہ زیادہ نہیں کہتا سوائے اس کے کہ ہمیں چار ڈکٹیٹر دیئے۔ چائنا نے اپنے دروازے اس وقت کھولے جب انہوں نے پورے ملک کو دسویں پاس کروالی اور وہاں کا

پوسٹ مین بھی وہی مراعات لیتا ہے، وہاں کا فوجی افسر بھی وہی مراعات لیتا ہے، وہاں کا پولیس آفیسر بھی وہی مراعات لیتا ہے۔ ہمیں جو inter departmental differences ہیں، تنخواہیں کسی کی بڑھا دیں، کسی کی کم رکھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ قومی یونیفارم پالیسی should be based on کہ ان کا ایک باعزت زندگی کا گزارا ہو سکے۔ تنخواہ کا معیار ایک ہونا چاہئے نہ کہ ایک شعبے کو ترجیح دیں۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، وارث کلو صاحب! موجود نہیں ہیں۔ Mian Muhammad Rafique of T.T Singh!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! جی، میں ہی توبہ ٹیک سنگھ ہوں۔ بے حد شکریہ۔ آپ نے موقع فراہم کیا۔

جناب سپیکر: تکلفات چھوڑ دیں، اپنی بات کریں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں تحسین میں بھی بخل نہیں کرتا ہوں اور تنقید میں بھی مجھے کسی سے خوف نہیں ہوتا ہے۔ امن و امان کی صورتحال سب اچھا نہیں ہے۔ یہ میں مانتا ہوں، سب مانتے ہیں، تنقید ہو رہی ہے، سب اچھا نہیں ہے لیکن بہتری ضرور آئی ہے اور بہتری آ رہی ہے۔ کبھی فوری معجزاتی تبدیلیاں نہیں آتی ہیں۔ صورتحال کی جو reformation ہے، احوال کی بہتری جو ہے، یہ تبدیلیاں بتدریج gradual آتی ہیں اور وہ آ رہی ہے۔ اس میں آپ کے سامنے میں تین ٹیسٹ رکھتا ہوں۔ ہمارے ایک دوست اعجاز شفیع صاحب نے جس روز بحث کا آغاز ہوا تھا اپنی تقریر میں امن و امان کی بڑی خوفناک صورتحال پیش کی تھی۔ ایک ٹیسٹ تو یہ ہے، جب یہ پڑھتے تھے کہ "ڈاکے، فاقے، ناکے، نہایت شرمناک بات ہے کہ نہ صرف ڈاکے پڑتے تھے بلکہ وہ لوگ گینگ ریپ بھی کرتے تھے۔ اب اگر ڈاکے پڑتے ہیں تو گینگ ریپ کی رپورٹ نہیں آتی ہے۔ یہ بہتری کی شکل ہے اور میں مبارکباد دیتا ہوں آئی جی صاحب کو، چیف منسٹر صاحب کو جنہیں good governance کے لئے great concern ہے۔ لاء اینڈ آرڈر کے متعلق یہ بہتری آئی ہے۔ [**]

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: یہ الفاظ حذف کئے جائیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! تیسرا ٹیسٹ ہے۔ میں تیسری مثال دیتا ہوں۔ 28۔فروری کے الیکشن سے پہلے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک۔۔۔

جناب سپیکر: کون سا 28۔فروری؟ میاں صاحب!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! sorry، 18۔فروری کے جو صوبائی اور قومی اسمبلیوں کے الیکشن تھے، 18۔فروری سے پہلے ٹوبہ ٹیک سنگھ کو فتح کرنے کے لئے ایک ڈی پی او ٹوبہ ٹیک سنگھ میں تعینات کیا گیا تھا، موصوف کی یہ شہرت تھی کہ تھانے ٹھیکے پر چڑھتے تھے، کوئی افسر رشوت لئے بغیر تبدیل نہیں ہوتا تھا۔ ہر تھانے کے ریٹ مقرر تھے۔

جناب سپیکر: اجلاس کا وقت ایک گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

میاں محمد رفیق: تفتیش کے بھی ریٹ مقرر تھے۔ کوئی افسر اس کی اجازت کے بغیر ہل بھی نہیں سکتا تھا۔ جو جھوٹے پرچے درج ہوتے رہے، آج بھی ہوتا ہے میں نے ابتداء میں یہ گزارش کی ہے کہ سب اچھا نہیں ہے لیکن بہتری آ رہی ہے، بہتری ہو رہی ہے۔ اس میں بہت کچھ کہا جا چکا ہے اور میرے بعد بھی کہا جائے گا لیکن میں یہ اعتراف کرتا ہوں کہ یہ جھوٹے پرچے درج کرانے میں انصاف بکتا ہے، قانون بکتا ہے اور اس میں میری سول سوسائٹی بھی شامل ہے۔ وہ کون لوگ ہیں جو ڈاکٹروں سے جھوٹے میڈیکل لیتے ہیں اور وہ کون لوگ ہیں جو تھانوں میں جا کر جھوٹے پرچے درج کراتے ہیں وہ کون لوگ ہیں جو اپنے مخالفوں کو نیچا دکھانے کے لئے، انہیں جیل کے اندر کروانے کے لئے یہ سارا عمل کرتے ہیں؟ جب تک یہ screening نہ ہو گی، سول سوسائٹی میں بھی بہتری نہیں آئے گی اور لاء اینڈ آرڈر میں بہتری آسان نہیں ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ عدالتیں آزاد ہوں اور اس کے لئے ضروری ہے کہ جج بحال ہوں، چودھری افتخار بحال ہو کیونکہ یہ قانون اور انصاف کی حکمرانی کی علامت ہیں اور جب تک قانون اور انصاف کی حکمرانی نہیں ہوتی تو radical changes اور فوری معجزاتی تبدیلی کی توقع نہیں رکھی جا سکتی۔

جناب سپیکر! میں اس کے لئے ایک گزارش اور بھی کرتا ہوں کہ رشوت تو ہے ہی اور اس کے اوپر پھر انٹی کرپشن بھی ہے اور اس کا بھی یہ کام ہے کہ رشوت لے کر پرچے درج کرواؤ اور رشوت دینے والے رشوت دے کر انٹی کرپشن سے جان چھڑواتے ہیں اور یہ ایک عمل تو جاری ہے، اس کی عام کہاوت بنی ہوئی ہے کہ "دہلی مچی لوٹ، جو نہ لوٹے وہ بھی اونٹ" ان حالات میں آپ بہتری کی کیسے توقع کر سکیں گے؟ اس کے لئے میں نے ایک گزارش پہلے بھی کی ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ عدالتوں میں قانون اور انصاف کی حکمرانی ہونی چاہئے اور عوام کی بالادستی بھی ہونی چاہئے اور ان اداروں کی بھی بالادستی ہونی چاہئے جہاں پر قانون سازی ہوتی ہے۔

جناب سپیکر! ہر تھانے سے لاکھوں نہیں آدھا کروڑ بلکہ کروڑ کروڑ تک ایک S.H.O رشوت لے کر وہاں سے ٹرانسفر ہوتا ہے اور اس کے حصے کہاں کہاں جاتے ہیں اس پر یہ بھی محل نظر ہے سوچ لینا چاہئے۔

جناب سپیکر! ایک ایماندار افسر، ایک سپاہی، ایک محرر، ایک منشی، ایس ایچ او، سب انسپکٹر اور اے ایس آئی کو جو incentive ملنا چاہئے اور میں یہ بھی چاہوں گا کہ ان کو honoraria بھی دیا جائے اور ان کو ہر مہینہ یا سال کے بعد انعام دیا جائے اور تمغے بھی دیئے جائیں اور ان کی چھاتی پر یہ تمغے علامتی نسب ہوں تاکہ دوسروں کو بھی حوصلہ ہو اور ان کی بھی نیت بڑھے کہ جو ایمانداری کے صلے ہیں جب تک ہم ایمانداری کے یہ درجات پیدا نہیں کریں گے بہتری کیسے آسکتی ہے؟

جناب سپیکر! اب میں آپ کے سامنے دو ایسی مثالیں پیش کروں گا کہ ایک تو تھانہ کلچر ہے اس کو بھی تبدیل کیا جانا ضروری ہے۔

جناب سپیکر: آپ کا ٹائم ختم ہو رہا ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! گوگلواں توں مٹی نہ چھڑاؤ کوئی موقع تے دیو۔ اچھا چلیں، کہ جو تھانہ کلچر ہے وہاں پر شرفاء کے بیٹھنے کی جگہ نہیں ہوتی۔ ایس ایچ او کی کرسی ہوتی ہے باقی تمام ملزمان کی طرح کھڑے ہوتے ہیں یا نیچے بیٹھے ہوتے ہیں ایک تو میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان کو آئی جی

صاحب کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ معزز لوگوں اور عوام کے لئے جب وہ تھانے میں جائیں تو انہیں وہاں بیٹھنے کے لئے کوئی باعزت جگہ مہیا کی جائے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں آپ سے بھی آخری گزارش کر لوں کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ آپ وقت نہیں دیں گے۔ ایماندار لوگوں کے لئے incentive ہونا چاہئے اور اسی طرح سے آپ دیکھیں کہ پولیس فورس بڑھائی گئی ہے، ایلیٹ آئی ہے، پٹرولنگ فورس بھی آئی ہے اس کی وجہ سے بہتری بھی آ رہی ہے، ان کی تنخواہیں بھی بڑھائی گئی ہیں اور ایمانداروں کے لئے incentive جو میں نے گزارش کی ہے وہ بھی ملنا چاہئے اس کے ساتھ ہی میں ایک جیل خانہ جات کی کرپشن پر بات نہیں کروں گا کیونکہ وقت بہت کم ہے وہاں پر ایک ایسی دنیا آباد ہے کہ آپ حیران ہوں گے کہ وہاں کتنی کرپشن ہے۔

جناب سپیکر: جب لوگوں کے لئے بھرتی آپ کرتے تھے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! ان لوگوں کے لئے وہاں پر بھی تنخواہیں بڑھائی جائیں۔ جیل کے عملہ کے لئے بھی تنخواہوں کا اعلان کیا جائے اور ایک نیا پیکج دیا جائے تاکہ ان کی بھی کرپشن کم ہو اور جو قیدی حضرات ہیں جیلوں میں بھی وہ امن وسکون کے ساتھ رہیں۔۔۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، علی اصغر منڈا صاحب! تشریف فرما ہیں؟۔۔۔ نہیں ہیں۔ راؤ کاشف صاحب!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! مجھے صرف ایک منٹ اور دے دیں۔

جناب سپیکر: جی، میں نے ایک منٹ آپ کو دے دیا۔ راؤ صاحب! آپ تشریف رکھیں انہوں نے ایک منٹ مانگا ہے اور بزرگ آدمی ہیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں یہ آپ سے رعایت لے رہا ہوں، آپ کا شکریہ کیونکہ آئی جی صاحب یہاں پر تشریف رکھتے ہیں اور میں ان کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ ایک تھانہ سٹی شورکوٹ کی مثال ہے۔ وہاں پر کچھ لوگوں کے خلاف جھوٹا پرچہ درج کروایا گیا جو سچے لوگ تھے انہوں نے سیشن کورٹ سے پرچہ درج کرانے کا حکم لیا اور بہت عرصے بعد وہ پرچہ درج ہوا۔ لیکن ملزمان گرفتار

نہیں ہو رہے، پرچے کا نمبر 86/07 ہے۔ دوسرا پرچہ تھانہ چوٹیانہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہوا۔ وہ بھی ایک جھوٹا پرچہ درج ہوا اور مقدمہ نمبر 202 ہے اور سیشن جج سے پرچہ درج کرانے کی اجازت لی گئی۔ وہاں پر چار مہینے سے ایک ڈی پی او نے cross version درج نہیں ہونے دی۔ اب نیا ڈی پی او گیا اور cross version درج ہوئی ہے لیکن ملزمان پھر بھی گرفتار نہیں کئے جا رہے۔ بے حد شکریہ

جناب سپیکر: جی، راؤ کاشف رحیم صاحب!

راؤ کاشف رحیم خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا اور اس کے بعد میں پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف اور ان کی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے پنجاب میں جرائم کے خاتمہ کے لئے بہت مثبت اقدام اٹھائے جس کی وجہ سے پچھلے ایک سال سے دیکھ لیں پنجاب میں جرائم کا گراف کافی گرا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں چند تجاویز دینا چاہتا ہوں جو شاید پنجاب میں جرائم کے خاتمے کے لئے کارآمد ہوں۔ جب تک کسی سسٹم میں سزا اور جزا کا تصور نہ ہو وہ سسٹم چل ہی نہیں سکتا۔ پولیس آرڈر 2002 میں بنا تو لیا گیا لیکن چھ سال سے لے کر ابھی تک ان کے rules نہیں بنائے گئے۔ اگر کوئی کرپٹ افسر، کرپٹ اے ایس آئی یا تھانیدار تفتیش کرتا ہے تو قانون میں اس کے لئے کوئی سزا نہیں، چاہے کوئی شریف آدمی ساری عمر ایک بے گناہ مقدمے میں پھنس جائے۔ میں اس موقع پر آئی جی صاحب کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہوں اور دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر پولیس rules بنا کر فوراً implement کروا دیا جائے تو ایک ماہ میں پولیس محکمہ میں سے کالی بھیڑوں کا خاتمہ بھی ہو جائے گا اور جو بے گناہ لوگ جھوٹے مقدمات میں ملوث کئے جاتے ہیں انشاء اللہ وہ جھوٹے مقدمات بھی ختم ہو جائیں گے چونکہ میرا تعلق دیہی علاقے سے ہے، دیہی علاقے میں جرائم کی کافی کمی ہوئی ہے لیکن اس سلسلے میں، میں بہت اہم تجویز دینا چاہتا ہوں کہ میرے حلقہ میں پٹرولنگ پولیس چیک پوسٹیں کافی عرصے سے بنی ہوئی ہیں لیکن ابھی تک وہاں سٹاف نہیں پہنچا، شاید ایک دو سال میں وہ عمارتیں ہی گر جائیں۔ اگر ان چیک پوسٹوں کو فوراً شروع کیا جائے تو دیہی علاقوں میں جرائم کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر! میری دوسری تجویز یہ ہے کہ محکمہ پولیس میں اے ایس آئی کے اوپر کے لوگوں کو اپنے ضلع میں تعینات نہ کیا جائے۔ جب وہ دوسرے اضلاع میں ہوں گے تو ادھر ان کی واقفیت کم ہو گی اس طرح سیاسی مداخلت بھی کم ہو گی اور یہ جرائم کے خاتمہ میں بہت کارآمد ہو گا۔ تھانوں کا فاصلہ بھی کم کیا جائے۔ میرے حلقہ میں تھانہ سمندری ہے جس کی حدود تقریباً 75 کلومیٹر ہے۔ پولیس کو گشت کے لئے 20 لٹر پٹرول ملتا ہے تو جس آدمی کو 20 لٹر پٹرول میں 150 کلومیٹر کرنا پڑے تو لامحالہ پولیس کرپشن کرے گی چونکہ 20 لٹر پٹرول میں تو 150 کلومیٹر نہیں ہو گا۔ لہذا میری گزارش ہے کہ گشت کے لئے پٹرول کی limit میں اضافہ کیا جائے تو ایماندار افسران کسی کو ناجائز تنگ نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر! میری استدعا ہے کہ تھانوں کی ساری کارروائی کو check کرنے کے لئے تمام تھانوں کو کمپیوٹرائز کیا جائے اور انہیں آئی جی پولیس پنجاب اور وزیراعلیٰ پنجاب کے دفاتر سے منسلک کیا جائے تاکہ آئی جی صاحب اور وزیراعلیٰ صاحب اپنے دفاتر میں بیٹھ کر تھانوں کی نگرانی کر سکیں کہ واقعی کرپشن ختم ہو گئی ہے یا صرف تقریروں سے ختم کر رہے ہیں۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اگر تھانوں کو بذریعہ کمپیوٹر آئی جی اور وزیراعلیٰ کے آفس سے منسلک کر دیا جائے تو انشاء اللہ کوئی شریف آدمی تھانے جانے سے نہیں گھبرائے گا اور بدمعاش ویسے ہی علاقے چھوڑ جائیں گے۔ انگریز دور میں دیہاتی علاقوں میں کھوجی سسٹم ہوتا تھا۔ دو مہینے پہلے میری چوری ہو گئی تھی اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ دیہی علاقے کے تھانوں میں 80 فیصد چوری، ڈکیتی اور قاتلوں کو کھوجی پکڑتے ہیں لیکن وہ پولیس کے متعلقہ آفیسر کے کھاتے میں چلے جاتے ہیں۔ کھوجیوں کے پاس کوئی گاڑی وغیرہ نہیں ہوتی لہذا میری استدعا ہے کہ اگر ان کو گاڑی اور پٹرول دیا جائے تو اس سے جرائم کے خاتمہ میں مدد ملے گی۔

جناب سپیکر! میں آخری بات کرنا چاہتا ہوں کہ آپ پنجاب کی کسی جیل کا visit کر لیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ کئی ملزمان اپنی صحت set کرنے کے لئے جیلوں میں چلے جاتے ہیں اور وہ وہاں سے جرائم monitor کرتے ہیں اور ہدایات دیتے ہیں۔ ہم نے کئی دفعہ استدعا کی کہ جیلوں میں ملزمان سے موبائل واپس لئے جائیں لیکن جیل سپرنٹنڈنٹ صرف خانہ پری کرتے ہیں۔ ہمیں جیل سے کئی مرتبہ

فون آتے ہیں کہ ہمارا یہ کام کروا دیں لہذا میری استدعا ہے کہ check and balance system مضبوط کیا جائے اور دیکھا جائے کہ جیل میں موجود ملزم کے پاس موبائل کیسے پہنچا؟جیلوں میں باقاعدہ گروپ بنے ہوئے ہیں جو باہر کے لوگوں سے بھتا لیتے ہیں اور موبائل پر ہدایات بھی دیتے ہیں-لہذا میں آئی جی پنجاب اور وزیر اعلیٰ پنجاب سے گزارش کرتا ہوں کہ پنجاب کی تمام جیلوں پر اچانک چھاپے مارے جائیں اور جن ملزمان سے موبائل اور منشیات پکڑی جائیں انہیں سخت سے سخت سزا دی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ ہر ایس پی کو پابند کیا جائے کہ نہ صرف کاغذوں میں بلکہ عملی طور پر ہر ہفتے تھانوں کو check کریں-جب وہ عملی طور پر تمام تھانے check کریں گے اور علاقے میں کھلی کچہریاں لگائیں گے تو میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ انشاء اللہ پنجاب میں جرائم کا خاتمہ ہو جائے گا-میں اس کے ساتھ ہی اجازت چاہوں گا-پاکستان زندہ باد-

جناب سپیکر: جناب محمد سعید مغل صاحب!تشریف رکھتے ہیں؟---مغل صاحب تشریف فرما نہیں ہیں-رانا تنویر ناصر صاحب تشریف رکھتے ہیں؟---تشریف فرما نہیں ہیں-

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان):جناب سپیکر!میں گزارش کروں گا کہ جو ممبران ایوان میں موجود ہیں ان میں سے جو ممبر بات کرنا چاہیں کریں اور میرے خیال میں غیر حاضر ممبران کی لسٹ پکارنے کی بجائے یہاں پر موجود ممبران کو ٹائم دے دیں-

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!آپ تشریف رکھیں-محترمہ عائشہ جاوید صاحبہ!

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار:جناب سپیکر!ان کی جگہ مجھے ٹائم دے دیں-

جناب سپیکر: کن کی جگہ؟

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار:جو نہیں ہیں-

جناب سپیکر: محترمہ عائشہ جاوید صاحبہ تشریف فرما ہیں؟

محترمہ عائشہ جاوید:جناب سپیکر!اجازت ہے؟

جناب سپیکر: جی-

محترمہ عائشہ جاوید: بہت شکریہ I will take just two minutes. چونکہ میرا تعلق اپوزیشن سے ہے اس لئے میرا مقصد صرف criticize کرنا نہیں ہے۔

جناب سپیکر: میری اپوزیشن یا گورنمنٹ کی اپوزیشن؟

محترمہ عائشہ جاوید: آپ کی نہیں بلکہ گورنمنٹ کی اپوزیشن۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب یہاں تشریف رکھتے ہیں میں صرف دو points ان کی نذر کرنا چاہوں گی I hope my Urdu is correct and it's good enough you can understand. میرے پاس دو points ہیں ایک تو law and order concerning the Province اور law and order concerning Lahore city ہم اس چیز کو بالکل نظر انداز کر رہے ہیں کہ N.A.T.O کے جو ammunition depots اور supply depots کو پشاور سے صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک میں لایا گیا ہے، یہ بات بہت ضروری ہے بلکہ ہم سب کے لئے، سکیورٹی کے لئے، نہ صرف پنجاب کی سکیورٹی کے لئے بلکہ ہماری arms forces کے لئے ایک بہت alarming matter ہے کہ یہ جس جگہ پر N.A.T.O کے سپلائی ڈپو لے کر آئے ہیں وہاں ہماری P.O.F فیکٹری ہے جو Pakistan Ordinance Factory کے نام سے جانی جاتی ہے پھر واہ کی Heavy Rebuilt Factory ہے، ٹیکسلا اور کامرہ جہاں ہماری base ہے وہاں P.A.F کا Aeronautical Engineering Sector ہے۔ یہ ہمارے بہت important installations ہیں لہذا منسٹر صاحب سے گزارش ہے کہ کیا آپ نے سکیورٹی کے کوئی اچھے measures کئے ہیں؟ N.A.T.O سپلائی کو یہاں لانے کا مقصد کیا تھا؟ اگر ہم ان کو protection دینا چاہتے ہیں جو انہیں پشاور میں نہیں تھی تو یہ بات قابل ذکر ہے کہ N.A.T.O کی سپلائی اور ڈپو پنجاب کے لئے نہیں ہیں بلکہ انہوں نے افغانستان جانا ہے۔ انہوں نے ہوائی راستے سے افغانستان نہیں جانا بلکہ پشاور سے گزر کر جانا ہے۔ already ایک problem کا area ہے اور اب ہم اسے مزید بڑھا رہے ہیں تو پھر اس کو کس طرح cover کریں گے؟ اگر آپ اس

کو Air C.A.P دیتے ہیں جسے Combat Air Patrolling کہتے ہیں۔ آخر وہ وہیں سے گزر کر جائیں گے تو کیا حکومت پنجاب نے اس کے لئے کوئی اقدامات کئے ہیں کہ اس ایریا میں security hazard and security problems نہ ہوں؟

جناب سپیکر! میرا دوسرا point regarding Lahore city تھا۔ ہم اس وقت لاء اینڈ آرڈر میں صرف crimes کو دیکھ رہے ہیں لیکن میرے نزدیک traffic lawlessness کا ایک بڑا اہم issue ہے۔ اگر ہم اس وقت دیکھیں تو لاہور شہر میں جتنے جلسے ہوتے ہیں، جلوس نکلتے ہیں یا مظاہرے ہوتے ہیں وہ تمام ہمارے famous Mall road پر ہی کئے جاتے ہیں اور لوگوں کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ حکومت کی توجہ اپنی طرف attract کی جائے۔ اگر لوگوں کی سکیورٹی کو دیکھا جائے اور خصوصی طور پر لوگوں کی بہتری اور بھلائی کے لئے دیکھیں کہ جب ہماری main arteries block ہو جاتی ہیں تو There are so many patients جو گزر نہیں سکتے اس سے لوگوں کے بہت مسائل بڑھ جاتے ہیں۔ یہاں آئے دن ٹریفک block ہو جاتی ہے جس سے بچے بروقت سکول نہیں پہنچ سکتے اگر کسی طریقے سے سکول پہنچ گئے ہیں تو پھر گھروں میں واپس نہیں جا سکتے۔ لہذا میری استدعا ہے کہ آپ لاہور میں کچھ ایریا specifically earmark کر دیں جس میں پنجاب اسمبلی سے گزرتے ہوئے اور گورنر ہاؤس سے گزرتے ہوئے کہ وہاں حکومت کو، نہ اپوزیشن کو بلکہ کسی بھی شخص کو جلسے جلوس کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔ امن وامان اور ہماری daily life disturb کی جائے اور نہ ہی routine خراب کی جائے۔ اس سے نہ صرف آپ کے لئے بلکہ I would say ٹریفک پولیس کے لئے بھی آسانی پیدا ہو گی کیونکہ end of the day problem تو پولیس ایڈمنسٹریشن کو بھی ہوتی ہے اور جس طرح عام لوگوں کے ساتھ پولیس کا رویہ ہوتا ہے میں اسی میں V.I.P کلچر کا ذکر کرنا چاہوں گی کہ۔۔۔

جناب سپیکر: آپ پولیس کے رویے سے تو ناخوش ہیں لیکن آپ فوج کے رویے کے متعلق کیا کہتی ہیں؟

محترمہ عائشہ جاوید: .Let me say something ہمارے قابل سیکرٹری صاحبان یہاں بیٹھے ہیں میرا خیال ہے کہ .We are not allowed to criticize army as such ہم army institution and judiciary کو اس floor پر criticize نہیں کر سکتے۔ Please correct me if I am wrong. آپ اس کو دیکھیں، آپ کی Chair بھی اس کی اجازت نہیں دے گی۔ ہم میں سے کوئی بھی آرمی اور judiciary کو criticize نہیں کر سکتا۔ And I know nobody to comment on that.

جناب سپیکر: شیر علی خان صاحب!

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! شکریہ۔ سب سے پہلے تو میں شکر گزار ہوں کہ law and order پر یہ بحث رکھی گئی ہے لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس میں disinterest اتنا ہے کہ امن و عامہ کے اس موضوع پر بحث کے دوران رانا ثناء اللہ کے سوا حکومت کا کوئی بھی نمائندہ یہاں پر موجود نہیں ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: آئی جی پنجاب بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب شیر علی خان: .He is not a part of this House جناب سپیکر! امن و عامہ کی مجموعی صورتحال کو اچھا نہیں کہا جا سکتا۔ میں صرف criticize کرنے کے لئے یہ بات نہیں کر رہا۔ میں party politics سے بالاتر ہو کر چند تجاویز دینا چاہوں گا۔ ابھی پنجاب میں جو situation فرنٹیئر سے داخل ہو رہی ہے وہ انتہائی خطرناک ہے۔ ہم لوگ جو bordering districts سے تعلق رکھتے ہیں فرنٹیئر میں لگی ہوئی آگ کی heat بہت زیادہ محسوس کر رہے ہیں۔ پولیس ایکٹ 1861 میں بنا تھا جبکہ 63 سال بعد 1924 میں پولیس کے rules بنائے گئے۔ It took an other seventy eight years اور پولیس آرڈر 2002 بنا۔ کوئی بھی قانون بُرا نہیں ہوتا اس میں ہمیشہ بہتری کی گنجائش ہوتی ہے۔ اگر پولیس آرڈر 2002 میں کوئی غلطیاں ہیں، کوتاہیاں ہیں تو ان کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم پولیس کو criticize تو بہت کرتے ہیں لیکن پولیس کی working conditions پر کوئی توجہ نہیں دیتے۔ انگریز بہادر نے جب یہ اضلاع،

تحصیلیں اور تھانے بنائے تو اس نے گھوڑے پر بیٹھ کر اس کی demarcation خود کی تھی اور پھر ان کو notify کیا تھا۔ ہمارے ہاں اب سیاسی لوگوں کے کہنے پر ضلعے بھی بن جاتے ہیں، تحصیلیں بھی بن جاتی ہیں اور تھانے بھی بن جاتے ہیں۔ ہمارے تھانہ فتح جنگ میں ایک نیا تھانہ carve out کیا گیا۔ جس کا نام "نیو اسلام آباد ایئرپورٹ تھانہ" ہے۔ وہ تھانہ فتح جنگ کا ہے، airport اسلام آباد کا ہے اور اگر آپ تھانے کی حدود دیکھیں تو وہ ایسی ہیں کہ اس تھانے میں جانے کے لئے آپ کو کئی شہروں میں سے گزر کر جانا پڑتا ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اس تھانے نے در بدر کی ٹھوکریں کھائیں اور آخر میں میرے پاس آئے، میں نے ان کو ایک مکان لے کر دیا جس میں وہ تھانہ آج قائم ہے۔ جب بھی کوئی تھانہ قائم کیا جائے، کوئی تحصیل بنائی جائے یا کوئی ضلع بنایا جائے تو پہلے اس کی عمارت اور ملازمین کی رہائش کا بندوبست کیا جائے۔ اس کے لئے فنڈز مختص کئے جائیں اس کے بعد اس کا notification ہونا چاہئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی نیا تھانہ نہ بنے لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ اس کی منصوبہ بندی اس طرح سے کی جائے کہ ملازمین بہتر conditions میں اپنی ڈیوٹی سرانجام دے سکیں۔

جناب سپیکر! ضلع اٹک 1904 میں وجود میں آیا۔ 1904 سے لے کر 2008 تک، 104 سالوں کے دوران S.S.P جو کہ اب D.P.O کہلاتا ہے اسے security کے لئے 16 انچ کی دیوار اپنے دفتر کے ارد گرد بنانے کی ضرورت نہ پڑی۔ ادھر گیلری میں کوئی ایسے صاحبان بھی بیٹھے ہیں کہ جنہوں نے ضلع اٹک میں serve کیا ہے۔ پرانے ڈپٹی کمشنر اور ایس ایس پی یعنی D.P.O اور D.C.O کے دفاتر بالکل ملحقہ ہیں۔ اب اس کے درمیان میں دیوار کھڑی کر دی گئی ہے۔ اس کو تین gates لگا دیئے گئے ہیں۔ ہم یہ کیا message دے رہے ہیں؟ if the top ranking police officer of our district اتنا غیر محفوظ ہے تو پھر پورا ضلع کتنا غیر محفوظ ہوگا، ان کی اپنی security پر تمام پولیس نہیں لگنی چاہئے۔ جب کوئی وی آئی پی کسی ضلعے میں جاتا ہے تو تمام پولیس اس کی security پر لگ جاتی ہے، چاہے باقی ضلعے میں جو مرضی ہوتا رہے۔ VIP movement کے لئے ایک special force ہونی چاہئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وی آئی پی کی security ضروری نہیں ہے، ان کی security بھی گورنمنٹ کا فرض ہے لیکن اس کے لئے ایک علیٰحدہ force ہونی چاہئے۔ یہ نہیں کہ چار اضلاع کی پولیس بلالی جائے۔ یہ practice آج سے نہیں بلکہ کافی عرصے سے

رائج ہے۔ میں کسی حکومت پر تنقید نہیں کر رہا بلکہ میں یہ کہوں گا کہ اس قسم کی practices ہمیں ختم کرنی پڑیں گی۔ پولیس کا جو کام ہے اسے وہی کرنے دیا جائے۔ جو Constantine Commission بنا تھا اس نے محرر جو کہ ایک head constable ہوتا تھا اس کو A.S.I بنا دیا، وہ منشی والے تختے پر بیٹھ کر لکھا کرتا تھا، اس کو افسر بنا کر کرسی پر بٹھا دیا گیا۔ اب تھانوں میں A.S.I زیادہ ہیں اور کانسٹیبل کم ہیں۔ ہمیں constables زیادہ بھرتی کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم فوج کی مثالیں تو دیتے ہیں کیا فوج میں افسر زیادہ ہیں یا سپاہی زیادہ ہیں؟ افسر ضرور بنائیں لیکن اسی ratio سے Constables کی بھرتی بھی زیادہ کریں اور ان کو زیادہ سے زیادہ مراعات دیں۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر قانون سے یہ کہوں گا کہ آپ کے سامنے دو مثالیں بہت اچھی ہیں، ایک موٹروے پولیس اور دوسری وارڈن اور پٹرولنگ پولیس بنائی گئی ہے۔ ان نوجوانوں نے آج بہت اچھی example set کی ہے۔ یہ بھی ہمارے ہی معاشرے کے لوگ ہیں، یہ ہم نے کوئی باہر سے import نہیں کئے۔ وہ اس لئے اچھا perform کر رہے ہیں کیونکہ ان کے working hours determine کر دیئے گئے ہیں۔ آپ اس پولیس آفیسر، اس سپاہی سے کیا expect کریں گے؟ جب آپ اور میں آرام سے سو رہے ہوتے ہیں تو وہ ہماری حفاظت کے لئے پٹرولنگ پر ہوتا ہے اور پھر صبح جب عدالت کا وقت ہوتا ہے تو وہ بغل میں فائل لے کر عدالت کے برآمدے میں کھڑا ہوتا ہے۔ وہاں اس نے چالان پیش کرنا ہوتا ہے یا وہاں پر کسی کا ریمانڈ لینا ہوتا ہے۔ جب عدالت کا وقت ختم ہوتا ہے تو وہ تفتیش شروع کر دیتا ہے، اس دن کی جو نئی crime ہوتی ہے اس کو report کرنا شروع کر دیتا ہے۔ جب تک آپ ان کے working hours determine نہیں کریں گے اور نئی modern lines پر ان کی تربیت نہیں کریں گے تو اس وقت تک آپ یہ کلچر نہیں بدل سکتے۔ جرائم کرنے والوں کے پاس بہت sophisticated weapons and equipment ہیں۔ وائرلیس جو ایک زمانے میں بہت privilege کی چیز تھی اور صرف forces کے پاس پائی جاتی تھی آج ہم تمام لوگوں کی جیبوں میں ایک ایک وائرلیس موجود ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وائرلیس کے دور میں جب تک ہم پولیس کو modern lines پر نہیں لائیں گے تو اس وقت تک جرائم کو کنٹرول نہیں کیا جا سکتا۔ کہا جاتا ہے کہ رشوت کیسے ختم کی جائے؟ اس کے لئے میری تجویز یہ ہے کہ تمام پولیس آفیسرز کرپٹ نہیں

ہیں۔آپ اچھے پولیس افسروں کو post کریں اور جب وہ اچھی performance دیں تو ان کو rewards دیں۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بہت ضروری ہے کہ ان کو posting کا tenure پورا کرنے دیا جائے۔یہاں پر کسی کی whim پر ایک رات میں تین تین S.H.O بدل جاتے ہیں۔یہاں پر کسی کی whim پر D.P.O بدل جاتے ہیں۔ایک example جو ڈیرہ غازی خان میں موجود ہے وہ community policing کا ہے کیونکہ وہاں کا جو annual crime rate ہے وہ settled area کے ایک ہفتے کے crime rate کے برابر ہے۔اس کی statistics آپ چیک کر سکتے ہیں۔ وہاں پر 27 تھانے ہیں، اس کے ایک تھانے کا جو annual crime rate ہے وہ settled area کے ایک ہفتے کے برابر ہے۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ

جناب شیر علی خان: جناب والا! اگر community policing کا concept یہاں introduce کیا جائے تو وہ بہت بہتر ہو گا۔.Thank you very much, sir۔

جناب سپیکر: چودھری عامر سلطان چیمہ!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، چودھری محمد ارشد!

چودھری محمد ارشد: شکریہ۔ جناب سپیکر! law and order کے حوالے سے جب بات کرنا چاہوں گا تو جیسا کہ بات ہو رہی تھی کہ ہمارا تعلق اپوزیشن سے ہے۔اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جب بھی کوئی ساتھی اپوزیشن کی طرف سے بات کرتا ہے تو اس کی بات کی گہرائی میں کبھی کوئی نہیں جاتا۔ اسے ہمیشہ اپوزیشن کا حصہ سمجھتے ہوئے treasury benches کی طرف سے hooting شروع ہو جاتی ہے۔ میں آج بات تو کرنا چاہتا تھا اور میرا خیال تو یہ تھا کہ debate open ہو گی تو وقت کی پابندی نہیں ہو گی۔ میں کچھ فائلیں ایسی لے کر آیا تھا کہ میں صرف اور صرف پچھلے ایک مہینہ پر discuss کرنا چاہتا تھا۔ میں اس پر کوئی اپنی طرف سے comments نہیں دینا چاہتا کہ امن عامہ کی صورتحال میں کوئی بہتری آئی ہے یا خراب ہوئی ہے۔ فیصلہ یہاں پر بیٹھے ہمارے ساتھیوں نے کرنا تھا، وزیر قانون نے کرنا تھا، آئی جی نے کرنا تھا یا پھر اوپر بیٹھے ہوئے میڈیا کے دوستوں نے کرنا تھا۔

میں اب صرف ایک ہفتے کے حوالے سے بات کروں گا۔ جیسے کہتے ہیں کہ بندے نے خود کھانا کھایا ہو تو کسی کو کھلا سکتا ہے اگر خود بھوکا ہو تو وہ دوسرے کو نہیں کھلا سکتا۔

میں پنجاب کی بات کیا کروں گا، میں گوجرانوالہ ڈویژن کی بات کیا کروں گا، میں ضلع گجرات کی بھی بات کیا کروں گا مجھے تو اپنی تحصیل سے شروع کرنا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ مجھے صرف اور صرف تحصیل کی بات کرنے کی اجازت دیں تو مجھے کم از کم تین گھنٹے لگیں گے اور صرف تحصیل سرائے عالم گیر کے دو پولیس سٹیشنوں کے لئے اور وہ بھی دو پولیس سٹیشن نہیں ہیں، ایک پولیس سٹیشن کے دو پولیس سٹیشن بنائے گئے ہیں۔ ایک سٹی پولیس سٹیشن ہے اور دوسرا صدر پولیس سٹیشن ہے۔ ان پر بات کرنے کے لئے اگر آپ کہیں تو پھر میں facts کے ساتھ، اخباری cuttings کے ساتھ بات کرنے کو تیار ہوں اور مجھے کم از کم تین گھنٹے لگیں گے۔ میں نے ایک فائل جناب وزیر قانون کے پاس بھی بھیجی ہے، میں نے آئی جی کے پاس بھی بھیجی ہے، اس کی ایک کاپی میرے پاس بھی موجود ہے۔ میں یہ چاہوں گا کہ میں جو تجاویز دینا چاہتا ہوں وہ میں ضروری سمجھتا ہوں۔ پولیس کو criticize کرنا اپنی جگہ پر درست ہے کیونکہ جہاں پر ان کی خامیاں ہیں وہاں پر ہمیں criticize کرنا ہے اور ہمیں کرنا چاہئے لیکن جہاں پر ان کی support کرنی ہے وہ بھی ہم نے ہی کرنی ہے۔ ہمارے سامنے مثالیں موجود ہیں جیسا کہ موٹر وے پولیس کا ابھی ذکر ہوا کہ وہاں پر کام میں بہتری کیوں آئی؟ definitely جب ہم نے مراعات دیں تو اس میں بہتری آئی۔ جیسے ابھی معزز رکن نے پولیس کی تنخواہوں کی بات کی۔ اتفاق سے جناب سپیکر میں تحصیلدار بھی رہا ہوں اور مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جب میں تحصیل سیالکوٹ میں تعینات تھا تو میں نے وہاں سال کا تحصیل بجٹ دیکھا تو وہ دو سو روپے سے بھی کم تھا۔ ہم سپاہی کی بات کرتے ہیں، ابھی ڈیوٹی کی بات ہو رہی تھی۔ اس میں شک نہیں ہے کیا اس سپاہی کو ہم ٹرانسپورٹ مہیا کرتے ہیں، کیا اس سپاہی کو ہم کوئی fuel دیتے ہیں، کیا اس سپاہی کو جو allowances دیتے ہیں وہ اس قابل ہوتے ہیں کہ وہ اپنی ڈیوٹی سرانجام دے سکے؟ قطعی طور پر نہیں۔ ہم نے اس طرف بھی توجہ دینی ہے۔ انہیں ٹرانسپورٹ بھی مہیا کرنی ہے، اچھے اسلحہ سے بھی lace کرنا ہے ہم نے ان کو اچھی تنخواہیں بھی دینی ہیں اس کے بعد جا کر ہم

expectکر سکتے ہیں کہ وہ کچھ بہتری لائیں گے لیکن مجھے پتا ہے کہ ٹائم تھوڑا ہے کچھ ضروری باتیں ایسی ہیں، کچھ مقدمات ایسے ہیں جن کا ذکر کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں۔

جناب سپیکر! اسی اسمبلی کے سابق ممبر سابق وزیر قانون چودھری فاروق کی میں بات کرنا چاہوں گا ان کے ساتھ ان کا ڈرائیور بھی murder ہوا تھا۔ اس کی بیوہ کے گھر میں کچھ لوگوں نے داخل ہوتے ہوئے دیکھا F.I.R جس کا نمبر 524 ہے اور 08-11-18 کو بجرم 452,427,337, 354 درج ہوئی۔ آج تک ایک ملزم بھی گرفتار نہیں ہوا، کیوں نہیں ہوا، بات یہ نہیں ہے کہ یہ جرم سرزد نہیں ہوا بات یہ ہے کہ وہ چودھری فاروق کے ڈرائیور کی بیوہ ہے اور فاروق کے ڈرائیور کی بیوہ کا تعلق مجھ سے ہے۔ میری بدقسمتی یہ ہے کہ میں اپوزیشن میں ہوں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس طرح کے معاملات جب ہوں گے تو میں نہیں سمجھتا، اسی طرح ایک F.I.R 11 نمبر کی ہے جو کہ جنوری کی 13 تاریخ کو دفعات 336، 337 کے تحت کاٹی گئی تھی۔ میں ضروری نہیں سمجھتا کہ اس کو واضح کیا جائے۔ آئی جی صاحب سمجھ رہے ہوں گے۔ اس کا آج تک ایک ملزم بھی گرفتار نہیں ہوا۔ کاغذوں میں ہر چیز موجود ہے۔ اسی طرح میں ایک بات اور کرنا چاہتا ہوں اور بالخصوص آئی جی صاحب کے نوٹس میں لانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ایک مقدمہ نمبر 104/8 مورخہ 23-3-2008 بجرم 365 ت پ کا درج کیا گیا تھا۔ یہ مقدمہ اغوا برائے تاوان کا تھا۔ ہوتا کیا ہے کہ پی او سٹاف جس کا انچارج مظہر اقبال عرف گوری کھاریاں میں انچارج تھا۔ اس نے جو اشتہاری بندہ ہے اور جس کا نام مدثر اقبال ہے اور جس کے خلاف FIR نمبر 666-668 بجرم 399,402 کی 132065 کی 25-9-2006 کو درج تھیں۔ وہ ایک اشتہاری تھا اسے پکڑ کر حوالات میں بند کر دیا۔ جب اسے پکڑ کر پی او سٹاف کے انچارج نے اسے بند کر دیا تو اس وقت کیا ہوتا ہے کہ ہمارے محترم متعلقہ ایم این اے صاحب کے چچا جو مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے لیکن treasury benches کی طرف سے بات آئے گی۔ میں نے یہ فائل بھی اسی لئے دی ہے کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے یہ میرا لکھا ہوا نہیں ہے۔ یہ پولیس ڈیپارٹمنٹ کے روزنامچے کی بات ہے۔ روزنامچے میں بمعہ رپٹ سب کچھ لکھا ہوا ہے اور وہ میں سمجھتا ہوں کہ اتنی دردناک story ہے اور ہم کہتے ہیں کہ ہم نے پولیس والوں سے کام کیسے لینے ہیں؟ جناب آفیسرز کمانڈ کرتے ہیں، officers

planning کرتے ہیں آفیسرز ان اہلکاروں کو protection دیتے ہیں۔Actually کام ان کانسٹیبلوں نے کرنا ہوتا ہے اگر کوئی کانسٹیبل کسی اشتہاری کو پکڑ کر حوالات میں بند کرتا ہے تو کوئی سرکاری آفیسر یا اقتدار میں بیٹھا ہوا کوئی ایم این اے یا ایم پی اے اپنی اتھارٹی کے تحت کہے کہ یہ اشتہاری مجھے دے دو وہ دینے سے انکار کر دے اور اسے dismiss from service کیا جائے تو کیا آپ believe کریں گے کہ پولیس والے کام کریں گے۔ یہ فائل میں روزنامچے کی جو language ہے اسے اگر میں پڑھنا شروع کروں۔اگر آپ تھوڑی سی مہربانی فرمائیں تو میں اسے پڑھنا چاہوں گا۔۔۔

جناب سپیکر:آپ اپنے مقررہ وقت میں جتنا مرضی پڑھ لیں مجھے اس پر کیا اعتراض ہے۔

چوہدری محمد ارشد:اے ایس آئی کے روزنامچہ میں رپٹ نمبر 6 ہے۔مورخہ 2008-6-3 کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ پی او سٹاف کے صحن میں گاڑیاں رکنے کی آواز آئی۔دروازہ کھٹکا اور سنتری نے دروازہ کھولا ملک حنیف اعوان ضلعی صدر مسلم لیگ (ن) ہمراہ ان کا سیکرٹری مدثر، ملک عبید اللہ، خالد بمعہ آتشیں اسلحہ بلٹ مارتے ہوئے احاطہ سٹاف میں داخل ہوئے۔بے ہودہ گفتگو شروع کر دی، گالی گلوچ کرتے رہے۔میں نے منت سماجت کی کہ ملک حنیف صاحب، بیٹھنے کے لئے کہا اور پوچھا کہ وجہ کیا ہے، ملک حنیف صاحب نے فرمایا کہ مجھے جانتے ہو میں کیا کرتا ہوں؟ میں نے کہا، ملک صاحب! بات تو بتاؤ، ملک صاحب کہنے لگے کہ میرے پوچھے بغیر میرے سیکرٹری مدثر کے گاؤں کیوں گئے؟ میں نے کہا ملک صاحب! مدثر سیکرٹری کے گاؤں میاں مدثر اقبال ولد شریف دو مقدمات میں رجسٹرڈ، چار مقدمات میں ریکارڈ یافتہ اشتہاری ہے۔رپٹ نمبر 5 کے تحت اس کو باضابطہ طور پر گرفتار کیا ہے، دے نہیں سکتا۔ملک صاحب نے غصے میں آ کر کہا، میرا قانون چلے گا میرا حکم ہے کہ پی او سٹاف ختم، کوئی پی او سٹاف نہیں۔

جناب والا! میں یہاں پر یہ کہنا چاہوں گا کہ اس وقت وہاں کے ڈی پی او محمد افضل ورک صاحب تھے اس میں شک نہیں ہے کہ میرے پاس ان کے خلاف کوئی شکایت نہیں ہے ان کی ایمانداری پر شاید مجھے شک نہیں ہے لیکن ان کی ایک ایمانداری پر مجھے شک ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ کسی

کو انصاف provide نہیں کرتے۔ انہوں نے پیسے نہ لے کر ایمانداری کا جھنڈا گاڑا ہوا ہے لیکن یقین کر لیں میں نے ابھی جن ایف آئی آرز کی بات کی میں خود ان سے ملا ہوں۔ میں نے آئی جی صاحب کو جو فائل دی ہے اس کے حوالے سے میری آخری request یہ ہے کہ وہ اے ایس آئی تو چار مہینوں کے بعد بحال ہو گیا ان پولیس ملازمین کا کیا قصور جنہوں نے اس شتہاری کو پکڑا اور مزے کی بات یہ ہے کہ وہ اشتہاری 3 تاریخ کو گرفتار ہوتا ہے، حوالات میں بند ہوتا ہے، روزنامچے پر گرفتاری پڑتی ہے وہ release ہو جاتا ہے اور next day اسی اشتہاری کو مدعی بنا کر ان اہلکاران کے خلاف پرچہ درج کیا جاتا ہے اور وہ آج بھی اشتہاری ہی ہے۔ یہ کانسٹیبلز دو مہینے حوالات میں رہتے ہیں اور آج تک dismiss ہیں۔ اس پرچے کی ایف آئی آر بھی اس فائل میں موجود ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے، یہ کیسے بات چلے گی، یہ پولیس والوں سے کیسے کہیں گے کہ وہ ہمارے لئے امن و امان کا کوئی سلسلہ کریں؟

جناب سپیکر: چودھری ارشد صاحب! بہت شکریہ۔ جی، محترمہ طیبہ ضمیر صاحبہ!

محترمہ طیبہ ضمیر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ یارب العالمین۔ میں اپنے رب کی شکر گزار ہوں as compared to آج سے ایک سال پہلے اور اس سے پیچھے چلے جائیں دس سالوں پر محیط عرصہ قوم نے جس طریقے سے گزارا اور اب ان حالات کو ہم اطمینان بخش نہیں کہہ سکتے تو تسلی بخش ضرور ہیں۔ یہاں پر Friday کو law and order situation پر میرے بھائی رانا ثناء اللہ صاحب لاء منسٹر نے جس طریقے سے factual in detail اعداد و شمار کے ساتھ comprehensive debate کی اس پر میں انہیں خراج تحسین پیش کرتی ہوں۔ لاء منسٹر صاحب ہمیشہ home work کر کے آتے ہیں اور ہر ڈیپارٹمنٹ پر ان کی گہری اور کڑی نظر ہوتی ہے اور یہ اس جاب کے لئے deserve کرتے تھے اور اس کے لئے fit ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ہم اپنے goal کو آسانی سے achieve کریں گے۔

جناب سپیکر! یہاں پر موبائل فون کا رونا رویا گیا اور بھی چھوٹی چھوٹی باتیں point out کی گئیں، کاش! اس floor پر آج ظلِ ہما کا بھی ذکر ہوتا۔ 3۔ نومبر کو جس انداز میں ایک historic

Kiani Hall کے درو دیوار توڑے گئے اور جہاں پر میرے وکلاء بھائی جو اپنی age کی اس پوزیشن میں تھے کہ سیدھے ہو کر بھی نہیں چل سکتے تھے ان پر کیانی ہال کے اندر گھس کر لاٹھیاں برسائی گئیں اور قانون دانوں کے ساتھ جو رویہ برتا گیا وہاں سے وہ آواز اٹھی، ایک رانا ثناء اللہ کی تھی اور دوسری قاسم ضیا کی لیکن اس floor پر کسی کو یہ ہمت نہ ہوئی اور کسی کو یہ شرم نہ آئی کہ ہم نے 3۔نومبر کو P.C.O لگا کر غیر آئینی اقدام کے ساتھ طاقت کے بل بوتے پر کس طریقے سے وکلاء کا حشر نشر کیا ہے اور ساتھ میڈیا والوں کے کیمرے توڑے ہیں، ان پر گولیاں برسائی ہیں، ان کو لاٹھیوں سے چکنا چور کیا لیکن آج الحمد للہ اسی ظلم اور مظلومیت کی اس جنگ میں فتح جمہوریت کی ہوئی۔آج اللہ رب العزت نے ہمیں ایسی قیادت سے نوازا جس کے آنے سے کریمینل لوگ اور غیر آئینی اقدامات کرنے والے لوگ تھر تھر کانپنے لگے۔چیف منسٹر صاحب نے آج جو افسران کی ٹیم پنجاب بھر میں دی ہے میں ان کے ان اقدامات پر بلا مبالغہ انہیں خراج تحسین پیش کرتی ہوں کیونکہ ان پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا اور محرم کے دنوں میں آپ نے دیکھا، میں نے اپنے شہر سرگودھا میں دیکھا، ہوم سیکرٹری وسیم حسن ندیم صاحب، آئی جی صاحب اور coalition partners نے جس طریقے سے law and order کی صورتحال کو قابو کیا اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں تھا۔

جناب سپیکر! .Merit is the best policy پولیس بھرتی میں میرٹ کو جس طریقے سے develop کیا گیا ہے اس کے بھی بہت اچھے نتائج سامنے آئیں گے۔اس کی بھی ضرورت ہے کہ اے ایس آئی کی پوسٹوں پر new blood کو سامنے لایا جائے تاکہ جس طرح میرٹ پر پولیس بھرتی کے نتائج سامنے آرہے ہیں اسی طریقے سے جو پرانے typical قسم کے ایس ایچ اوز ہیں اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان کے criminal لوگوں سے relationship ہوتے ہیں ان پر بھی نظر رکھی جائے کیونکہ وہ خود بھی آہستہ آہستہ criminal ہو جاتے ہیں۔

جناب سپیکر! ڈپٹی اپوزیشن لیڈر نے یہاں ایک بات کہی کہ ہم آپ کو consensus دیں گے، coordination and harmony ہوگی تو وہ ہمیں اس طریقے سے تجاویز دیں۔ڈکٹیٹر نے اس ملک کو دس سال میں تباہی کے جس دہانے پر لا کھڑا کیا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔اس وقت صرف وزیر اعلیٰ شہباز شریف نہیں، مسلم لیگ (ن) یا پیپلز پارٹی نہیں بلکہ اپوزیشن کو بھی اپنا

آئینی، اخلاقی اور پاکستانی رول ادا کرنا ہے۔ یہاں پولیس سروس کی بات ہوتی ہے ہم تو اس سے آگے بڑھ کر کہتے ہیں کہ D.S.P's and S.H.O's کے لئے residential flats بنائے جائیں، ان کو facilitate کیا جائے تاکہ وہ اپنی performance کو بہتر بنائیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے بڑی مہربانی کرتے ہوئے اور خصوصی دلچسپی لیتے ہوئے جیل اہلکاروں کے لئے upgradation and increasing of salaries summary ہوم سیکرٹری صاحب کے پاس بھجوائی ہے میں ایوان کے توسط سے ان سے درخواست کروں گی کہ آپ وہ summary finalize کر کے چیف منسٹر صاحب کو return بھجوادیں تاکہ اس پر implement ہو سکے۔

جناب سپیکر! معیشت میں لاء اینڈ آرڈر کا بہت تعلق ہے۔ پچھلے دور میں بے روزگاری نے جس طریقے سے زور پکڑا اسی طریقے سے یہ situation بھی خراب ہوتی گئی حتیٰ کہ سرمایہ داروں نے منہ موڑ لیا۔ آپ 1999 میں دیکھیں کہ کسی suicide bomber کی ایسی مثال نہیں ملتی، آپ دیکھیں کہ 2007 تک یہ تعداد کہاں بڑھ گئی تھی۔ پولیس والے ہائی کورٹ کے باہر ایک ریلی کے منتظر تھے اور وہاں پر ان بے چاروں کے چیتھڑے اڑ گئے میری مراد 2007 کی ہے، ہم نے کتنی قیمتی جانوں سے ہاتھ دھوئے اور پاکستان کی نقصِ عامہ کی یہ صورتحال کہاں تک پہنچی اور اس کے محرکات کیا ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ آپ یہ بات نہ کریں کہ پچھلے سالوں میں کیا ہوا، پچھلی آمرانہ حکومت نے عنانِ حکومت کیسے سنبھالا لیکن یہ تو ایک تاریخ رقم ہو چکی ہے اس کو ہم نہیں بھلا سکتے، یہ ہمارے ساتھ چلے گی اور آئندہ آنے والے حکمرانوں کو بھی اس سے سبق حاصل کرنا ہوگا۔ پرویز مشرف نے پنجاب کے علاوہ سرحد میں جو آگ لگائی ہے، بلوچستان میں جو بارود پھینکا ہے، کراچی میں جو فرقہ واریت پھیلائی ہے انشاء اللہ تعالیٰ وہ highly vision میاں محمد نواز شریف صاحب کا ہے جس نے rule of law کی بات کی ہے، جس نے supremacy of Constitution کی بات کی ہے، جس نے restoration of democracy کی بات کی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اپنے goal کو achieve کریں گے۔ ابھی culture کی بات ہو رہی تھی۔ معاشرے میں مثبت values بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ میں آپ کے توسط سے میڈیا کو یاد کروانا چاہتی ہوں کہ صحافیوں نے، وکلاء نے، سول سوسائٹی نے اور کارکنان مسلم لیگ (ن) اور پیپلز پارٹی نے اکٹھے جنگ لڑی ہے۔

وہ روشن خیالی، وہ ڈانسر صدر پرویز مشرف، وہ valentine day منانے والے، وہ marathon race والے، بہنوں بیٹیوں کو نیکریں پہنانے والے، فحاشی، بے حیائی کو فروغ دینے والے اگر آج بھی یہ بات کرتے ہیں تو یہ "دیر آئید درست آئید" والی بات ہے۔ ہم تو پہلے ہی اپنی اسلامی پہچان کے داعی ہیں لیکن اس میں معاشرے کو خصوصاً الیکٹرانک میڈیا کو سمجھنا ہو گا جیسے 14 تاریخ کو Valentine day منایا گیا۔ اس طرح آہستہ آہستہ یہ زہر نوجوان نسل میں پھیل جاتا ہے۔ موبائل فون کمپنیاں اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لئے یہ slow poison inject کرتے رہتے ہیں۔ ان کے لئے ایک ایسا code of conduct بنایا جائے کہ کوئی باہر کی کمپنی پاکستان میں اس طرح نہ کرے۔ آپ دیکھیں انڈیا میں پاکستان کے چینل چلانے کے لئے اجازت لینا پڑتی ہے لیکن ہمارے یہاں بھی code of conduct ہونا چاہئے۔ اس کے لئے قانون سازی ہونی چاہئے۔ اس طرح نہ ہو کہ اونٹ بے مہار کی طرح جس کا جی چاہے جو مرضی کرتا رہے۔ میرے بہت ہی قابل احترام صحافی بھائیوں کو اس میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے کہ معاشرہ رسم و رواج میں جکڑ کر نہ رہ جائے، جیسے بسنت پر گلے کٹتے رہے ہیں، خون بہتا رہا ہے۔ اسی طرح دوسری رسمیں زور نہ پکڑ جائیں۔ ان خرابیوں سے ہم نے بڑے مثبت انداز سے اور بڑے احسن طریقے سے اپنی نسل کو، اپنے بچوں کو اور اپنی قوم کو بچانا ہے۔ بہت شکریہ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: میاں شفیع محمد صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب طاہر احمد سندھو!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب شاہجہاں احمد بھٹی!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ محترمہ عظمیٰ بخاری صاحبہ!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں۔ محترمہ نسیم لودھی صاحبہ!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں۔ جناب جوئیل عامر سہوترا!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب شاہ رخ ملک!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ ملک عامر ڈوگر!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ انجینئر قمر الاسلام صاحب!

انجینئر قمر الاسلام راجہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بقول شاعر

چلا ہے میری غریبی کا تماشا دیکھنے والے
یہ محفل اٹھ گئی جس دم تو مجھ تک دور جام آیا

جناب سپیکر! کچھ باتیں جو میں امن وامان کے حوالے سے کرنا چاہ رہا تھا، وہ بہت سے معزز ممبران نے کر دی ہیں۔ اس لئے میں repetition سے گریز کرتے ہوئے جو باتیں اور تجاویز رہ گئی ہیں وہ عرض کروں گا کیونکہ یہ ایک گھمبیر مسئلہ ہے، اس کی سنجیدگی اور شدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہاں پر جو پہلے آٹھ خواتین وحضرات ممبران اسمبلی نے اس مسئلے پر اظہار خیال کیا ہے توان میں سے دو ایسے ممبران تھے جن کے ساتھ خود واردات ہو چکی تھی۔ ان میں سے ایک کا تعلق اپوزیشن سے ہے اور ایک کا تعلق حکومتی بنچوں سے تھا۔ میرا خیال ہے کہ ایک اہم پہلو کا ذکر نہیں ہوا۔ وہ امن وامان اور crime control میں intelligence value ہے اس لئے جب تک ہمارے پاس یا law enforcement agencies کے پاس صحیح اطلاع نہیں ہو گی کہ کہاں پر جرم ہونے والا ہے یا کہاں پر جرم ہونے کا اندیشہ ہے تو پھر اس پر قابو پانا بہت مشکل ہو جائے گا۔ اس سلسلہ میں صوبائی حکومت کے پاس ایک سپیشل برانچ کا محکمہ ہے۔ یہ بہت پرانا محکمہ ہے، اس کا بنیادی مقصد anti state elements کے متعلق اطلاعات کو اکٹھا کرنا تھا اور متعلقہ اداروں تک پہنچانا تھا لیکن بد قسمتی سے سپیشل برانچ کا محکمہ افسران کی "کھڈے لائن" بن چکا ہے۔ اس کے علاوہ پولیس کے افسران جو اضلاع یا ڈویژن میں خدمات سرانجام دے کر جب سپیشل برانچ میں آتے ہیں تو بجائے اپنے فرائض کی بجاآوری کے ان کی نظر مختلف اضلاع میں واپس اپنی posting پر ہوتی ہے کہ فلاں ضلع لینا ہے یا فلاں ڈویژن میں جانا ہے۔

جناب سپیکر! جب ہم طالبعلم تھے تو یہاں پر ایک تجربہ کیا گیا تھا۔ اگر میں غلط نہیں ہوں تو غالباً وہ چودھری سردار محمد صاحب کا دور تھا۔ جس طرح ابھی ٹریفک پولیس میں تجربہ کیا گیا ہے انہوں نے اسی طرح پڑھے لکھے نوجوانوں کو سپیشل برانچ کے لئے بھرتی کیا تھا اور انہیں بتایا گیا تھا کہ آپ نے سپیشل برانچ میں کام کرنا ہے۔ میں اگر غلط نہیں ہوں تو اس زمانے میں پنجاب کی سپیشل برانچ کی کارکردگی باقی تمام ادوار کی نسبت بہتر رہی ہے۔ اسی طرح I.B کا جو مرکز میں محکمہ ہے اس میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ P.S.P کے افسران کی جب I.B میں posting ہوتی ہے تو وہ واپس اپنے صوبوں میں یا اضلاع میں جانے کے لئے بے چین رہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ proper طریقے سے کام نہیں کر سکتے اس لئے صوبے کے حوالے سے میری یہ تجویز تھی کہ اگر سپیشل برانچ کے محکمے کے

لئے ایسی قانون سازی کر دی جائے کہ وہاں پر جو بھرتی شدہ افسران یا اہلکاران ہیں، اسی محکمے میں رہیں اور یہی تجربہ ابھی فوج میں کیا گیا ہے کہ core of military intelligence الگ کر دی گئی ہے۔ جس طرح پہلے فوج کے افسران Intelligence میں آتے جاتے رہتے تھے لیکن اب C.M.I الگ بنا دی گئی ہے۔ اس سے specialized activities کے لئے special and proper trained staff کا تقرر ہوتا ہے۔ اسی طرح تھانوں کی سطح پر پرانے دور میں S.H.O کے ساتھ کار خاص سپاہی ہوا کرتے تھے جو پرائیویٹ کپڑوں، میں اپنی beat میں اور اپنے علاقوں میں گشت کیا کرتے تھے۔ وہ وہاں سے جوا، شراب اور جو بھی جرائم ہوتے تھے ان کے متعلق اطلاعات لاتے تھے اس لئے میری یہ تجویز ہے کہ intelligence کے معاملے پر زیادہ توجہ دی جائے تاکہ جرائم میں کمی ہو سکے۔

جناب سپیکر! پولیس کے ملازمین پر تنقید تو سب کرتے ہیں لیکن جس طرح ابھی working hours کی بات ہوئی ہے یہ بات پہلے ہو چکی ہے اس لئے میری گزارش یہ ہے کہ اگر پولیس ملازمین کے working hours طے کر دیئے جائیں تو بہتر ہے جیسا کہ شیر علی خان صاحب نے بھی کہا تھا تو پھر ہم موٹروے پولیس یا ٹریفک وارڈن کے معیار کی کارکردگی کی توقع رکھ سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! پنجاب میں تھانوں کی اکثریت کی صورتحال یہ ہے کہ وہاں پر ملازمین کے سونے، جاگنے اور رہائش کے مسائل بہت زیادہ ہیں۔ دیہات کے تھانوں میں درمیان میں ایک ہینڈ پمپ لگا ہوتا ہے اور وہاں پر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک ملازم اس ہینڈ پمپ سے مستفید ہو رہا ہوتا ہے اور باقی قطار میں کھڑے ہوتے ہیں۔ ان حالات میں ہم توقع نہیں رکھ سکتے کہ وہ بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کریں۔

جناب سپیکر! اس کے بعد وسائل کا مسئلہ ہے چونکہ ہمارا ملک غریب ہے اور ہمارے پاس وسائل کی کمی ہے لیکن بدقسمتی سے جتنے بھی وسائل پولیس کے لئے مختص کئے گئے ہیں، اس کا major chunk افسران بالا تک رہ جاتا ہے اور نیچے کم پہنچتا ہے۔ میں اس کی مثال یہ دوں گا کہ اگر آپ رہائشی سہولیات پر جائیں تو پنجاب کے تمام اضلاع میں D.P.O حضرات یا R.P.O حضرات کے لئے گھر

کا کل رقبہ باقی ضلع کے پولیس ملازمین کے entire گھریلو رقبے سے زیادہ نہیں تو برابر ضرور ہو گا۔ اس سلسلہ میں میری گزارش ہے کہ وسائل کی تقسیم صحیح طریقے سے ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر! بظاہر تو یہ بہت attractive figure لگتی ہے کہ اس دفعہ امن و امان کے حوالے سے اتنا بجٹ مختص کر دیا گیا لیکن وہ بجٹ بد قسمتی سے نیچے نہیں جاتا اور کچھ تھوڑی بہت seepage ہو کر ملازمین تک جاتی ہے۔ پنجاب کا کوئی ضلع ایسا نہیں ہے جہاں پر D.P.O حضرات کے پاس تین سے کم گاڑیاں ہوں۔

جناب سپیکر: اجلاس کا وقت گھنٹہ کا اور بڑھایا جاتا ہے۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: ایک گاڑی ان کے اپنے استعمال میں ہوتی ہے، دوسری گاڑی ان کے بچوں کے زیر استعمال ہو گی۔ میں تین گاڑیوں کا کم از کم figure بتا رہا ہوں اور یہاں پر تشریف فرما تمام معزز ممبران حضرات اور آئی جی صاحب اس بات کے گواہ ہوں گے کہ چاہے اس کے استعمال کے لحاظ سے log book میں entry کچھ اور ہو گی لیکن کہیں سے بھی پتا کیا جا سکتا ہے کہ کم از کم تین گاڑیاں ہر ضلع کے DPO کے زیر استعمال ہیں اور اسی طرح ان کے گھروں کا معیار دیکھ لیں چاہے وہ بجلی کے حوالے سے ہیں یا کسی دوسری مد کے حوالے سے فنڈز ہیں۔ میری یہ تجویز ہے کہ ضلع کے فنڈز کے استعمال کے سلسلے میں دو چار ایس پی حضرات یا کسی دوسرے افسران پر مشتمل کمیٹی بنا دی جائے بجائے اس کے کہ فرد واحد کے ہاتھ میں وہ تمام فنڈز ہوں۔ اس کے علاوہ پولیس آرڈر جو اس وقت enforce ہے اس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ سیاسی دباؤ سے پولیس کو آزاد کیا جائے۔ اس میں کچھ تجاویز یہ بھی تھیں کہ جو P.P.O یا I.G صاحب ہیں ان کا عرصہ متعین کر دیا جائے۔۔۔

جناب سپیکر: بہت مہربانی۔ جناب محمد مسعود لالی صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ رائے محمد اسلم خان کھرل صاحب! ذرا جلدی کریں کیونکہ میں نے پہلے ہی دو تین دفعہ ہاؤس کا ٹائم بڑھا دیا ہے۔ اب مناسب نہیں لگے گا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: آپ جتنا مرضی ٹائم بڑھا دیں ہم رات 12 بجے تک بیٹھنے کے لئے تیار ہیں۔

جناب سپیکر: میں تو بیٹھوں گا لیکن باقیوں کا دیکھ لیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! مجھے بھی کچھ بات کرنے دیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ کا نام بھی آئے گا۔ فکر نہ کریں، میں آپ کو سنوں گا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! محترمہ کو بولنے کا موقع دے دیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ہماری request پر محترمہ کو out of turn بولنے کی اجازت دے دی جائے۔

جناب سپیکر: آپ رائے اسلم خان صاحب سے پوچھ لیں۔

رائے محمد اسلم خان: بولنے دیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ! آپ کے لئے پانچ منٹ ہوں گے اس سے زیادہ نہیں ہوں گے۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! میرے ساتھ یہ ناانصافی کیوں ہوتی ہے؟ دوسرے دس دس منٹ بولتے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں۔ صرف پانچ منٹ۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! بہت بہت شکریہ۔ ہر کوئی حکومتوں پر تنقید کر رہا ہے لیکن حکومت کے مثبت کردار کو کوئی نہیں دیکھ رہا۔ وزیر اعلیٰ صاحب، وزیر اعظم صاحب اور محترم صدر پاکستان جو دن رات وطن عزیز کے لئے محنت کر رہے ہیں وہ کسی کو یاد نہیں ہے۔ پیپلز پارٹی کی حکومت جب بھی آئی اس کو بحران ملے۔ بجلی، گیس اور آٹے کا بحران ورثے میں ملا۔ الحمد للہ آج صدر صاحب اور وزیر اعلیٰ صاحب کے باہمی مشورے سے اس پر پوری لگن سے قابو پایا جا رہا ہے۔ آج ذرا غور کریں تو گھر گھر میں بجلی روشن ہے۔ پچاس فیصد لوڈ شیڈنگ کم ہو گئی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اس کا لاء اینڈ آرڈر سے کیا تعلق ہے؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ان کو interference سے روکا جائے۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! پہلے پانی نہیں تھا تو اس وقت ڈیم بنانا تو در کنار کسی نے گرڈ سٹیشنوں کی مرمت تک نہیں کروائی۔ آج صدر محترم نے اس پر سختی سے نوٹس لیا اور بتیس ڈیم بنانے کی فوری طور پر منظوری دی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب محمد اعجاز شفیع: اس کا لاء اینڈ آرڈر کے issue سے کیا تعلق ہے جو یہ بول رہی ہیں؟

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! میں سچی بات کر رہی ہوں کوئی غلط نہیں کر رہی کیونکہ سچی بات کرنے سے ان کو بہت جلن ہوتی ہے اس لئے ان سے کہیں کہ ذرا relax ہو کر پہلے میری باتیں سن لیں اس کے بعد انہوں نے جو کچھ بات کرنی ہے کر لیں کیونکہ ان کے لئے ٹائم بہت زیادہ ہوتا ہے۔ انڈسٹری کو بچانے کے لئے ہمارے صدر نے میاں منظور وٹو کو شہر شہر کا دورہ کرنے کی ہدایت کی۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے خود door to door اور شہر شہر جا کر صنعتکاروں سے مشورے لئے۔ پنجاب اور وفاقی حکومت باہمی مشورے سے چل رہی ہے جو کہ دوسروں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ ہمارے صدر محترم نے چین، آسٹریلیا اور کئی ملکوں کے دورے کئے اور کہا کہ آئیں! Investment کریں، ہم آپ کو تحفظ فراہم کریں گے۔ امن و امان قائم کرنے کے لئے صدر محترم آصف علی زرداری نے خود قبائلی علاقے کا دورہ کیا۔ ایک بڑے جرگے سے خطاب کیا اور اسلام نافذ کرنے کا معاہدہ کیا۔ قبائلی متاثرین کو سہارا دینے کے لئے 16۔ ارب روپے کی امداد کا اعلان کیا گیا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! پنجاب میں ہمارے خادمین حرمین شریف محترم میاں محمد شہباز شریف نے پولیس والوں کو راہ راست پر لانے کے لئے کہا کہ ایمانداری سے کام کرو میں تمہاری تین ہزار تک monthly بڑھا دوں گا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ انہوں نے غلط لفظ بولا ہے۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: تنخواہ بڑھا دوں گا، تنخواہ بڑھا دوں گا

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! یہ پولیس کے ادارے پر بہت بڑا الزام لگا رہی ہیں۔

جناب سپیکر: پلیز، تشریف رکھیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! میں نے تنخواہ کے لئے کہا ہے۔ تنخواہ پر monthly تو بڑھ سکتی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! Leader of the Hose پر تہمت لگانے کے برابر ہے۔ یہ مناسب نہیں ہے۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! میرا ٹائم یہ لے رہے ہیں۔

جناب سپیکر: وہ monthly تنخواہ کہہ رہی ہیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! میں بھی یہی کہہ رہی ہوں۔ خادم اعلیٰ نے اپنا فریضہ عبادت سمجھتے ہوئے فوری طور پر گھر گھر جا کر انصاف دلایا اور حوّا کی بیٹی کو انصاف دلایا۔ جیو چینل پر یہ واضح دکھایا جاتا ہے کہ عورتوں کو کس طرح یہ انصاف دلا رہے ہیں۔ گیارہ سال سے نظام اتنا بگڑا ہوا تھا کہ ان دونوں حکومتوں کے پاس اس کو ٹھیک کرنے کے لئے کوئی الہ دین کا چراغ تو نہیں ہے یا کوئی ''کھل جا سم سم'' تو نہیں ہے کہ فوری ہو جائے اس پر تھوڑا سا وقت لگے گا اس لئے تنقید برائے تنقید کرنا حکومت کے لئے ناانصافی ہے۔ لہذا حکومت کے لئے خیر سگالی جذبات رکھنے چاہئیں اسی میں ملک کی بہتری ہے۔ اب ان کو آپ موقع دے دیں۔ میں صرف ایک بات کہتی ہوں کہ:

اپنے لئے تو سب ہی جیتے ہیں اس جہاں میں
ہے زندگی کا مقصد اوروں کے کام آنا

جناب سپیکر: شکریہ۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! "منتھلی" لفظ حذف کیا جائے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: مہربانی کر کے اسے حذف کیا جائے۔

جناب سپیکر: میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ وہ منتھلی تنخواہ کی بات کر رہی تھیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! یہ بہت بڑا الزام ہے۔ اس طرح آپ ایک محکمے پر الزام لگا رہے ہیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! ہم نہیں دیکھتے اس جہاں میں، ہم کام کرنے والے ہیں اور کرتے رہیں گے، کرواتے رہیں گے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، رائے اسلم صاحب!

رائے محمد اسلم خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ جمہوری حکومت کے اقتدار سنبھالنے کے بعد پنجاب اور پاکستان میں امن وامان کی حالت بہت بہتر ہوئی ہے۔ ہماری بڑی بہن کی تقریر کے درمیان میرے بھائی بولتے رہے ہیں۔ میں کم از کم اپنے ضلع اور حلقہ انتخاب کی مثال دیتا ہوں کہ جہاں مویشی چوری اور ڈاکہ زنی کا راج تھا لیکن جمہوری حکومت کے اقتدار سنبھالنے کے بعد اب شاذ ونادر ہی ایسی مثال سامنے آتی ہو۔ اسی طرح پورے پنجاب میں ایک وقت تھا کہ جب آپ صبح اخبار دیکھتے تھے تو بلڈ پریشر تیز ہو جایا کرتا تھا لیکن اللہ کے فضل سے اب آپ جب صبح اخبار دیکھتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ کسی جگہ پر کسی مظلوم کے پاس وزیر اعلیٰ پہنچے ہوئے ہیں، کسی مظلوم کے پاس کوئی وزیر گئے ہوئے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

کہیں صدر مملکت نے وفاقی وزراء کی ڈیوٹیاں لگائی ہیں کہ گھر گھر جا کر لوگوں کی تکالیف معلوم کریں اور ہر ضلع اور تحصیل ہیڈ کوارٹر پر لوگوں کے مسائل سنیں اور انہیں دہلیز تک انصاف پہنچائیں۔ باوجود اس چیز کے کہ امن وامان ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس میں مزید بہتری کے لئے اصلاحات کی ضرورت ہے۔ میرے بھائی صحیح فرما رہے تھے کہ واقعی اس بات کی ضرورت ہے کہ موٹر وے پولیس اور پٹرولنگ پولیس کی طرح پنجاب پولیس کے ملازمین کو بھی اس معیار سے تنخواہیں دی جائیں اور ایسے الاؤنسز دیئے جائیں کہ ان کی نظر کہیں اور نہ پڑے۔

جناب سپیکر! میں ایک اور عرض کروں کہ آمریت کے بعد جب جمہوریت کا سورج طلوع ہوا ہے تو فوج کے بعد بیوروکریسی کو بھی بے لگام نہیں کر دینا چاہئے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جب منتخب عوامی نمائندے بیوروکریسی کے ساتھ مشاورت کر کے تجاویز دیں گے، اصلاحات لائیں گے تو انشاء اللہ یہ جو چھوٹی موٹی باتیں ہیں یا جو تحاریک استحقاق وغیرہ ہیں، جب یہ سیشن شروع ہوا تو ایک دن میں پانچ تحاریک استحقاق پولیس کے خلاف آئیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب مشاورت کا عمل

ہو گا، جب بیوروکریسی بھی یہ محسوس کرے گی کہ یہ ایک ایک لاکھ عوام کے نمائندے ہیں اور ان سے مثبت تجاویز ملیں گی، لوگوں نے انہیں اس لئے ووٹ دیئے ہیں کہ یہ قدرے ملک اور صوبہ کی بھلائی چاہتے ہیں۔ جب ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ ہو جائے گا اور معقول تنخواہیں ہو جائیں گی، allowances معقول ہو جائیں گے تو میں توقع کرتا ہوں کہ پھر کرپشن بلاشبہ بالکل ختم ہو جائے گی اور جس کا گراف اللہ کے فضل سے اب کافی حد تک down ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر! آئی جی صاحب تشریف رکھتے ہیں، ہوم سیکرٹری صاحب تشریف رکھتے ہیں تو میں یہ کہنے میں ذرا جھجک محسوس نہیں کروں گا کہ سوچ کی جتنی تبدیلی افسران میں آئی ہے اتنی تبدیلی نیچے کی سطح پر بھی آ جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ پرانا تھانہ کلچر ہمیشہ کے لئے دفن ہو جائے۔ میرے بھائی نے فرمایا تھا کہ پولیس اگر کسی اشتہاری پر ہاتھ ڈالتی ہے تو صبح کو وہ ڈی پی او نہیں ہوتا۔ میرے دوست! وہ وقت چلا گیا جب اراکین اسمبلی اور اقتدار والے لوگوں کے ڈیروں پر اشتہاریوں کے جھرمٹ لگے ہوتے تھے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ اگر یہی سوچ نیچے کی طرف بھی جائے گی تو انشاء اللہ یہ معاملات طے ہو جائیں گے۔ چونکہ بعض پولیس اہلکار یا کسی اور محکمے کے ملازم بھی اسی معاشرے کا حصہ ہیں۔ کوئی میرا عزیز ہے، کوئی راؤ صاحب کا دوست ہے اور کوئی میرے بھائی کا عزیز ہے تو وہ اپنے عزیزوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے۔۔۔

(اذان عصر)

میں عرض کر رہا تھا کہ ہر محکمے میں کچھ نہ کچھ کالی بھیڑیں ہوتی ہیں جو اپنے دوستوں، اپنے عزیزوں، سابق حکمرانوں کے مفادات کو تحفظ دینے کے لئے اور ان کے کالے کرتوتوں کو تحفظ دینے کے لئے اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ اسی لئے میں عرض کر رہا تھا کہ جب عوامی نمائندوں اور افسران کی آپس میں مشاورت ہو گی تو میں اپنی اسی بات کو دہراتا ہوں کہ عوامی نمائندے جنہیں لوگوں نے منتخب کیا ہے، ہمارے صوبے کے وزیراعلیٰ کو عوام نے منتخب کیا ہے۔ ہمارے ملک کے وزیراعظم کو عوام نے منتخب کیا ہے تو وہ گلی گلی جاتے ہیں، پانی میں جاتے ہیں، مظلوموں کے پاس جاتے ہیں اور وہاں جا کر مسائل معلوم کرتے ہیں، تکالیف معلوم کرتے ہیں۔ وہ کسی سابق ڈکٹیٹر اور آمر کی طرح صرف ڈنڈا ہی نہیں

چلاتے اس لئے میری آپ کی وساطت سے وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر قانون سے گزارش ہے کہ ممبران اسمبلی کی شکایات کو حل کیا کریں چاہے ان کا تعلق (ق) لیگ سے ہو، (ن) لیگ سے ہو یا پیپلز پارٹی سے ہو۔ شکریہ

خواجہ محمد اسلام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: خواجہ صاحب! تقریر نہیں صرف پوائنٹ آف آرڈر ہی ہو گا۔

خواجہ محمد اسلام: شکریہ۔ جناب سپیکر! آج لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہو رہی ہے تو میں آئی جی صاحب کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے فیصل آباد میں پی پی۔72 جو کہ میرا حلقہ ہے وہاں کرسچین ٹاؤن ہے جو ہیروئن کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ میں یہ نشاندہی کرنا چاہتا ہوں۔ وہاں پر ہر روز صبح دو سے تین سو آدمیوں کی لائن لگتی ہے اور لائن لگا کر وہاں پر ہیروئن بکتی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: چلیں، ان کے نوٹس میں یہ بات آ گئی ہے، بس آپ بیٹھیں۔

خواجہ محمد اسلام: جناب سپیکر! کرسچین ٹاؤن پی پی۔72، فیصل آباد۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ شاہ صاحب! صرف پانچ منٹ کے لئے بات ہو ان سب دوستوں کا خیال کریں کیونکہ ٹائم کافی ہو رہا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میرا تو آخری نمبر تھا۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ آپ کا آخری نمبر کہاں تھا؟

سید حسن مرتضیٰ: اگر کسی نے بات کرنی ہے تو وہ کر لے۔

جناب سپیکر: کیا آپ آخر میں جانا چاہتے ہیں؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں آخر میں کر لوں گا۔ میں جناب! wind up کر لوں گا۔

جناب سپیکر: محترمہ آمنہ بٹر!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں۔ سید صاحب کہہ رہے ہیں کہ میں بعد میں بات کروں گا۔

سید حسن مرتضیٰ: ٹھیک ہے۔ جناب! میں کر لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ صرف آپ پانچ منٹ کے لئے بات کریں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔ میں خواجہ اسلام کو بھی مبارکباد دیتا ہوں کہ ان کے حلقے میں لوگ اتنے civilized ہیں کہ وہ ہر چیز لائن میں لگ کر لیتے ہیں۔ (قہقہہ)

ایک آواز: یہ غیر پارلیمانی الفاظ ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں نے آج تک کبھی بھی غیر پارلیمانی زبان استعمال نہیں کی۔

جناب سپیکر: شاباش، شاباش۔

سید حسن مرتضیٰ: حالانکہ اس طرف سے ہمیں گالیاں بھی دی جاتی ہیں لیکن ہم اس کے بدلے میں بھی انہیں پیار اور محبت دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں سارے سمجھدار ہیں ایسی بات نہیں کریں گے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے تو پولیس کے ان شہیدوں کو جنہوں نے اپنے فرض کی ادائیگی میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے ان کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ۔۔۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: اس کے ساتھ ساتھ ان کے بچوں کے مستقبل کا بھی خیال کیجئے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ان شہداء کے بچوں کے مستقبل کے لئے ہماری جانیں بھی حاضر ہیں۔ اس پر اگر ہماری حکومت legislation کرے، انہیں facilitate کریں گے تو ہم ان کے ساتھ ہیں کیونکہ انہوں نے ہمارے امن وامان کو بچانے کی خاطر بہت قربانیاں دی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں ان درندہ صفت پولیس ملازمین کی مذمت بھی کروں گا جن کے پیچھے حصول انصاف کی خاطر غریب لوگ تڑپ تڑپ کر جانیں دے دیتے ہیں، چل چل کر اپنے جوتے توڑ لیتے ہیں۔ یہاں لاہور میں شاید کوئی اچھا یا بہتر طریقہ ہو لیکن ہمارے جو backward اضلاع ہیں وہاں ایک تھانیدار اپنے آپ کو سپر پاور سمجھتا ہے۔ اس کے دروازے پر اگر کوئی چلا جائے تو وہ سیدھے منہ بات کرنا پسند نہیں

کرتا۔ آج اس 2009 میں بھی F.I.R درج کروانا اتنا مشکل کام ہے کہ آپ سوچ نہیں سکتے۔ میاں محمد شہباز شریف کے حکم سے پچھلے دنوں جو P.Os کے خلاف کریک ڈاؤن ہوا اس میں بڑے بڑے نامی گرامی اشتہاری پکڑے گئے لیکن میری تحصیل چنیوٹ میں ان کے خلاف کوئی مقدمہ، کوئی F.I.R کاٹنے کے لئے تیار نہیں۔ میں کل بھی I.G صاحب کے پاس حاضر ہوا اور انہیں ایک درخواست دی۔ ایک آدمی جس نے تاوان دے کر اپنا ٹریکٹر واپس لیا تھا اس کا بھی پرچہ S.H.O درج نہیں کر رہا تھا، ایک آدمی جس نے تاوان دے کر اپنا بچہ واگزار کروایا تھا اور اس اشتہاری کے پکڑے جانے کے بعد وہ دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں لیکن ان کا پرچہ درج نہیں ہو رہا ہے۔ ہم یہاں امن وامان کے حوالے سے بات کرتے ہیں کہ وانا میں یہ ہو رہا ہے، باجوڑ میں یہ ہو رہا ہے، سوات میں یہ ہو رہا ہے لیکن ہمارا پنجاب، ہماری اپنی تحصیلیں اور ہمارے اپنے گاؤں محفوظ نہیں ہیں۔

جناب والا! آپ دیکھیں، آپ کا تعلق بھی ایک گاؤں سے ہے ایک ایک رات میں اٹھارہ اٹھارہ چوریاں اور ڈکیتیاں ہو رہی ہیں، لوگ اپنے جانوروں کے رسے پکڑ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک وقت تھا جب چوریاں ہوتی تھیں لوگ سوئے ہوتے تھے، گھروں سے باہر ہوتے تھے تو چور چوری کر کے لے جاتے تھے۔ آج جناب! ایسا وقت آگیا ہے کہ ڈکیتی ہوتی ہے، چور گھر میں گھستے ہیں، لوگوں کو مارتے ہیں پیٹتے ہیں اور انہیں گن پوائنٹ سے اٹھا کر ان کا سامان انہی کے سروں پر رکھ کر کہتے ہیں کہ ہمیں فلاں جگہ چھوڑ کر آؤ۔ یہ لمحہ فکریہ ہے۔ میں پچھلے دنوں جی ٹی روڈ سے گجرات جا رہا تھا میں نے وزیر آباد کے قریب دیکھا ایک شخص اپنے کھیت میں ہل چلا رہا تھا۔ ایک طرف بیل تھا اور دوسری طرف اس کسان نے خود پنجالی اپنے گلے میں ڈالی ہوئی تھی اور ہل چلا رہا تھا۔ یہ alarming situation ہے اس سے زیادہ حالات خراب نہیں ہو سکتے۔ ہماری گورنمنٹ ہے، ہم گورنمنٹ کا حصہ ہیں، ہماری گورنمنٹ اس پر کوشش بھی کر رہی ہے۔ شاید میری ان باتوں سے ہمارے اپوزیشن بنچوں پر بیٹھے ہوئے بھائی بڑے خوش ہو رہے ہوں۔۔۔

معزز اراکین حزب اختلاف: ہم افسوس کر رہے ہیں۔۔۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! اچھا ہے، انہیں افسوس کرنا چاہئے کیونکہ یہ حالات انہی کے پیدا کردہ ہیں۔(قہقہہ)

آج پہلی مرتبہ انہوں نے مہربانی کی اور اس بات کا اعتراف کیا ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ ان کی طرف نہ دیکھیں آپ میری طرف دیکھیں اور مجھ سے مخاطب ہوں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! کیسے نہ دیکھیں، پوری قوم ان کی طرف دیکھ رہی ہے کہ انہوں نے کس حال میں اس ملک کو چھوڑا ہے۔

جناب سپیکر: شاہ جی! بس کریں۔۔۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں نے صرف اعجاز شفیع صاحب اور لغاری صاحب سے بات کی تھی باقی ویسے ہی بول رہے ہیں۔ میں لاء منسٹر اور آپ کی وساطت سے آئی جی صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنے ماتحتوں کا رویہ اس حد تک تبدیل کریں کہ وہ بغیر سفارش کے، اگر کسی کے پاس کوئی ایم پی اے، کوئی ایم این اے، کوئی کونسلر، کوئی ناظم نہیں ہے تو اس غریب کی بات سنیں اسے انصاف ملنا چاہئے۔

جناب سپیکر: یقیناً آپ کی بات صحیح ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! اگر یہ کام ہو جائے گا تو پھر کوئی ایم پی اے، کوئی ایم این اے S.H.O لگوانے کی خواہش ظاہر کرے گا اور نہ ہی اس چیز کی ضرورت پڑے گی۔ آپ بار بار گھڑی کو دیکھ رہے ہیں میں انہی الفاظ کے ساتھ اجازت چاہوں گا۔

جناب سپیکر: آپ کا بہت شکریہ بڑی مہربانی۔ محترمہ ثمینہ خاور حیات!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرے بھائی ابھی بات کر رہے تھے میں بالکل ان سے اتفاق کروں گی کیونکہ ہمیشہ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ میں بولوں گی تو لگے گا کہ میں criticize کر رہی ہوں لیکن اگر صحیح بات کو point out کیا جائے تو اس پر ہمیں اتفاق کرنا چاہئے اور اس کو

second کرنا چاہئے اس سے اگلے کی ہمت افزائی ہوتی ہے۔same یہی میرے points تھے کہ ایم پی ایز اور ایم این ایز کے ٹیلیفون کے بغیر پولیس افسران کو چاہئے کہ وہ ان عام لوگوں کی بات سنیں جن کے پیچھے کسی ایم پی اے، کسی ایم این اے اور کسی منسٹر کا ٹیلیفون نہیں جاتا۔ کچھ روز پہلے اسی طرح کا ایک واقعہ رونما ہوا ہے جس پر میں تحریک استحقاق بھی لے کر آئی ہوں اور جناب وزیر قانون نے میری اس معاملے میں بہت help کی ہے۔ انہوں نے باقاعدہ ان پولیس افسران کو حاضر کیا، میں کسی وجہ سے موجود نہیں تھی۔۔۔

جناب سپیکر: ہاؤس کا وقت پندرہ منٹ کے لئے مزید بڑھایا جاتا ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! وہ transport سے related تھا۔ یہ میری شکایت نہیں ہے میں صرف request کرتی ہوں پولیس کے اس ناروا سلوک کے بارے میں جو transporters کے ساتھ کیا جاتا ہے وہ transporters جو directly پولیس کو یہ نہیں کہتے کہ ہم آپ کے من پسند transporters ہیں یا ہم آپ کو پیسے دے دیں گے آپ ہماری یہ بات سن لیں، یا ہمارے پیچھے منسٹرز ہیں یا کسی کا ٹیلیفون ہے۔ میں ان transporters کی بات کر رہی ہوں جو direct پولیس افسران کے پاس جاتے ہیں اور وہ پولیس کو اپنا protector سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری help کریں گے اور آگے سے پولیس افسران ان کو یہ کہہ دیتے ہیں کہ آپ ہمارے دفتر میں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ ہم مصروف ہیں، ہمارے پاس ابھی وقت نہیں ہے جس پر میں already تحریک استحقاق جمع کروا چکی ہوں اور میں آپ کی توجہ اسی معاملے پر مبذول کراؤں گی جو میرے بھائی نے بات شروع کی تھی۔ بہت اچھا ہے کہ ہم لوگوں کے ٹیلیفون کئے بغیر ان transporters کی بات سنیں تاکہ وہ پہیہ جام ہڑتالوں تک نہ پہنچیں اور مجھے ابھی بھی امید ہے جیسا کہ پٹرولنگ پوسٹ اور ٹریفک وارڈنز ہیں وہ بالکل رشوت نہیں لیتے۔ ان کی اتنی اچھی repute ہے، ہر کوئی ان کی تعریف کرتا ہے تو میں چاہتی ہوں، میری تجویز ہے کہ اسی طرح کے جو پچھلے دور میں، میں کسی دور کو point out نہیں کرنا چاہوں گی لیکن میں یہ بتانا چاہوں گی کہ جو rules relax کر کے جن افسران کو بھرتی کیا جاتا تھا انہیں اب گولڈن شیک ہینڈ کر کے ہٹا دیا جائے اور ان کی جگہ پٹرولنگ پوسٹ اور ٹریفک وارڈن جیسے افسران کو لانا

چاہئے تاکہ جو ہمارا نظام ہے جسے اب لوگ appreciate کررہے ہیں وہ زیادہ سے زیادہ appreciate کر سکیں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اب بس کریں۔اب میرا بھی کچھ خیال کریں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! آپ کا حکم، میں صرف ایک منٹ سے بھی کم آپ کے اور آئی جی صاحب کے نوٹس میں لانا چاہوں گی کہ کچھ روز پہلے میں نے آئی جی صاحب سے بات کی ہے کہ میں ان ٹرانسپورٹروں کی طرف سے ان کی نمائندگی کرنا چاہتی ہوں کہ جو پولیس کے پاس جاتے ہیں اور ان کی بات نہیں سنی جاتی۔ رانا ثناء اللہ خان صاحب نے بھی میری اس درخواست کو منظور کیا ہے اور میں ان کی بڑی شکر گزار ہوں۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، آپ کا بہت شکریہ۔ آگے ہیں سید ابرار حسین شاہ صاحب۔ شاہ صاحب! منٹوں میں بات کریں۔ دو تین منٹوں میں، یہ معاملہ پھر خراب ہو رہا ہے۔

سید ابرار حسین شاہ: جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اس لاء اینڈ آرڈر کی تجاویز میں شمولیت حاصل کرنے کا موقع عطا فرمایا۔

جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے سب سے پہلے میں یہ عرض کروں گا کہ امن وامان کی صورتحال ہر ملک کی سلامتی کے لئے درست رہنا ہی ضروری ہوتی ہے۔ امن امان کی صورتحال درست اور اچھی اس وقت ہی رہتی ہے جب آبادی یا سوسائٹیاں انصاف کی بناء پر اپنے معاملات کو حل کرتی ہیں۔ ہماری عدالتوں میں جو کیس اتنی دیر انتظار میں رہتے ہیں کہ ان کا آٹھ آٹھ سال، دس دس سال فیصلہ ہی نہیں ہوتا اور جو ملزم ہیں یا جو بھی جرم کرنے والے ہیں وہ اس وقفے میں نہ جانے اور بھی کتنے جرم کر گزرتے ہیں اب ہمارے لئے انتہائی ضروری یہ ہے کہ جو جرم وار ثابت ہوتا ہے یا جو عدالت میں کیس پہنچتا ہے تو ہماری معزز عدالتیں جلد سے جلد فیصلہ کر کے جرم کرنے والوں کو کیفر کردار تک یا ان کی جو سزا بنتی ہے انہیں وہاں تک پہنچائیں۔

جناب والا! میں آپ کی توجہ کا حامل ہوں۔ اس کے ساتھ میں عرض کروں گا کہ ہم اپنی قوم میں شعور develop کرنے کے لئے اپنے تعلیمی پروگرام کو آگے بڑھائیں جیسا کہ ہماری حکومت

کے ایجنڈے میں بہت زیادہ اس کو اہمیت دی جاتی ہے کہ علم حاصل کرنے کے لئے ہم ہر بچے کو موقع مہیا کریں۔اس طرح ہماری تعلیم بھی دہشت گردی اور اس طرح کے جرائم کے واقعات سے بچا سکتی ہے جو کہ پہلا درس ہم اپنے بچوں کو سکولوں کی صورت میں دیتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ جو بھی چھوٹے موٹے واقعات روزمرہ کے ماحول میں routine میں ہوتے ہیں وہ بھی اسی لئے ضد اور نفرت کا سبب بنتے ہیں جب کسی کے ساتھ ناانصافی ہوتی ہے۔جب سارے معاملات انصاف کے ساتھ حل ہوں، کوئی بھی درخواست گزار جب تھانے میں اپنی درخواست لے کر جائے تو اس پر اس کو فوری حق رسی ملے۔اس طرح جرم وزیادتی کرنے والا discourage ہوتا ہے اور اس discourage ہونی کی وجہ سے آئندہ آنے والا ایک جرم مزید پیدا ہونے سے کم ہو جاتا ہے۔اس سلسلے میں آپ کی وساطت سے ایک یہ بھی عرض کروں گا کہ ہمارے ملک میں یہ جو بدامنی کے حالات ہیں، خاص طور پر دہشت گردی کے حوالے سے جو حالات پیدا ہوئے ہیں اس میں، میں آپ کی وساطت سے سب سے پہلے میڈیا والوں کو گزارش کروں گا کہ وہ اپنا role ادا کریں، یہ نہ کریں کہ ہم نے صرف یہ خبر لگانی ہے---

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب! wind up کریں پلیز۔

سید ابرار حسین شاہ: جی، میں wind up کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: جی۔

سید ابرار حسین شاہ: یہ میرے آخری message کے طور پر عرض ہے کہ اس کو صرف اس حد تک نہ رکھیں کہ فلاں جگہ پر یہ واقعہ ہو گیا ہے بلکہ آپ ہمارے بھائی ہیں، اس کمیونٹی میں انہوں نے بھی اس کو لے کر آگے چلنا ہے، اس کو بھی یہ اس طرز پر کریں کہ جرم کرنے والا discourage ہو---

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب! بہت مہربانی۔

سید ابرار حسین شاہ: مثلاً ہمارے ٹی وی میں ایسے پروگرام ہوں جو کہ نصیحت آموز ہوں اور ہماری آنے والی نسل ان سے استفادہ حاصل کرے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ جی، چنیوٹی صاحب! آپ ذرا جلدی دو منٹ میں اپنی بات مکمل کریں۔ دو منٹ سے زیادہ ٹائم میں نہیں دے سکتا۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! مجھے یہ شکوہ ہے کہ میں نے تین گھنٹے پہلے یہاں سلپ بھیجی تھی۔

جناب سپیکر: جی، میرے پاس وہ نہیں آ سکی ہے۔ I am sorry آپ نے جو مجھے اب فرمایا ہے میں دو منٹ کے لئے آپ کو کہہ رہا ہوں، وہ دو منٹ اگر آپ نے ایسے ہی ضائع کرنے ہیں تو پھر آپ کی مرضی ہے۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! یہ دو منٹ میں تو بے عزتی کروانے والی بات ہے۔ میں اس میں گزارش یہ کرنا چاہتا تھا کہ عدل قائم ہو تو امن آتا ہے اس کے لئے ایک بڑا تاریخی جملہ ہے کہ ایک سفیر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے تھے، انہوں نے دیکھا کہ وہ جنگل میں سو رہے ہیں تو انہوں نے کہا تھا "حکمتا فعدلتا امنتا فمنتا" کہ آپ نے حکومت قائم کی تو آپ نے عدل قائم کیا اور امن قائم کیا تو آپ آج آرام سے سو رہے ہیں۔ امن کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ امن تبھی حاصل ہو گا جب ہم عدل معاشرے میں قائم کریں۔ لہذا معاشرے کے تمام طبقات میں عدل و انصاف کا قائم کرنا نہایت ضروری ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ اس وقت جو امن تباہ ہو رہا ہے اس میں پہلے دوستوں نے بھی اشارہ کیا ہے کہ ایف آئی آر کو چاک کرنے میں جو بلاوجہ تاخیر کی جاتی ہے اس سے مدعی جب دیکھتا ہے کہ اس سے مجھے کوئی وہاں انصاف نہیں مل رہا تو وہ غلط قسم کے انتقامی ہتھکنڈوں پر اتر آتا ہے اس لئے اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ جیسے کسی صحیح واقعہ کی اطلاع تھانے میں پہنچائی جائے تو اس پر فوری ایکشن لیا جائے۔ ہم یہاں جیسے پولیس کو کوستے ہیں تو ان کی ضروریات کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے۔ ہمارے ہاں 2004 میں چوکی چناب نگر کو قادیانیوں کی سازش سے منہدم کر دیا گیا لیکن 6-دسمبر 2004 کو ڈی آئی جی فیصل آباد نے دوبارہ اس چوکی کو بحال کیا مگر آج تقریباً پانچ سال گزر گئے ہیں اس چوکی کی کوئی عمارت نہیں بنائی گئی اور وہاں پولیس ملازمین سردی اور گرمی کے تھپیڑے

جھیلتے رہتے ہیں۔ اس طریقے سے ہمارے ہاں ایک بدنام زمانہ جگہ جنگھڑ گلو تھراں ہے، وہاں جرائم کو کنٹرول کرنے کے لئے ایک چوکی پاس کی گئی لیکن ابھی تک اس کی کوئی عمارت نہیں بنائی گئی۔

جناب سپیکر: جی، حضرت ٹائم ختم ہوا، بڑی مہربانی۔ جی، محمد شفیق خان صاحب!۔۔۔ محمد شفیق خان صاحب ہیں؟

جناب محمد شفیق خان: جی۔

جناب سپیکر: جی، بولئے گا لیکن آپ کو بھی اتنے ہی منٹ ملیں گے جتنے حضرت کو ملے ہیں۔ دو منٹ کے بعد آپ کو bell ہو جائے گی۔

جناب محمد شفیق خان: جناب سپیکر! شکریہ۔ کوئی بات نہیں، میں نے دو منٹ ہی بات کرنی ہے۔ مجھ سے پہلے جتنے معزز اراکین ہیں انہوں نے بہت تفصیل سے بات کر لی ہے تو آج چونکہ ہمارے آئی جی صاحب بھی بیٹھے ہیں میں ایک دو باتیں ان کے گوش گزار بھی کرنا چاہتا ہوں۔ میرا حلقہ پی پی۔7 تحصیل ٹیکسلا اور چکڑی پر مشتمل ہے۔ میں ایک دو باتیں ضلع راولپنڈی کے حوالے سے بھی کروں گا۔ میرا حلقہ پی پی۔7 چونکہ این ڈبلیو ایف پی اور پنجاب کے سنگم پر واقع ہے اور دہشت گردی کی جو آگ این ڈبلیو ایف پی میں لگی ہوئی ہے اس کے اثرات، اس کی تپش ہم لوگ بھی محسوس کرتے ہیں۔ آپ سب کے علم میں بھی ہو گا کہ پچھلے دنوں جو واہ کینٹ میں ایک بہت بڑا خود کش دھماکا ہوا اور اس میں سینکڑوں لوگ مارے گئے اور کافی تعداد میں لوگ زخمی ہوئے جو آج تک ہسپتالوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ وہاں کی ایک دہشت گردی کی مثال ہے۔ میں آئی جی صاحب سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو دہشت گردی کا سلسلہ این ڈبلیو ایف پی میں چل رہا ہے یہ آہستہ آہستہ پنجاب میں بھی آ رہا ہے۔ اس کی روک تھام کے لئے انہیں کچھ سوچنا چاہئے جس طرح کہ ہمارے یہاں ایلیٹ فورس ہے اس ٹائپ یا پٹرولنگ پولیس ٹائپ کوئی ایسی فورس ہونی چاہئے کیونکہ ہمارے حلقہ کے لوگ بہت عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ اس کے علاوہ میرا حلقہ چونکہ یہ ایک بارڈر پر واقع ہے، آئے دنوں اغوا برائے تاوان، چوری، ڈکیتی، قتل و غارت کے واقعات بہت زیادہ ہو رہے ہیں۔ علاوہ ازیں ہمارے ہاں جو ڈمپر اور کار لفٹنگ کے واقعات ہیں وہ بھی بہت زیادہ ہیں تو میں آپ سے یہ گزارش کروں گا بلکہ میں نے اغوا برائے تاوان

کے لئے اسمبلی question بھی دیا ہوا ہے اور گزشتہ سات آٹھ ماہ کے دوران تقریباً اٹھارہ سے بیس اچھے کاروباری اشخاص وہاں سے اغوا ہوئے ہیں اور وہ باقاعدہ تاوان دے کر آئے ہیں۔

جناب سپیکر: چلیں! بہت مہربانی۔

جناب محمد شفیق خان: جناب سپیکر! ایک منٹ۔ اس کے علاوہ میں آئی جی صاحب کو ایک گزارش یہ بھی کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ضلع میں جو سی پی او اور ڈی پی او محمد اقبال صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، کوئی بات نہیں ہم انہیں برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن ان کا جو رویہ ہے وہ اپوزیشن کے خلاف بالکل one sided ہے اور ہمارے خلاف جو یہ political victimization ہو رہی ہے وہ ان کے علم میں ہو گی، ہم اس سے بہت زیادہ پریشان ہیں۔ میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ اس سلسلے میں بھی کوئی ایسی ہدایات جاری کریں کہ میرے حلقہ کے لوگ اس چیز سے بہت زیادہ پریشان ہیں، بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب! اب اس کو wind up کریں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! مجھے صرف ایک منٹ دے دیں۔

جناب سپیکر: جی، one minute کی بات کی ہے اور one سے آگے سنی نہیں جائے گی۔ This I tell you.

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جی، بالکل۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں مشکور ہوں، پچھلی دفعہ میں نے پرسوں بات کی تھی۔ میں گزارش کروں گا کہ جو western countries ہیں ان میں جو policing ہے اس کو وہ as a special force treat کرتے ہیں اور ان کی جو salaries ہیں وہ highly salaried forces ہیں، kindly ان کو بھی ہمیں اسی طرح treat کرنا چاہئے۔

میری دوسری بات یہ ہے کہ جب تک ہماری سیاسی مداخلت کم نہیں ہو گی تب تک یہ معاملات ٹھیک نہیں ہوں گے۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ ڈی پی او، ڈی سی او، ڈی آئی جی level تک، انہوں نے یہ ensure کیا ہے کہ جو competent لوگ ہیں وہ لگائے جائیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ میں یہ کہوں گا کہ اگر 1122، موٹر وے پولیس، ٹریفک

وارڈنز اور پٹرولنگ پولیس یہاں پاکستان کے اندر اس دور میں وہ اچھا وقت گزار سکتے ہیں تو باقی کیوں نہیں گزار سکتے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ان کو 24 hours لگایا ہوا ہے۔ ایک تو شفٹ سسٹم کرنا چاہئے، اگر شفٹ سسٹم نہیں کریں گے، پولیس کو highly salaried کریں گے، پھر ان سے responsibility بھی مانگیں گے، ان سے accountability بھی مانگیں گے۔

تیسری بات میں یہ کہوں گا کہ جیسا کہ اسلام آباد میں Crisis Management Cell ہے، آئی جی صاحب اگر attentive ہوں پلیز۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ ان کو attentive نہ کریں، آپ چھوڑیں، اپنی بات کریں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: آئی جی صاحب اگر attentive ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: .You are not supposed to ask him آپ مجھ سے بات کریں۔ بھئی! آپ کیا کر رہے ہیں؟

You are not supposed to speak him and people sitting in the gallery.

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جیسا کہ اسلام آباد میں Crisis Management Cell ہے یہاں پنجاب level پر بھی Crisis Management Cell ہونا چاہئے جس میں تمام ایجنسیوں کے سربراہ اکٹھے بیٹھ کر معاملات کو چاہے وہ فرقہ وارانہ معاملات ہوں، چاہے بم بلاسٹ کے معاملات ہوں ان کو deal کریں۔

جناب سپیکر: جی، ٹائم ختم ہوا۔ جی، رانا صاحب! wind up کریں۔

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: جناب سپیکر! بڑی مہربانی۔ یہاں پورے پنجاب میں لاء اینڈ آرڈر کی بات ہو رہی ہے۔ پورے پنجاب کے عوام کی بات ہو رہی ہے تو اس ناتے میں بھی ایک بات جو کہ ابھی ابھی

میرے علم میں آئی ہے میں آپ کے سامنے کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی میں دیکھ کر آ رہا ہوں کہ پنجاب کا پیسا دوسرے صوبوں پر لگایا جا رہا ہے۔ ہمارے قائد ایوان جو پنجاب کے خادم اعلیٰ بنتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، ذرا آپ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر لیں۔

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: نہیں، جناب!

جناب سپیکر: آپ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کریں اور اس کے بارے میں کوئی تحریک لائیں، پھر بات کریں گے۔

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: جناب سپیکر! میں آپ سے وہ اجازت لینا چاہتا ہوں کہ پنجاب کی عوام کا ایک ارب روپیہ بلوچستان میں لگایا جا رہا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ میں آپ کو کہہ رہا ہوں کہ آپ تشریف رکھیں، بس۔ مہربانی، آپ کی مہربانی۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے لیڈر آف دی ہاؤس کے بارے میں جو کہا ہے کہ۔۔۔

جناب سپیکر: جی، ان کی بات ختم ہوئی، آپ چھوڑیں، چھوڑ دیجئے گا، no, please, no۔ جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! شکریہ

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! مجھے صرف ایک جملہ کہنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ میں آپ کو اجازت نہیں دے رہا ہوں میاں صاحب!۔۔۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! صرف ایک جملہ کہنے دیجئے۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ اب آپ کو اجازت نہیں دی جا سکتی۔ رانا صاحب! Please carry on آپ اس کو wind up کریں۔ ہاؤس کا ٹائم 15 منٹ اور بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! شکریہ۔ آپ نے مجھے ابھی وقت دیا کہ میں آج کی اس بحث کو wind up کروں محترم دوست نے جو بلوچستان کے حوالے سے بات کی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی قابل افسوس ہے، بلوچستان پاکستان کا صوبہ ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، اصل میں انہوں نے اپنے دوستوں سے مشورہ نہیں کیا۔

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: جناب سپیکر!۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): نہیں، جناب سپیکر! انہوں نے بات کر لی، انہیں بٹھائیں اور مجھے بات کرنے دیں۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: جناب سپیکر! آپ انہیں دیں لیکن اس ہاؤس سے منظوری لے کر دیں۔

جناب سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ ہاؤس سے منظوری لے کر دی ہے۔

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: یہ پورا طریق کار adopt کریں، ہم ان کے ساتھ ہیں۔ یہ ہاؤس سے منظوری لیں۔ یہ ہاؤس اسی لئے بنا ہے۔ آپ پہلے اس ہاؤس سے منظوری لیں، آپ پورا طریق کار adopt کریں۔ ایک ارب کی بجائے آپ انہیں چاہے دس ارب دیں، وہ ہمارے بھائی ہیں لیکن اس ہاؤس کی منظوری سے دیں۔

جناب سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں۔

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: ہم اس پر آپ سے اجازت لینا چاہتے ہیں۔ ہم اس پر تحریک لے آئیں گے۔

جناب سپیکر: لائیں تحریک، جب تحریک لائیں گے تو پھر دیکھ لیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ اگر انہوں نے پوائنٹ آف آرڈر پر ہی ساری تقریر کرنی ہے تو یہ تو کوئی طریقہ نہیں ہے۔ ہاؤس ان کا کوئی مرہون منت ہے یا

budget document ہاؤس کو انہوں نے hostage کیا ہوا ہے، ہاؤس کی اجازت سے دی ہے۔ یہ پڑھیں کہ اس میں وزیر اعلیٰ کی discretion پر ہاؤس نے اپنا ووٹ دیا ہوا ہے یا نہیں دیا ہوا؟ اس discretion کو استعمال کر کے وزیر اعلیٰ پنجاب نے اپنے بلوچستان کے بھائیوں کے لئے اگر وہاں پر ایک کارڈیالوجی سنٹر بنایا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ پاکستان کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لئے بنایا ہے۔ انہیں کیا معلوم؟

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: جناب سپیکر! یہ وہ طریق کار adopt کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): یہ کیا طریقہ ہے، آپ نے بات کی ہے، اب آپ بیٹھیں، یہ آپ کا بات کرنے کا کوئی طریقہ ہے؟

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: ہاؤس سے منظوری لے کر دیں۔ آپ پہلے ہاؤس سے منظوری لیں۔

جناب سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں۔ میں نے آپ کو بولنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ آپ کا رویہ ٹھیک نہیں۔ لغاری صاحب! آپ دیکھیں! کنٹرول کریں۔ (قطع کلامیاں)

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: وہ میری طرف اشارے کر رہا ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: میں ان سے ڈرنے والا نہیں ہوں۔ آپ بے شک بند کریں، مجھے ڈرانے والا یہ کون ہوتا ہے، مجھے ایسے دھمکیاں دے رہا ہے؟

جناب سپیکر: نہیں، آپ کو کوئی ڈرا نہیں رہا۔ نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: یہ ہوتا کون ہے مجھے دھمکیاں دینے والا؟

جناب سپیکر: جی، آپ کو اجازت نہیں ملی۔ آپ کو بولنے کی اجازت نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: یہ بول کیسے رہا ہے؟ میں عوام کے ووٹوں سے آیا ہوں، یہ ضمنی الیکشن میں سیٹ خیرات میں لے کر آیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، جی۔ میری بات سنیں، ٹھیک ہے۔ جی، جی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): آپ کس طرح بات کر رہے ہیں؟ آپ کو تمیز نہیں ہے، آپ کو پتا نہیں ہے کہ آپ اس وقت کیسے بول رہے ہیں؟

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: آپ کو بھی تمیز نہیں ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): یہ کیا طریق کار ہے؟

جناب سپیکر: رانا صاحب!۔۔۔(قطع کلامیاں)

آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔ I say order. I say order for all of you. No.

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: میں اس کے خلاف واک آؤٹ کرتا ہوں۔ میں لاء منسٹر کے رویے کے خلاف واک آؤٹ کرتا ہوں۔ یہ اس کا رویہ ہے؟

جناب سپیکر: جی، انہوں نے کیا ایسی بات آپ کو کہی ہے؟

(اس مرحلہ پر معزز ممبر حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا معزز ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جی، رانا صاحب! آپ اس کو wind up کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): لغاری صاحب نے بات کرنی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ اس بات کو دیکھیں کہ رانا صاحب نے اس میں ایک ڈانٹنے والی پوزیشن اختیار کی ہے۔

رانا محمد ارشد: لغاری صاحب! اس کا طریق کار تو آپ دیکھیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: اس نے ایک پوائنٹ آف آرڈر raise کیا ہے۔ اس میں ڈانٹنے والی بات مناسب نہیں ہے۔

جناب سپیکر: رائے اسلم صاحب آپ اور رانا اقبال صاحب دونوں جائیں اور اس بھائی کو اندر لے کر آئیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، آپ بولیں، پوائنٹ آف آرڈر پر کیا فرمانا چاہتے ہیں؟

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! ہمارے جو بھائی ناراضگی کا اظہار کر رہے تھے، یہاں جو بھی آئے ہیں وہ عوام کے منتخب نمائندے ہیں۔ رانا ثناء اللہ خان اگر ضمنی الیکشن جیت کر آیا ہے تو رانا ثناء اللہ خان نے 2002 کا الیکشن بھی جیتا تھا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

یہاں وہ اپوزیشن میں ڈپٹی اپوزیشن لیڈر تھے، اگر کسی candidate کی death ہو گئی ہے تو الیکشن کمیشن آف پاکستان نے الیکشن postpone کر دیئے تھے، definitely under the rules and under the law اگر آپ نے رانا صاحب کو جب ہاؤس دیا ہے تو میرے بھائی کو چاہئے تھا کہ ان کی بات سنتے، اگر ان کو کوئی objection تھا تو وہ اس پر ضرور بات کرتے۔

جناب سپیکر: جی، چلیں! وہ کچھ ہو گیا ہے، ایسا معاملہ کوئی نہیں۔

آئیں، آئیں، جی، اندر آئیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! اس میں یہ کوئی بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر: آئیں، آئیں، جی، اندر آئیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: No doubt یہ بھی ہمارے بھائی عوام کے منتخب نمائندہ ہیں، ان کا حق بنتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ آ جائیں، آ جائیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبر حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا واک آؤٹ ختم کر کے
معزز ایوان میں واپس تشریف لے آئے)

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر پر آپ مجھے بھی ایک جملہ کہنے کی اجازت دے دیں۔ میرا یہ point اختلافی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: چلیں! جی، شاباش۔ آپ بھی اپنی بات کر لیں۔۔۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ جن معزز ممبران کو ایوان میں تقاریر کا اتنا ہی شوق ہے آپ انہیں موقع دیں جو تقریر کرنے کے بعد چلے نہ جائیں بلکہ ایوان میں بیٹھے رہیں۔ لہذا آپ اس بات کا بھی خیال رکھیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: بڑا valid point ہے۔

جناب سپیکر: آئندہ ایسے ہی کریں گے۔ ان کا بھی شکریہ اور آپ کا بھی۔

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! اختلاف رائے جمہوریت کا حسن ہوتا ہے لیکن ہر ممبر قابل احترام ہے اور اس کا احترام سب پر لازم ہے۔

جناب سپیکر: میرے لئے دونوں طرف سے ہی قابل احترام ہیں۔ میں ان سے گزارش کروں گا کہ ایک دوسرے کا احترام ضروری ہے۔ جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اپوزیشن کے معزز ممبر کا مشکور ہوں کہ وہ اپنا بائیکاٹ ختم کر کے واپس ایوان میں تشریف لائے ہیں۔ میں بات کی وضاحت کے لئے صرف دو لفظ عرض کرنا چاہوں گا کہ اگر میں اٹھ کر بات کر رہا ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ تمام معزز ممبران کا اسی طرح فرض ہے جس طرح میں نے دو یا تین گھنٹے ان کی باتیں خاموشی کے ساتھ سنی ہیں اور دوسرے ممبران نے بھی سنی ہیں۔ کاٹھیا صاحب نے ایک بات کی، میں نے ان کی بات کو پوری طرح سنا اب میں اس کی وضاحت اس طرح کرنا چاہتا تھا کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے بلوچستان میں جو فنڈ دیا ہے انہوں نے اپنے اس discretionary fund سے دیا ہے جس کو خرچ کرنے کا اختیار انہیں اس ہاؤس نے دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یہ فنڈ دے کر پاکستان کی بنیادوں کو مضبوط کیا ہے اور انہوں نے اس روایت کو آگے بڑھایا ہے کہ جب بلوچستان میں زلزلہ آیا تو آپ کو پتا ہی ہے کہ اس وقت کس قسم کے حالات تھے لیکن پنجاب کی حکومت اور عوام نے کس طرح اپنی ضرورتوں کو ایک طرف رکھ کر گندم کے ٹرک، آٹے کے ٹرک اور ضرورت کی ہر چیز بلوچستان بھیجی۔ یہ میڈیا نے اور اخبارات نے بھی چھاپا کہ جن علاقوں میں زلزلے کی وجہ سے تباہی آئی تھی وہاں ضرورت کی ہر چیز وافر تھی۔

جناب سپیکر! جب کاٹھیا صاحب بار بار میری بات interrupt کر رہے تھے تو اس وقت میں نے انہیں کہا تھا کہ آپ کو یہ حق نہیں پہنچتا ورنہ یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ۔۔۔

جناب سپیکر: چلیں وہ آپ کے چھوٹے بھائی ہیں اور انہوں نے آپ کی بات مان لی ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): ورنہ یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ہم کسی کو اس ایوان میں بات کرنے سے ڈرائیں یا دھمکی دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو یہاں بات کرنا چاہتا ہے اسے پوری طرح بات کرنے کا حق ہے اور وہ ملنا چاہئے۔ مجھ سے زیادہ اس حق کا علمبردار کوئی نہیں ہو سکتا۔ ہم نے بد ترین حالات میں بھی اس حق کو نہ صرف exercise کیا بلکہ اس حق کو protect بھی کیا ہے اور آج بھی اس چیز کو protect کریں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آج کی امن و امان کے حوالے سے بحث پر میں وزیر اعلیٰ پنجاب، آئی جی پولیس، ہوم سیکرٹری اور اپنی طرف سے اپوزیشن اور حکومتی بنچوں سے تمام ممبران کا جنہوں نے اس بحث میں لیا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ انہوں نے جو تجاویز دی ہیں میں نے کسی تجویز کو confront نہیں کرنا بلکہ ان سے یہی عرض کرنا ہے کہ ہم نے آپ کی ہر بات کو نہ صرف note کیا ہے بلکہ ہم نے انہیں دل و دماغ سے اس طرح سے لیا ہے کہ ہماری یہ سوچ ہے کہ جو اجتماعی wisdom ہے اگر ہم اسی کو اپنا رہنما بنائیں گے تو اس پر چل کر ہی آگے حالات کو بہتر کر سکیں گے۔ اس بات کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ہم بھی پانچ سال اپوزیشن میں رہے، وہ اور لوگ تھے جو پانچ سال حکومت میں رہے، ان پانچ سالوں میں متعدد بار لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہوئی، اس وقت کے ممبران میں لغاری صاحب اور دوسرے دوست اس بات کے گواہ ہوں گے کہ ہم ہر مرتبہ یہ مطالبہ کرتے رہے کہ لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہو اور تمام ممبران تجاویز دیں تو لاء اینڈ آرڈر سے directly concern ہوم اور پولیس ڈیپارٹمنٹ ہیں ان کے سربراہ آفیسرز گیلری میں موجود ہیں لیکن ہمیں ایک مرتبہ بھی یہ موقع حاصل نہ ہو سکا بلکہ یہاں پر جو پہلے ہوم سیکرٹری تھے جو بعد میں مرکز میں چلے گئے تھے انہوں نے تو حکومت کو باقاعدہ جواب دے دیا تھا کہ میں اس ہاؤس میں جانے والا نہیں ہوں لیکن موجودہ ٹیم،

موجودہ حکومت اور وزیر اعلیٰ پنجاب کا یہ عزم اور سوچ ہے کہ یہ معزز ایوان اس صوبے کی آٹھ کروڑ عوام کا نمائندہ ہے اور یہاں سے جو اجتماعی سوچ ابھرے گی اس اجتماعی سوچ کو اپنا کر ہی ہم اس صوبے میں امن وامان کی صورتحال کو بہتر کر سکتے ہیں۔ میں اس معزز ایوان کا اس بات پر بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ ممبران نے اس بات کو تسلیم کیا کہ گو اس میں بڑی space ہے اور ہم خود سمجھتے ہیں کہ اس میں بڑی گنجائش ہے اور اس میں ابھی بڑا کام اور جدوجہد کرنے والی صورتحال ہے لیکن انہوں نے یہ کہا کہ اس میں بہتری آ رہی ہے۔ اس سے نہ صرف وزیر اعلیٰ پنجاب، میری بلکہ ان تمام لوگوں کی جو ایک ٹیم ورک کرتے ہوئے صوبے میں لوگوں کے جان ومال کی حفاظت کے لئے کام کر رہے ہیں ان سب کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! جو بھی تجاویز دی گئی ہیں، میں نے اپنی opening speech میں identify کیا تھا کہ حکومت ان areas میں یہ یہ steps لے رہی ہے معزز ممبران نے اسی میں زیادہ تر تجاویز دی ہیں۔ میں ان باتوں کو نہیں دہرانا چاہوں گا لیکن جیسے دوستوں نے کہا کہ تھانوں کی boundaries اس طرح سے ہیں کہ بہت زیادہ فاصلہ بنتا ہے اور workable نہیں ہے۔ انشاء اللہ محکمہ اس پر پوری طرح سے کام کرے گا۔ یہاں پر لاء اینڈ آرڈر کی ماہانہ میٹنگوں سے متعلق تجویز آئی ہے کہ اس میں منتخب نمائندوں کو شامل کیا جائے۔ ہم نے محرم میں یہ تجربہ کیا ہے اور lower level سے لے کر upper level تک منتخب قیادت کو امن وامان کی صورتحال میں شامل رکھا ہے اور اس کے بہت ہی بہتر نتائج آئے ہیں اور اس سے حالات کو قابو کرنے میں بڑی مدد ملی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس تجویز کو آگے بڑھانے کے لئے اس کا mechanism تشکیل دیں گے۔ جہاں تک انسپکٹر اور اس سے اوپر آفیسروں کی پوسٹنگ کا تعلق ہے تو میں اس سلسلے میں عرض کرتا ہوں کہ انسپکٹر سے اوپر آفیسروں کے کسی ایک جگہ رہنے کے cases یقیناً بڑے کم ہوں گے لیکن بہر حال ہم اس level پر بھی دیکھیں گے۔ یہ درست ہے کہ جب کوئی آدمی ایک ہی جگہ پر بہت زیادہ عرصہ رہتا ہے تو پھر liking and disliking ہو جاتی ہے اور جس طرح معزز اراکین نے بات کی ہے کہ اس طرح کے معاملات develop ہو جاتے ہیں تو اس پر بھی غور کیا جائے گا۔ میں اپنی opening speech میں

بھی تھانہ کلچر کے متعلق بتا چکا ہوں اور اب ہم نے یہ سوچا ہے کہ ہر ضلع میں کم از کم دو تھانوں کو ماڈل پولیس سٹیشن بنایا جائے پھر اس تجربے کو آگے بڑھایا جائے۔

جناب سپیکر! اشتہاری ملزمان کے متعلق جو بات ہوئی ہے اس پر معزز ممبران نے جو concern show کیا ہے میں بالکل اسے تسلیم کرتا ہوں لیکن میں صرف ان کی information کے لئے عرض کرنا چاہوں گا کہ 360 کے قریب harden criminals کو identify کیا گیا ہے اور ان کی head money مقرر کی گئی ہے۔ ان میں سے سو کے قریب لوگوں کو جو کہ انتہائی harden criminals کے gangs تھے کو arrest کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں war footing پر کام کیا جا رہا ہے۔ ہماری کوشش ہے کہ آنے والے دو تین ماہ میں تمام اشتہاری ملزمان کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے۔ میں ایک اور بات بھی on record لانا چاہوں گا کہ معزز ممبران خواہ ان کا تعلق اپوزیشن سے ہے یا حکومتی بنچوں سے جس معزز ممبر نے لاء اینڈ آرڈر سے متعلق کوئی point raise کیا ہے میں نے اس پر جو بھی صحیح صورتحال تھی اسے resolve کرایا اور اس کے بعد اس معزز ممبر کی table پر جا کر یا اسے اپنے آفس میں بلا کر اسے آگاہ کیا۔ کوئی ممبر یہ نہیں کہہ سکتا کہ دوران اجلاس یا بعد میں کوئی معاملہ میرے notice میں لایا ہو اور میں نے resolve نہ کیا ہو۔ ہم نے اس کے لئے باقاعدہ ایس پی رینک کے ایک آفیسر کو as liasion officer مقرر کیا ہوا ہے اور ان معاملات کا پوری طرح notice لے رہے ہیں۔ چودھری ارشد صاحب نے ایک بات کی ہے میں ان کی بات کو rebut نہیں کرتا بلکہ ان سے یہی کہوں گا۔

جناب سپیکر: ہاؤس کا ٹائم پانچ منٹ اور بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! انہوں نے جو معاملہ raise کیا ہے اگر واقعہ اس قسم کا کوئی واقع ہوا ہے تو اس میں جو بھی ملوث ہے اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی اور اگر اب تک اس معاملے کا notice نہیں لیا گیا تو اس کا بھی notice لیا جائے گا۔ اس معاملے کی جو بھی تفصیل ہوئی اور اس میں جو required action ہو گا میں اس سے دو دن کے اندر اس معزز ایوان کو آگاہ کروں گا۔

جناب سپیکر: نہیں،آپ ان کو ہی مطمئن کر دیں،یہ آپ کو مل لیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! نہیں، ہم مطمئن اسی طرح سے کریں گے کہ جس بات کی نشاندہی ہو گی اس پر باقاعدہ ایکشن ہو گا۔ صرف otherwise مطمئن کرنے والی بات نہیں ہو گی اور اس پر اگر کوئی culprits ہوا، اگر کسی کا fault ہوا خواہ وہ محکمے سے ہو یا otherwise ہو اس کے خلاف بالکل قانون کے تحت، rule of law کے تحت کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر! میں آخر میں دو چیزوں کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔یہاں پر ایک بھائی نے بات کی تھی کہ پٹرولنگ کے لئے پٹرول مہیا نہیں کیا جارہا اور جس کی وجہ سے وہاں پر پٹرولنگ نہیں ہو رہی۔یہ information درست نہیں ہے۔ہم نے اس کو چیک کروایا ہے، کوئی ایسی بات نہیں ہے جو required وسائل ہیں وہ ان کو دیئے جارہے ہیں اور پٹرولنگ ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر! ایک معزز ممبر نے نیٹو کے ڈپو پنجاب میں shift کرنے کی بات کی ہے کہ یہ پنجاب میں shift ہو رہے ہیں۔یہ information بھی غلط ہے، ایسی کوئی تجویز مرکزی حکومت نے پنجاب حکومت کے ساتھ discuss کی ہے اور نہ ہی کوئی ایسا معاملہ زیر تجویز ہے۔اسی کے ساتھ ہی میں ایک بار پھر اس معزز ایوان میں بیٹھے ہر ممبر کو on behalf of Chief Minister Punjab, on behalf of Government, on behalf of Home Department and on behalf of Police Department اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ انشاءاللہ تعالیٰ آپ کے vision، آپ کی سوچ اور آپ کی آراء کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم اس صوبہ کو امن وامان کا گہوارہ بنائیں گے۔بہت شکریہ

جناب سپیکر: آج کا ایجنڈا تکمیل تک پہنچ گیا ہے لہذا اب اجلاس کل مورخہ 18۔فروری 2009 بروز بدھ کو صبح 10-00 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔